بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تقریر ہے مشکوٰۃ شریف کی درس کے دوران بعض مضامین دوسری بیاضوں سے اور باقی جو کچھ استاذ سے سنا وہ درس کے دوران لکھا بہر حال سہو و نسیان سے کوئی بشر خالی نہیں، غلطی اور خطا انسان سے ہوتی ہے لہٰذا اگر درس کے دوران غلطی پائی جائے تو اس کی تصحیح فرما کر اجر جزیل حاصل کریں۔

ہر کتاب کا شروع کرنے سے پہلے چند ضروری اور اہم باتیں علماء کرام بیان کرتے ہیں اور چونکہ یہ کتاب خود ایک بلند مقام اور عظیم حیثیت پر مشتمل ہے سو درس کے آغاز سے پہلے تو علی وجہ الاتم چند امور کا بیان کرنا قابل ذکر ہیں جو زیر عنوان ایک ایک سپرد قلم کئے جا رہے ہیں غور سے سنئے۔

ما یتعلق بالکتاب والعلم

کیونکہ ہر شئی کے آداب ہوتے ہیں اور خاص کر اسلام میں آداب کو بہت ضروری قرار دیا گیا چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے آداب کے متعلق ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے اور اسی طرح سے بہت سے ہمارے اکابر نے آداب کے متعلق مختلف زمانوں میں مختلف کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ نیز تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جس شخص نے آداب میں کوتاہی برتی تو وہ سنتوں سے محروم کر دیا گیا اور جو سنتوں سے محروم کر دیا گیا تو اس سے فرائض ترک ہونے لگتے ہیں اور جو شخص فرائض میں سستی اور کاہلی کرنے لگا تو ڈر ہے کہ وہ اسلام اور ایمان کے جامہ سے بھی خدا نخواستہ خارج ہو جائے تو آپ دیکھئے کہ آداب کے ترک سے نوبت کہاں تک پہنچی اس وجہ سے آداب کا جاننا اور ان کو اپنانا حتی الامکان ضروری ہے خاص کر علم حدیث سیکھنے والوں کو کیونکہ یہ علم بغیر آداب کے حاصل نہیں ہوتا اور اگر کچھ حاصل بھی ہو جائے تو برکات سے محرومی تو یقینی ہے لہٰذا کچھ آداب بیان کئے جاتے ہیں۔

ادب ۱ :- اس علم کے حصول کے لئے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر محدثین سب سے پہلے اس حدیث کو بیان کرتے ہیں "انما الاعمال بالنیات"۔ خود مشکوٰۃ کی بھی ابتداء اسی حدیث سے ہے۔ شارحؒ نے اس حدیث کے متعلق ایک نکتہ بھی تحریر فرمایا کہ اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہر مشتغل بالحدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست رکھے یعنی پڑھنے کے زمانے میں یہ نیت ہو کہ ہم بھی پڑھ کر شیخ الحدیث بنیں گے یا بڑے عالم بنیں گے یا کوئی دنیا کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا بلکہ مقصد اور نیت صرف یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو جان کر خود بھی عامل بنیں گے اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں گے۔

ادب ۲ :- طالب کی توجہ ہمیشہ کتاب پر اور استاذ پر ہونی چاہئے ایسا نہ ہو کہ سبق میں بیٹھ کر

کر سو رہے تھے کیا بعض مرتبہ دستار شیخ گر پڑی ۔ ارشاد ہوا میں تشریف لا رہا تھا کہ ہمیں ایک
مشغول ہو گیا حضرت موسیٰ کی داستان تک رہ گئے ۔ [illegible] بڑ فکر مند ہوا ۔ ہاں میری آنکھیں
تو کھلی ہوئی تھیں اور ظاہر میں بھی وہ جاگ رہے تھے نظر آتا تھا مگر زبان کو جواب نہ تھا کہ
اپنے دوستوں کو بتلاتا ہے [illegible] ادب کرتا اور مناجات ہو رہی تھیں کسی نے پوچھا تو
پوچھو میں ہی [illegible] بیٹھا [illegible] فرمایا ہے ۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کا واقعہ نقل
کیا ہے کہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ درمیان میں بچھو نے ڈنک مارا چہرہ متغیر ہوا ۔ سبق میں متعدد بار ایسا ہوا
سبق ختم ہونے کے بعد لوگوں نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہوا تو فرمایا کہ درمیان درس میں
سترہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا ہے مگر حدیث کے احترام میں حرکت تک نہ کی اور اسی طرح
تقویم حالت پر رہے ۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ ۔

ادب ۳ :- جب کبھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو درود شریف پڑھے
حدیث شریف میں تعلیم و تعلم میں زیادہ قرب ہے جو لوگ ہر وقت محبوب کے تذکرہ سے کثرت درود شریف
پڑھنے شروع ہوتے ہیں [illegible] مشغول رہتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں کیونکہ سب سے زیادہ
درود شریف کا موقعہ انہی لوگوں کو ملتا ہے جو اسی شغل میں ہیں ۔ تعلیم جب جب آپ کا نام آئے تو صلی
اللہ علیہ وسلم پڑھے اور جب کسی صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ کہے اگرچہ لکھا ہوا نہ ہو
[illegible] پڑھنا ہے اور اس میں جتنا زیادہ مشغول ہے اس عمل پر [illegible]
اور لکھا درود شریف بھی لکھا [illegible] مشکل [illegible] آئے ساتھ ہزاروں درود ۔ ادب ۴
کسی فن کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس فن کے مبادی اور مقدمات کو جان جائے کیونکہ
ان کا علم ہوئے بغیر اس فن کا سمجھنا بہت مشکل ہے اور ایک فائدہ مقدمات کے
جاننے سے یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے حل میں خاص بصیرت پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء نے
اس نے مقدمات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔ شیخ ابراہیم کی ایک کتاب ہے جو مستقل مقدمات کی
تفصیل اور صحاح ستہ کے بیان سے لبریز ہے ۔ علامہ سیوطی کی ایک مستقل کتاب ہے جو اسی مقدمات
کے بیان میں ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر زمانہ کے علماء کا یہ دستور رہا کہ وہ فن کے
شروع کرنے سے پہلے مقدمات کو ضرور بیان کرتے تھے ۔ مقدمات کو بیان کرنے کا طریقہ
ہر زمانہ میں رہا ۔ پھر جتنا علم کا ذوق و شوق ہوتا تھا اسی قدر مقدمات کو بیان کیا جاتا تھا
ترمذی شریف کے [illegible] بیان کئے جاتے تھے جو ہمیں معلوم نہیں ہیں [illegible] علم حدیث
[illegible] اکتفاء کیا جاتا تھا ۔ بہر حال ہر شخص کا فرض ہے

دیا گیا [illegible] جناب [illegible] قرآن کریم [illegible] [illegible] سے [illegible]

[illegible] تعلیم [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible]

[illegible] سے [illegible] میں [illegible]

کا [illegible] کو [illegible] دیا [illegible] اور [illegible]

[illegible] حدیث کا [illegible] اور [illegible] میں [illegible]

منکرین حدیث

پہلے زمانہ میں حدیث کا انکار فرقہ باطنیہ کا [illegible] رہا ہے کہ [illegible] عقل [illegible] وہ

فرقہ نہیں رہا لیکن اب اس دور میں تعلیم یافتہ [illegible] حدیث کا [illegible] فتنہ [illegible] ہے [illegible]

دور کے فتنوں میں سے ایک فتنہ انکار حدیث کا ہے جو [illegible] موجود ہے مگر یہ اس زمانہ کا نہیں

بلکہ اس سے پہلے بھی یہ [illegible] سے جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد [illegible] کا انکار ہوا [illegible] حدیث کا [illegible]

[illegible] کیا [illegible] کے [illegible] روایات کے [illegible]

میں [illegible] کا [illegible] کہ [illegible] عقل کے [illegible] تو [illegible]

[illegible] انکار [illegible] اور [illegible] عقل سے [illegible]

[illegible] عقل [illegible] روایات کو [illegible] حدیث کا

[illegible] جو روایات حدیث [illegible] ہے [illegible]

[illegible] انکار [illegible] جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible]

اور [illegible] قرآن کا [illegible] اور [illegible]

[illegible] سے [illegible] تھا [illegible]

[illegible] اسلام [illegible] اسلام [illegible]

[illegible] اسلام [illegible] کا [illegible] قرآن [illegible] میں

[illegible] میں [illegible] انکار حدیث اور [illegible]

[illegible] کا [illegible] اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] کو [illegible] میں [illegible] انکار حدیث

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible]

[illegible] منکرین حدیث اور [illegible] منکرین حدیث میں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اول شبہ: یہ کہ قرآن پاک جامع ہے بمعنی جامعیت کے یہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسرا شبہ: یہ کہ حفاظت حدیث نہیں ہوئی یعنی حدیث کی ضرورت تو تھی مگر حفاظت نہ ہو سکی جیسے قرآن پاک کی [illegible] نہیں ہو سکتی

تیسرا شبہ: یہ کہ حدیث ظنی ہے اور احادیث کا مجموعہ ظن و تخمین ہے تو قطعی کتاب کریم کی توضیح [illegible]

چوتھا شبہ: یہ کہ اکثر احادیث کی روایت تمام صحابہ سے [illegible] اور تمام تابعین کو علم [illegible] حدیث ﷺ رسول اور صحابہ کے درمیان زیادہ [illegible] ہیں اس وجہ سے اکثر لوگ تمام حاصل نہیں [illegible] ہیں [illegible] اور ان کا [illegible] سے [illegible] مطلب ہو گیا [illegible] علماء نے دیا [illegible] ظاہر ہو جاتا ہے [illegible] اور [illegible] وغیرہ کا [illegible] اور [illegible] ضرورت [illegible]

بعض حضرات نے قرآن پاک کو جامع ضرور تسلیم کیا ہے مگر ان کا خیال تھا کہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے اور حدیث کی کوئی ضرورت نہیں [illegible] حدیث کی ضرورت جیسے قرآن کی تو گویا قرآن پاک [illegible] ہوا تو قرآن پاک کے جامع ہونے کا مطلب [illegible] علماء نے جواب دیا ہے کہ [illegible] جامع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام [illegible] چیزوں پر مشتمل ہے [illegible] اور [illegible] جو ضروری اور [illegible] کا [illegible] ہیں [illegible] اور قرآن کے اختصار [illegible] مسائل [illegible] قرآن [illegible] ہیں [illegible] اور قرآن پاک میں [illegible] چیزیں [illegible] بیان [illegible] ہیں اور یہی [illegible] جامع ہونے کے معنی ہیں [illegible] جامع ہونے کا مطلب [illegible] تمام دنیا کی جزئیات [illegible] تفصیل [illegible] بیان [illegible] کلام [illegible] بیان [illegible] ہیں [illegible] نہیں ہو سکتی خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لتبین للناس ما نزل الیہم [illegible] مقصد [illegible] توضیح کے لئے قرار دیا ہے [illegible] کہ قرآن کی [illegible] خود [illegible] حاصل نہیں [illegible] اقوال اور افعال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت پڑ گئی [illegible] میں چند واقعات [illegible] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[illegible]

[illegible] آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ [illegible] صحابہ کرام [illegible]

[illegible] حضور کی خدمت میں [illegible] یا رسول اللہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

[illegible]

دوسرا واقعہ حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ کا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ

وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] رسول اللہ [illegible]

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] الدنیا [illegible] الآخرۃ [illegible]

[illegible] دیر تک [illegible] بیمار رہے [illegible] کچھ [illegible]

[illegible] واقعہ بیان کر دیئے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

با وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اہتمام ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] حدیث کی حفاظت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضور کے زمانہ میں احادیث کا لکھا ہونا [illegible] حضرت

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے اقوال کو لکھ لیا کرتا تھا

[illegible] حضور کے اقوال [illegible] غیظ و غضب کی حالت

میں بھی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]

[illegible] حق کے سوا [illegible] کچھ نہیں نکلتا [illegible] حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [illegible]

دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے چند احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا اب مجھے خیال ہوا کہ شاید ان میں کہیں کوئی غلطی نہ ہو تو اس خیال سے ڈرا کہ [illegible] قرآن و احادیث سے انکو نذر آتش کر دیا۔ حضرت عمرؓ کا دور کے زمانہ میں بھی کتابت حدیث کا سلسلہ باقی تھا۔ اس سلسلہ میں مشکل درپیش تھی کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لاتکتبوا عنی [illegible] میری حدیثیں مت لکھو [illegible] حضورؐ نے منع فرمایا تو اس سے چند صحابہ نے بھی [illegible] مقصد یہ تھا کہ [illegible] قرآن کا نزول ہو رہا تھا تو ممکن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] قرآن کے ساتھ ہی [illegible] ہو جاتیں [illegible] اسی وجہ سے منع فرما دیا تھا [illegible] اور بھی وجوہات تھیں جو [illegible] موجود ہیں۔ قرآن تمام ہونے کے بعد بھی علم حدیث کا [illegible] اور [illegible] کا سلسلہ باوجود [illegible] اور حافظہ کی قوت جو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھی [illegible] اس سلسلہ میں اکثر [illegible] تو نہ [illegible] سب سے پہلے حدیث کو مدون [illegible] سنت کی ترتیب تنظیم [illegible] سب سے پہلے اس کی تدوین [illegible] اور بعض کا خیال ہے [illegible] سب سے پہلے اس کی تدوین عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے [illegible] [illegible] سب سے پہلے تدوین [illegible] اور [illegible] سب سے پہلے [illegible] غرضیکہ [illegible] سب سے پہلے [illegible] کیا —

[illegible] احادیث کا [illegible] ذخیرہ جو تمام اسلام [illegible] [illegible] تعلیم [illegible] احادیث [illegible] ذخیرہ [illegible] احادیث [illegible] [illegible] احادیث [illegible] [illegible] احادیث [illegible] [illegible] [illegible]

اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ فاسق ہے یا عادل حتیٰ کہ راستہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ کافر ہے یا صحیح الاسلام تو ایسی حالت میں ڈاکٹر صاحب نے [illegible] کیونکر [illegible] ہے ایسا ہی [illegible] ہمارا ہمیں تو [illegible] ضعیف روایت [illegible] دنیا کی تاریخ [illegible] ٹھیک [illegible] اور ایسا ہی [illegible] غلط روایت سے اگر چہ وہ [illegible] ہی کی روایت ہو جب ان سب پر ہم کو اتنا بھی یقین ہے [illegible] یہ بھی خبر واحد ہی ہے [illegible] اور خبر واحد [illegible] اور جو [illegible] سمجھا [illegible] صحیح [illegible] اور حسن و ضعیف [illegible] ہمارے پاس موجود ہیں [illegible] کا حال معتبر کتابوں سے معلوم ہے تو [illegible] اخبار واحد [illegible] کیا ہے [illegible] ہوا ہے —

چوتھا اعتراض یہ تھا کہ اعداد حروف دنیا کی تاریخ کا [illegible] کیا [illegible] ہے اس کو تسلیم [illegible] شبہ حاصل نہیں ہے بلکہ تمام مورخین نے بہت [illegible] ہیں اسلام میں بھی ایسا ہی [illegible] اس کا جواب یہ ہے اول تو یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ کا مسلم ہونا [illegible] ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور دنیا کی تاریخ [illegible] کو اعداد حروف [illegible] تشبیہ دینا [illegible] ہے دنیا کی تاریخ پر مورخین اسلام نے تحقیق کیا [illegible] کی تاریخ لکھنے کا ارادہ [illegible] اور اگر ان [illegible] کی تاریخ لکھنا چاہتے تو چند واقعات کو [illegible] معلوم کر سکتے اور ان کے حالات [illegible] معلوم [illegible] ہے دنیا کی تاریخ کا اب [illegible] تو اس زمانہ میں موجود تھا [illegible] اس زمانہ کا کسی شخص کو دیکھا [illegible] کی تاریخ [illegible] ساتھ [illegible] اور [illegible] دنیا کی [illegible] ہوا [illegible] اسلام میں [illegible] جو واقعات [illegible] موجود [illegible] اپنی عقل [illegible] سے [illegible] اور [illegible] بیان کر [illegible] دیا [illegible] ہے [illegible] کیا [illegible] یہ قول [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کا حال [illegible] اور [illegible] تفصیل اور [illegible] کی کیفیت ہمارے سامنے موجود ہے ان تمام چیزوں کا [illegible] وجود دنیا کی تاریخ کے ساتھ تشبیہ دینا نہایت غلط اور غیر معقول خیال ہے۔ حالانکہ مورخ [illegible] تاریخ [illegible]

نہ درست ہے کہ کوئی دنیا داری سے تعلق ہے اور نہ اسکی کوئی بحث ہمیں درکار ہے کہ اسکا صحیح علم ہے کیونکہ تو معلوم ہوا کہ [illegible] نہیں ہوتا کہ یہ کس کو ان سے تعلق نہیں ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو دنیوی امور اور دینی قیود سے نکل گئے ہیں جیسے انہوں نے اختیار کیا ہے بہتر تھا کہ ان امور کو دین جیسا سمجھا جاتا تو ان کا رد ہوتا کیونکہ سب حضور کی اطاعت ہم پر واجب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ترجمہ فرمانبرداری کرو اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم رسول کی اطاعت کا حکم ہے [illegible] اور [illegible] چنانچہ [illegible] اطاعت اللہ تو فرض و واجب ہے لیکن اطاعت رسول میں دو قول ہیں [illegible] کی اطاعت کا درجہ صرف اتنا تسلیم ہے جیسے کوئی امیر یا بادشاہ ہو اور اسکی اطاعت اسکی رعایا پر فرض ہے تو گویا انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام بادشاہ اور امیر کے برابر سمجھا حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے وہ کام جو کہ عام امیر کا اپنی رعایا کو [illegible] اور رسول کا [illegible] انتخاب خود حق تعالیٰ کرتا ہے ارشاد باری ہے اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ رسول کو ایک [illegible] حیثیت ہوتی ہے اور امیر و بادشاہ عام انسان ہوتے ہیں۔ رسول سے اگر کوئی اجتہادی غلطی ہوتی ہے تو اسکو متنبہ کر دیا جاتا ہے اور اگر کسی امیر یا بادشاہ سے ہو تو اسکو اللہ کی جانب سے تنبیہ نہیں ہوتی جیسے کہ آپ نے اسیران بدر کے بارہ میں [illegible] جب [illegible] قیدیوں کو آپکے سامنے لایا گیا اور ان کے بارہ میں مشورہ کیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق کی رائے ہوئی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے حضرت عمر فاروق کی رائے [illegible] قتل کر دیا جائے مگر حضرت ابوبکر صدیق کی رائے پر عمل کیا حالانکہ حضرت عمر کی رائے صحیح تھی تو چونکہ اجتہادی غلطی ہوئی تو حضور کو فوراً متنبہ کیا گیا ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا الخ یہ آیت نازل ہوئی تو حضور کو اپنی غلطی کا علم ہوا [illegible] ثابت ہوا کہ [illegible] فرق ہے [illegible] تو ان دونوں میں فرق [illegible] چنانچہ [illegible] اطیعوا الرسول [illegible] وما اتاکم الرسول [illegible] سے [illegible] بتایا گیا [illegible] ثابت ہوا کہ اطاعت رسول [illegible] ہے اور اسکی اطاعت عام امیر اور بادشاہ کی طرح نہیں بلکہ فرض عظیم ہے۔ اب [illegible] احادیث کے ذخیرہ میں تین قسم کی تقسیم ہیں ایک تو وہ حدیثیں جن میں [illegible] مضمون سے قرآن کی آیات [illegible] ادا کیا گیا [illegible] دوسری [illegible] احکام [illegible] وہ حدیثیں جن میں قرآنی آیات کی توضیح ہے تو

ان دونوں صورتوں کی اطاعت اور انکو تسلیم کرنا تو اطاعت اللہ میں داخل ہے۔ تیسری وہ احادیث جو وقتی مصلحتوں اور مناسبت سے متعلق ہیں انکی اطاعت اطاعت رسول میں داخل ہے ہمیں ان احادیث کا ماننا بھی ضروری ہے ورنہ اطاعت رسول نہ ہوگی جو فرقہ کہ منکرین حدیث کا تھا رہتے ہیں ان کا تعلق اہل سنت والجماعت کہ کیا فرق رہ جاتا ہے وہ لوگ حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اگر صرف سند کے ظاہری الفاظ پر نظر رکھتے ہیں اور ایسے عمل کرتے ہیں کہ ظاہر پر جو پایا جاتا ہے دقیق النظری اور غور وفکر سے وہ لوگ کام نہیں لیتے علامہ جوزی کا تو کہنا ہے کہ تلبیس ابلیس نام سے کتاب تحریر کی ہے جس کے آخر میں علامہ نے ان قسم کی قوموں کو بیان فرمایا جنکو شیطان صوفیا کے بھیس میں گمراہ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا یہ بھی ایک بڑی غلطی ہے جب حدیث کی تاویل اور اس کے معنی کو پوری طرح سمجھ کر اس پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن یہ چیز ہر ایک کو حاصل نہیں۔ آج سے علماء کی دو قسمیں ہو گئیں ایک وہ لوگ جو صرف حدیث کو حفظ کرتے ہیں دوسرے وہ لوگ جو حفظ کے ساتھ استنباط اور صحیح معنی و مطلب سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے کہ جس سے جو خدمت لینی چاہی اس کو اسی راستہ پر متعین فرما دیا تو گویا دو درجے ہو گئے ایک محدثین دوسرے فقہاء محدثین۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اسی طرح اکابر صحابہ کی ایک جماعت صرف احادیث کو یاد کیا کرتی تھی جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی کہا ہیں اور دوسرا طبقہ وہ تھا جو احادیث کو خوب سمجھتی اور پرکھتی تھی جیسا حضرت ابوبکر وعمر وعلی وعثمان وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ تھیں اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ ہر فقیہ کیلئے محدث ہونا ضروری ہے اور ہر محدث کیلئے فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر ایک قصہ سنئے۔ محدثین کے ایک حلقہ میں ایک امام ابو یوسف کے ساتھ جمعہ کا جمعہ سے پہلے حلق نہیں کرایا گیا تو شخصیتوں میں سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت اسکے اندر کیا مصلحت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ عن التحلق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز حلق سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہ مطلب حلق نہیں بلکہ حلقہ مراد ہے یعنی لوگوں کا حلقہ کی شکل میں جمع ہونا مراد ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ لوگوں کو یہ حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے ایک طرف لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف مشغول رہیں اور جب نماز کا وقت ہو تو بعض اسوقت نماز کا خیال نہ کریں جبکہ پہلے سے لوگوں کو چاہئے کہ صفیں بنا کر بیٹھیں تاکہ جمع میں انتشار نہ ہو ـــ

حجیة النقر

دیکھا اور واقعہ حقیقیہ آگیا ہے کہ محدث ربیع کے باغ میں جب کبھی پانی ہوتا تو وہ ہمسایہ کو کوشش
اپنی شان کا کرتا کہ ربیع کے باغ کا پانی کسی طرح دوسرے کے باغ میں نہ چلا جائے ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک
فقیہ کا ادھر کو گزر ہوا تو ربیع سے کہا کہ ~~مجھے حدیث پہنچی~~ تم ہمسایہ کیوں ہو دوسرے کے باغ کو
سیراب ہونے سے روکتے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے تب اس
فقیہ نے کہا کہ تم نے اس کا مطلب غلط سمجھا اور حدیث سے مراد تو یہ تھی کہ حاملہ عورتوں سے نکاح کر کے تم کسی غیر
کو اپنا کر دو گے تو نسب میں خلط ملط ہو جائیگا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت اعمش کا ہے کہ جب
بیمار ہوئے تو حضرت امام ابو یوسف ان کی عیادت کو تشریف لے گئے انہوں نے ایک مسئلہ دریافت
کیا امام صاحب نے جواب دیا اس پر حضرت اعمش نے فرمایا کہ یہ حدیث میرے پاس پہنچی ہے تم نے کس
طرح جواب دیا اس سے امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ جواب آپ کی حدیثوں سے دیا ہے اس پر حضرت اعمش نے
فرمایا کہ تم لوگوں کی مثال اطباء جیسی ہے اور ہم لوگ دکاندار کے جیسے ہیں یا ہم لوگ عطاروں جیسے ہیں حدیثوں
کو خوب سمجھ کر جواب دیتے ہو اور ہم لوگ عطار کی طرح ہیں اور تم طبیب ہو جس سے تم
اس کو صحیح مقام پر خرچ نہیں کر سکتے بہرحال ان تمام اور ایسے علاوہ اور بھی قصص ہیں جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ و حدیث کا جاننا مشکل ہے اور حدیثوں کے معانی کو سمجھنا مشکل اور
استنباط مسائل کرنا مشکل ہے جو علماء کا کام ہے اور ایسے ہی علماء کو فقہاء سے تعبیر کیا جاتا ہے
اب اسی سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ فقہ کا علم کتنا مشکل ہے اور یہی حدیثوں کا مغز ہے کیونکہ
علم و فہم جیسی چیز نہیں ہے مگر بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فقہ کو کوئی خاص چیز نہیں
سمجھتے اور یہ تمام علوم کا فہم اس کو سمجھتے ہیں جب فقہاء کو تو جیسے ہمارے امام صاحب امام ابو یوسف امام
مالک امام شافعی امام احمد علیہم الرحمہ ہیں ان سب پر سب کا اتفاق ہے اور ان سب کا احترام
کرنا ضروری ہے کیونکہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر ہیں اور ہر ایک میں اپنی اپنی فضل ہے
لیکن ان ائمہ اربعہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو زیادہ فوقیت حاصل تھی
حاصل تھی اور دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس کسی آدمی میں زیادہ کمالات ہوں تو اس پر جرح اور تنقید
مستعدی کا خوب موقع مل جاتا ہے اسی وجہ سے امام صاحب پر بھی لوگوں نے خوب سب و شتم کیا اور خوب
تنقید میں حملہ کیا اور ایسے لوگوں نے جو کچھ جرح کے سوال کو دیکھا جائے تو یقینا ثابت ہے یہ
حاسدوں کا قول ہے جیسے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے کہا اس کا جواب اور ایسی ہی جرح
میں سمجھتا ہوں کہ امام صاحب پر کیا اور چونکہ یہ معاصر تھے تو ان پر حسد کا الزام جائز تھا اس کا اثر

کہا جاتا ہے کہ امام محمد نے اپنی کتاب میں امام مالک کا مشہور قول نقل کیا مگر امام شافعی کا نام بھی نہیں لیا [illegible] اور [illegible] نام لیا اور دوسرے بعض نسخوں میں ہے اور متعدد نسخوں میں یہ بھی ہے [illegible] اور [illegible] امام [illegible] غلطی کی ہے حالانکہ حضرت امام شافعی کا تعلق [illegible] حال [illegible] اور ہمیشہ سے وہ واقعات ہے متعلق جو تحریروں میں موجود ہیں۔ [illegible] تعلقات [illegible] رکھا [illegible] اور امام [illegible] ابو داؤد [illegible] جیسے [illegible] اللہ [illegible] ۔ جب [illegible] جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد [illegible] میں [illegible] تشہد [illegible] تشہد [illegible] [illegible] ۔ ۱۲

فروع علم حدیث

علم حدیث کی تفریق [illegible] علوم جن کا جاننا محدث کو ضروری ہے وہ متعدد ہیں امام حاکم نے باون قسم کے علم حدیث گنوائے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے ان تمام کا احاطہ تو مشکل ہے البتہ کچھ تو ساتھ ذکر ضروری ہیں۔ اول علم روایت حدیث۔ دوم علم درایت حدیث ہے جس کے ذریعے سے روایات کی اور تمام حدیث کی صحت حاصل ہوتی ہے۔ تیسرا علم اسباب ورود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کس شان نزول میں ہوئی ہے۔ چوتھا علم ناسخ و منسوخ۔ پانچواں علم تاریخ ہے جس کے ذریعے سے ناسخ و منسوخ کا علم ہوتا ہے۔ چھٹا علم اسماء رجال ہے جس کے ذریعے سے ہر راوی کے حال کی تحقیق و تفتیش ہو جاتی ہے۔ ساتواں علم طبقات ہے جس کے ذریعہ راویوں کے طبقات کا علم حاصل ہو۔ آٹھواں علم شرح حدیث ہے۔ نواں علم رموز حدیث ہے [illegible] اسماء کی [illegible] ہے [illegible] علم بھی نہایت ضروری ہے۔ دسواں علم جمع حدیث ہے [illegible] ذریعہ [illegible] ہو جائے۔ گیارہواں علم علل حدیث ہے [illegible] صحیح و ضعیف کو جانا جائے۔ بارہواں علم تحقیق حدیث [illegible] اور [illegible] ان علوم کا نام فروع علم حدیث ہے۔

طبقات کتب حدیث

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ احادیث کی تمام کتابوں کو ایک درجہ نہیں دیا جا سکتا بلکہ تحقیق کے بعد

تفصیل بیان ہو چکی ہے یہاں پر صرف اتنا سمجھنا ہے کہ تمام کتب حدیث صحت میں برابر نہیں بلکہ تفضیل کے اعتبار سے ان میں فرق ہوتا ہے اور مراتب کے اعتبار سے حدیث کی کتابوں کا علم ہونا چاہئے جن طبقات کو محدثین نے بیان کیا ہے ان کو مختصر طور سے ذیل میں مختصر سے بیان کیا جاتا ہے

طبقہ اولیٰ :- صحیحین وہ کتابیں ہیں جو صحت اور اسناد کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ میں ہیں اور اس طبقہ میں تین کتابیں ہیں۔ موطا امام مالک۔ بخاری۔ مسلم

طبقہ ثانیہ :- وہ کتابیں جو درجہ اول میں داخل نہیں ہیں لیکن اسناد اور صحت میں وہ پہلے طبقہ والی کتابوں سے کم درجہ ہے جیسے ترمذی۔ ابوداؤد۔ موطا امام محمد

طبقہ ثالثہ :- وہ کتابیں جو زمانہ قدیم کی ہیں اور ان میں ہر قسم کی احادیث ہیں ان لوگوں نے احادیث کو جمع کر لیا ہے اس وجہ سے ان میں احادیث صحیح ضعیف ہیں یہ تینوں طبقے تو اصل ہیں اور متون کے تذکرہ کی زیادتی اور کمی ہے

طبقہ رابعہ :- وہ کتابیں ہیں جو صدیوں بعد منقول ہیں جن میں موجود احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انکی نسبت جمع کردیا گیا مگر ان میں اکثر غیر صحیح ضعیف ہیں

طبقہ خامسہ :- وہ کتابیں ہیں جو واعظ اور صوفی وغیرہ اپنے مقالے میں لاتے ہیں اگرچہ ان کی اصل حدیث نہ ہو واعظ لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہیں اور ان کی اسناد کا کچھ علم نہیں اور وہ اسناد صحیح میں داخل نہیں

انواع کتب حدیث

چونکہ ہر حدیث کا موضوع ایک الگ رنگ کا ہوتا ہے اس لئے انواع کا جاننا بھی ضروری ہے تو امام بخاری نے اپنی کتاب کو باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع فرمایا امام مالک نے کتاب وقوت الصلوٰۃ سے امام مسلم نے شروع فرمایا تو ان سے معلوم ہوا کہ ہر کتاب کی تعبیر الگ ہے

(۱) **نوع اول جامع :-** جامع وہ ہے جس میں آٹھ مضامین پر کتابیں ہوں۔ تفسیر۔ آداب۔ سیر۔ عقائد رقاق۔ اشراط۔ مناقب۔ فتن۔ اور اس میں آپ کے اقوال و افعال اور صحابہ کے سب احوال کا تذکرہ ہو جیسے بخاری ہے۔

(۲) **نوع ثانی سنن :-** جس کتاب کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہو جیسے سنن ترمذی وغیرہ کہ باب الطہارۃ سے شروع ہو پھر باب الصلوٰۃ الخ ہے

(۳) **نوع ثالث اجزاء :-** یہ وہ کتابیں ہیں جس میں ایک ہی شخص کی یا ایک ہی خاص مضمون سے متعلق جتنی احادیث ہیں انکو ایک جگہ جمع کر دیں جیسے امام بخاری کا جزء رفع یدین اور دارقطنی کا جزء جہر بالتسمیہ۔

(۴) نوع رابع اربعینات :- یہ وہ کتاب ہے جس میں مصنف کسی شیخ کی چالیس احادیث کو جمع کر دیا ہو کیونکہ جس پر دخول جنت کی بشارت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ملی ہوئی ہے جیسا ہمارے حضرت شیخ الحدیث امام محمد زکریا کی چہل حدیث جو فضائل قرآن کے نام سے موسوم ہے ۔

(۵) نوع خامس مسانید :- یہ مسند کی جمع ہے مسند یہ وہ ہے کہ ایک صحابی کی تمام احادیث کو جمع کر دینا علی ترتیب الصحابہ یعنی جو صحابی سب سے پہلے اسلام لائے ان کی جملہ حدیثوں کو پہلے لکھا ہو۔ جو ایمان لائے اسکی تمام احادیث کو بغیر فقہی کے اعتبار سے وغیر ذلک ۔

(۶) چھٹی نوع معاجم ہے اس میں کسی شیخ اور استاذ کی جملہ احادیث کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے

(۷) ساتویں نوع مستخرج اور [illegible] ہے اس میں ان احادیث کو جمع کر دیا جو مستخرج ہو چکا اور جو [illegible] ہیں

(۸) آٹھویں نوع اطراف ہے کہ ان کو جمع کرے جو احادیث میں اس کے طرف ہو ان کو جمع کر دینا ۔

(۹) نویں نوع امالی ہے یعنی استاذ بیٹھ جائے اور شاگرد اس کا املا کریں اور [illegible] انکا نام

(۱۰) دسویں نوع افراد ہے اس میں وہ احادیث جو صرف ایک ہی صحابی سے منقول ہوں یعنی اس کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک صحابی ہے

(۱۱) گیارہویں نوع ثلاثیات ہے اس میں حضور تک راوی تین ہیں ۔

(۱۲) بارہویں نوع رباعیات ہے جس میں راوی چار ہوں ۔

(۱۳) تیرہویں نوع روایات الآباء عن الابناء یعنی باپوں نے بیٹوں سے روایت کی ۔

(۱۴) چودہویں نوع روایات الاکابر عن الاصاغر

(۱۵) پندرہویں نوع مسلسلات ہے وہ روایات یعنی حضور نے بیان فرماتے وقت کوئی خاص عمل کیا ہو جیسے حدیث مصافحہ کہ حدیث بیان کی اور پھر آپ نے ان صحابی سے مصافحہ کیا ہو اور اسی طرح وہ نقل در سلسلہ ہم تک ہے

(۱۶) سولہویں نوع موضوعات ہے یعنی جو گھڑ لیا گیا ہو ۔

(۱۷) سترہویں نوع تخریجات ہے اور وہ کتابیں جن کتابوں میں سے ان تمام احادیث کی تخریج کی جائیں

(۱۸) اٹھارہویں نوع مستخرج ہے جس میں کوئی حدیث اپنی سند سے کسی دوسری کتاب سے اپنی سند لائے

(۱۹) انیسویں نوع مستدرک ہے اگر کسی مصنف سے کوئی روایت چھوٹ گئی ہو تو ان تمام کو یکجا جمع

(۲۰) بیسویں نوع علل ہے جس میں وہ احادیث جمع کرتے ہیں جن میں علت (مرض ضعف) پایا جاتا ہے جس کے [illegible] امام [illegible] ہیں ۔ ان ضعیف کا جو [illegible] ہو [illegible] دوسری چیز کا تعلق [illegible] ہے جس میں [illegible] ہے [illegible]

مایتعلق بالعلم (ای الحدیث)

پہلے معلوم ہو چکا کہ علماء محققین کتاب کے شروع کرنے سے پہلے مبادی علم ضرور بیان کرتے ہیں اور اکثر نے ان کو دس چیزوں کے اندر جمع کر دیا ہے ۔ ان مبادی کل فن عشرۃ الحد والموضوع ثم الثمرۃ ۔ الاسم والاستمداد وحکم الشارع ۔ وفضله ونسبۃ والواضع ۔ ومسائل والبعض بالبعض اکتفی ۔ ومن دری الجمیع حاز الشرفا ۔

حد :- تعریف میں علماء کا تھوڑا اختلاف ہے بعض نے اس کی تعریف کی ہے کہ وہ علم بقوانین یعرف بها احوال السند والمتن اور اسی تعریف کو اکثر شراح نے صحیح کہا ہے ۔ علم الحدیث ذو قوانین تحد یدری بها احوال متن وسند ۔ علامہ کرمانی نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ علم یعرف به اقوال وافعال واحوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث کیفیۃ السند اتصالا وانقطاعا ۔ ابن حجر تحقیق یہ ہے کہ علم حدیث معرفۃ احوال الراوی والمروی ۔

دراصل علم حدیث کی دو قسمیں ہیں ایک روایۃ حدیث دوسری درایۃ حدیث تو اسی بنا پر مختلف ہو گئیں بعض نے ایسی تعریف کی ہے جو اصول حدیث پر بھی صادق آتی ہے جیسا کہ اوپر علامہ کرمانی کی تعریف ہے جو شروع میں گزری ۔ اور جن کو علم روایۃ الحدیث کی تعریف بیان کرنا ہے مثلاً حضرت شیخ دام مجدہم نے اپنی کتاب اوجز المسالک کے مقدمہ میں اسی تعریف کو مختار قرار دیا ہے کہ علم یبحث فیه عن اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعاله واحواله من حیث کیفیۃ السند اتصالا وانقطاعا ۔

موضوع :- ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ علامہ محی الدین کافیجی تعجب کرتے تھے کہ ذات رسول حدیث کا موضوع کیسے بن سکتی ہے جبکہ علم طب کا موضوع ذات انسان ہے تو گویا علم طب اور علم حدیث میں کوئی امتیاز نہیں رہا ۔ کیونکہ موضوع سے ہی علم کا امتیاز ہوتا ہے ۔ آگے علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ وانا اتعجب من تعجب الکافیجی کیف التبس علیه ذلک بالطب یعنی مجھے علامہ کافیجی پر تعجب ہوتا ہے کہ کیسے شبہ ہو گیا حالانکہ دونوں موضوع میں حیثیت کی قید ملحوظ ہوتی ہے ۔ علم حدیث کا موضوع ذات رسول مطلقاً نہیں بلکہ من حیث انه رسول اور حیثیت کی قید ملحوظ ہے اور علم طب کا موضوع ذات انسان من حیث الصحۃ والمرض ہے ۔ حضرت شیخ دام مجدہم اپنی کتاب اوجز میں لکھتے ہیں الاولی والاوجہ عندی ان موضوعه المرویات والروایات من حیث الاتصال والانقطاع ۔ یعنی علم روایۃ الحدیث کا موضوع مرویات اور روایات ہیں البتہ ذات رسول مطلق علم حدیث کا موضوع ہے نہ کہ اس مخصوص قسم علم روایۃ الحدیث کا ۔

ثمرہ :- یعنی غرض و غایت ۔ بعض لوگ تو غرض و غایت میں کوئی فرق نہیں کرتے تو ان کے نزدیک غرض و غایت علم حدیث کی فوز بسعادۃ الدارین ہے اور جو لوگ فرق کرتے ہیں کہ غرض و غایت میں

حاز الشرفا ۔

[illegible]

کسی شئ کے حصول کے ارادہ کو اور غایت اس نتیجہ کو جو اس ارادہ پر مرتب ہو تو کہتے ہیں۔ غرض علم حدیث کی معرفت اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غایت یعنی وہ نتیجہ جو اس معرفت پر مرتب ہوگا وہ فوز بسعادۃ الدارین ہے۔

الاسم ۴ :- یعنی وہ لفظ جس کو ترتیب شدہ علم پر بولا جاتا ہے اس کا نام بتایا ہے لیکن صرف نام ہی بتایا گیا ہے وجہ تسمیہ بھی اصل مقصود نہ تھا دراصل یہ بتانا مقصود ہے کہ اس علم کا نام حدیث ہے اور حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ علامہ سیوطی نے تحریر فرمائی ہے کہ چونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام قدیم کا مقابل حادث ہے اس وجہ سے آپ کے کلام کو حدیث کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ حدیث کے معنی بات اور کلام کے ہیں اور چونکہ یہ بھی آپ کا کلام اور بات ہے اس وجہ سے اس کو حدیث کہتے ہیں بعض نے کہا کہ یہ لیا گیا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث سے سورۂ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات شمار کرائے تھے ان کے شمار کرانے کے بعد فرمایا گیا کہ بہر حال اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے تو چونکہ نعمت رب کی تحدیث کا حکم ہے اس وجہ سے آپ کے کلام کو حدیث کہتے ہیں۔

استمداد ۵ :- یعنی اس فن میں کن کن علوم سے مدد لی جاتی ہے۔ اس علم حدیث میں جملہ علوم عربیہ کی ضرورت ہے چنانچہ درس نظامی کی تمام کتابیں نحو صرف منطق وغیرہ تمام اسی لئے ہیں کہ قرآن و حدیث کے موقوف علیہ ہیں البتہ [illegible] نحو و صرف اور [illegible] اور علم لغت کی اور [illegible] رضی اللہ عنہم

حکم الشارع ۶ :- علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اگر بستی میں اس علم کا جاننے والا ایک موجود ہے تو مسلمانوں سے تعین کے ساتھ ساقط ہو گیا تو سب پر فرض عین نہ رہا اگر وہ سیکھے تو سب سے فرضیت ختم ہو جائیگی [illegible] فرض کفایہ ہے۔

فضیلتہ ۷ :- کلام کی فضیلت کبھی متکلم کے اعتبار سے اور کبھی ذات کلام کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہاں دونوں چیزیں اعلیٰ درجہ پر موجود ہیں۔ متکلم تو اس کے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے بعد اور بزرگ کون؟ تو کوئی شبہ نہیں۔ نیز مثل مشہور ہے کلام الملوک ملوک الکلام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لکھا ہوا ہے اوتیت جوامع الکلم اور دوسری خبر اس کی خود دال فضیلت کلام وہ یہ کہ فصاحت و بلاغت جو اس درجہ کی ہے تو کلام اللہ میں ہے اور اس کے بعد جتنی کمی تھی اس کو حدیث نے پورا کر دیا۔ علامہ [illegible] جیسی نے لکھا ہے اس کی فضیلت میں لکھا ہے بھی کہ مشتغل بعلم الحدیث کا چہرہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ترو تازہ رکھتا ہے نیز قبلی میں حضور کا قول ہے کہ جنت میں سب سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود کی کثرت کرتا ہو اور اس کا مصداق علماء نے محدثین کو قرار دیا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے سب سے بڑا حصہ طالب علم حدیث کا ہے

اس کے بعد محدث یعنی استاذ کا شیخ درجہ حافظ حدیث کا پھر حاکم حدیث کا پھر حجت کا۔ حافظ تو کہتے ہیں جسکو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں لیکن یہ کہا کہ عرف پر اسکا مدار ہے چنانچہ بعض عرف میں حافظ مشتغل بالحدیث کو بھی کہتے ہیں خواہ حدیث یاد ہو یا نہ ہو علاوہ بریں بعض تحریرات میں محدث اور حافظ آیا ہے اسیطرح راوی اور طالب آیا ہے۔ حاکم جسکو تین لاکھ احادیث یاد ہوں حجت جسکو تمام احادیث یاد ہوں۔

۸ **نسبت**: ۔ ظاہر ہے کہ عقیدہ اسکو تمام علوم خصوصاً دنیاوی علوم دراصل میں اس سے کوئی نسبت نہیں مگر اسے ایک ادنیٰ سی نسبت ہے اب رہے علوم دینیہ جنکی اصل اصول کلام اللہ ہے سو اسکے ساتھ نسبت حدیث کو شرح کی ہے گویا کلام اللہ متن کا درجہ رکھتا ہے اور اسکی شرح بمنزلہ توضیح حدیث پاک سے ہوتی ہے اور شرح اور متن میں جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے اور واضح ہے۔

۹ **واضع**: ۔ اس کے واضع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اسکے مدون علی الاطلاق سب سے پہلے علاوہ ابن شہاب زہری کا عمر بن عبد العزیز کے حکم سے فرمائی اگرچہ بعض نے اور لوگوں کو اولیت کا نام دیا مگر انکی اولیت اضافی ہے بعض تعلقات کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا اور پھر تبویب کی شکل میں امام مالک امام بخاری وغیرہ ہیں۔

۱۰ **مسائل**: ۔ وہ احکام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے اوامر نواہی وغیرہ

کچھ تمہید مبادی عشرہ کی بحث بھی علی وجہ الاختصار آپکے سامنے آگئی ہے اب خطبہ میں جو مضامین ہیں انکو شروع کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰/۹

تمام محدثین حضرات کا دستور قدیمہ رہا ہے کہ کتابوں کو بسملہ و حمدلہ سے شروع فرماتے ہیں اور انکی وجوہ علماء نے بہت سی بیان فرمائی ہیں اول تو خود امر بابرکت ہے کہ ~~[illegible]~~ اقرأ باسم ربک الخ اب رہا کہ تمام کتب تو خیر مگر حدیث پاک میں تصریح ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فهو اقطع او ابتر او کما قال اسکا حکم کیا رہا روایات میں بجائے بسم اللہ کے الحمد للہ ہے لیکن حدیث سے مقصود ان ہی دو کی تخصیص نہیں بلکہ اصل مقصود تو ذکر اللہ ہے چنانچہ ایک حدیث میں بجائے بسم اللہ اور الحمد للہ کے بذکر اللہ آیا ہے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ شروع میں ذکر ہونا چاہئے۔ ان احادیث کی توفیق کی صورتیں آپ حضرات شرح تہذیب وغیرہ میں پڑھ چکے ہیں کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں ابتداء اضافی۔ ابتداء حقیقی۔ ابتداء عرفی وغیر ذلک۔

دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حدیث پاک میں ذی بال کا لفظ آیا ہے یعنی وہ امر ذی شان اور عمدہ ہونا چاہئے چنانچہ اس سے متعلق یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ کونسا امر ذیشان ہے اور کون

١٠/٩ نہیں اور یہ منطق علماء نے بہت سے رسالے تصنیف کئے ہیں جنکے اندر بیان کیا گیا ہے کہ کونسے امور منطقی بات ان میں ہیں اور کونسے نہیں۔ اور کیا بات یہ بھی ضروری ہے کیونکہ بسم اللہ کو جس کتاب میں ذکر کیا جائے تو اسی کتاب کا ہے اعتبار سے اس بسم اللہ پر کلام کرنا چاہئے۔ علامہ دسوقی شرح مختصر المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ترک الکلام علی التسمیۃ اما تقصیر او قصور یعنی ضروری ہے کیونکہ اگر بسم اللہ کسی صرفی کی کتاب میں آئے تو اسمیں صرفی گفتگو کرنی چاہئے کہ اسم کس سے مشتق ہے اللہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔ رحمن کونسا صیغہ ہے مادۂ اشتقاق کیا ہے وغیرہ ذلک۔ اور اگر نحو کی کتاب میں آئے تو یہاں بیان کرنا ضروری ہے کہ اسکی ترکیب کیا ہے کونسا اور بعضوں کا کیا اختلاف ہے۔ اور اگر فقہ میں آئے تو بیان کرنا ہے کہ کس وقت بسم اللہ کا پڑھنا جائز کس وقت پڑھنا مستحب کب واجب ہے اور کب ناجائز اور کب مکروہ اور کب حرام ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اب ہم گفتگو حدیث بسم اللہ پر کرتے ہیں کہ آیا یہ کیسی حدیث ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے تو حدیث منقطع اور بعض نے حدیث ضعیف اور بعض نے حسن لغیرہ کہا ہے مگر اسکو حدیث ضعیف نہیں کہا جا سکتا جبکہ اسکو مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے اور حسن لغیرہ ہے کیونکہ جو حدیث ضعیف مختلف طریقوں سے منقول ہو تو وہ حسن لغیرہ کے درجہ میں آجاتی ہے۔

١٠/٩ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** مصنف نے اس جملہ کے بعد **نحمدہٗ** کا جملہ لائے تکرار کی ضرورت نہیں تھی اسکا جواب یہ ہے کیونکہ الحمد للہ جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے اور نحمدہ جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور استمرار پر دلالت کرتا ہے تو مصنف نے سب کو جمع کر دیا تاکہ انکی حمد میں تجدد اور استمرار دوام سب مل جائے۔ مصنف نے الحمد للہ کیا وجہ اسکی یہ ہے کیونکہ اسکو علماء نے سب سے افضل صیغہ قرار دیا چنانچہ فقہاء کتب میں اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ اللہ کی حمد سب سے بہتر یا افضل طریقے سے کریگا تو اسکو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے۔ اور کیا بات یہ بھی دریافت میں سمجھنی چاہئے کہ اسکے اندر اختلاف ہے کیونکہ الحمد للہ افضل ہے یا لا الہ الا اللہ بعض نے الحمد کو اور بعض نے لا الہ الا اللہ کو افضل قرار دیا بہترین صورت یہ ہے کہا جائے کہ الحمد للہ کی جنس دعاء ہے اور لا الہ الا اللہ ذکر کی قبیل سے ہے تو افضل الدعاء الحمد للہ اور افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ تو معلوم ہو گیا کہ افضل الدعاء قرار دیا گیا ہے نیز حدیث حمد میں بحمد اللہ کا لفظ آیا ہے اس وجہ سے اسکو اختیار کیا گیا۔ آگے فرمایا نحمدہ۔ چونکہ پہلے فرما دیا تھا کہ الحمد للہ تمام حمد اللہ کیلئے ہے تو گویا یہ ایک دعویٰ کیا اسکے بعد خود حمد بیان کرتے ہیں یعنی جب تمام حمد اللہ ہی کیلئے خاص ہیں تو ہم بھی حمد کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نحمدہ سے رد کر دیا جبریہ کا یہ فرقہ جبریہ کہتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے تمام افعال کا کرنے والا اللہ ہے تو مصنف نے رد کرتے ہیں کہ ہم مجبور محض نہیں اسلئے حمد کرتے ہیں تو حمد کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اب اعتراض وارد ہوگا کہ مصنف نے

10/9 متکلم مع الغیر کا صیغہ استعمال کیوں کیا جبکہ وہ منفرد ہیں اور تنہا ہیں۔ جواب اول تو یہ ہے کہ یہ تفخیم اور تواضع کا طریقہ اپنایا گیا کیونکہ اگر متکلم کا صیغہ استعمال کرتے تو گویا اپنا تشخص ہوتا یعنی بڑائی ہوتی کہ میں تعریف کرتا ہوں اس سے بچے اور دوسروں کو ساتھ ملا لیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت کیساتھ نماز پڑھنے میں بڑا فائدہ ہے یعنی یہ ہے کہ جب تمام لوگوں کی نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگی تو یقینا ایسا نہ ہوگا کہ ایک ہی فرد کی نماز قابل قبول ہوگی تو جب اللہ تعالیٰ اسکی قبول فرمائیں گے تو دوسروں کی نماز کو بھی قبول فرمائیں گے کیونکہ شان کریمی ہے کہ اگر کسی شخص نے دو چیزیں ایک صفقہ میں جمع کر کے خریدیں اس کے بعد ایک عیب دار نکلا تو شریعت کہتی ہے یا تو دونوں کو واپس کرے یا دونوں کو رکھ لے اسی طرح اللہ تعالیٰ جس ایک کی نماز کو قبول فرمائیں گے تو دوسروں کی بھی یقینا قبول فرمائیں گے تو اسی طرح مصنف نے بھی کیا متکلم مع الغیر میں طلباء اور بزرگان دین شامل ہو گئے جب ان لوگوں کی طرف حمد ہوگی تو اس کے طفیل میں میری حمد بھی قبول ہو جائیگی۔ 9 **نستعینہ** اس سے معتزلہ پر رد ہو گیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ خالق خیر تو اللہ ہے اور خالق شر بندہ ہے تو مصنف نے فرمایا کہ ہم مدد طلب کرتے ہیں جمیع معاملات میں اس سے کیونکہ ہر شئی کا خالق وہی ہے یعنی ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اس بات کی کہ وہ ہمکو خیر کی توفیق دے اور شر سے بچائے۔ 9 **نستغفرہ** یہ کہنا ہے کہ حمد میں کسی قسم کا قصور رہ گیا ہو سو مصنف نے اس کلمہ کے ذریعہ اس کی تلافی کر دی کہ اگر کوئی قصور ہو تو ہم معافی چاہتے ہیں

9 **نعوذ باللہ من شرور انفسنا** پناہ مانگتے ہیں ہم نفسوں کے شر سے۔ مصنف نے نفس کی قید لگادی کیونکہ شیطان اور ہر قسم کے شرور کا محرک اور اصل نفس ہی ہے شیطان بھی اسی کے ذریعہ انسان پر غالب ہوتا ہے قول باری تعالیٰ ہے حکایۃ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ تو نفس کو امارہ قرار دیا گیا نیز مصنف نے نحمدہ سے جبریہ اور نستعینہ سے معتزلہ پر رد کیا تو چونکہ ان دونوں نے نفس اور عقل کے غلبہ کے تحت اپنے مذہب کو ثابت کیا ہے اور احادیث کا انکار کیا تو مصنف فرماتے ہیں کہ ہم اپنے نفسوں کے شر سے پناہ چاہتے ہیں اور چونکہ نفس انسان کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اسکا دشمن ہونا ظاہر ہے اور جو دشمن زیادہ قریب ہوتا ہے اس سے پناہ زیادہ مانگی جاتی ہے

انفس جمع ہے نفس کی اور نفس کی تین قسمیں ہیں امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ نفس امارہ تو انسان کو برائیوں پر آمادہ اور تیار کرتا ہے۔ نفس لوامہ انسان کو گناہ کرنے پر تنبیہ کرتا اور ملامت کرتا ہے کہ تو نے یہ فعل کیوں اختیار کیا وغیرہ وغیرہ اور نفس مطمئنہ جو انسان کو سکون اور اطمینان بخشتا ہے اور وہ خدا کی توفیق سے ایک معتدل ہو جاتا ہے اور ہمیشہ اعمال حسنہ کی ترغیب اور ارادہ کرتا ہے اور تینوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے نفس امارہ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ

۱۰/۹ اور نفس لوامہ کا تذکرہ سورۂ قیامہ میں آیا ہے ارشاد باری تعالی ہے لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ
نفس مطمئنہ کا تذکرہ سورۂ فجر میں ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ اور بعضوں نے اور ادوار درج کئے ہیں

۹ **ومن سیّئات اعمالنا** سیئات جمع ہے سیئۃ کی جیسا کہ الصراح میں ہے سیئۃ گناہ و جرم
اور لغت میں عام ہے کبیرہ ہو یا صغیرہ اور یہاں لغت کا اعتبار سے معنی مراد ہیں من یہدہ

۱۰ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ من یہدہ اور من یضلل میں دونوں قراتیں ہیں ضمیر کے ساتھ
اور بغیر ضمیر کے یعنی جس شخص کو اللہ تعالی ہدایت دے اسکو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسکو اللہ
گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ہدایت کا لغوی معنی نرمی اور شفقت کے ساتھ
راستہ دکھانا ہیں اسی اعتبار سے استعمال ہوتا ہے قرآن میں تو بعض جگہ ہدایت کا لفظ سختی کی جگہ
میں استعمال کیا گیا ارشاد باری تعالی ہے فاہدوھم الی صراط الجحیم تو صراط جحیم یعنی دوزخ کا
طرف راستہ دکھانا تو نرمی اور شفقت کی بات نہیں تو ایسا ہے جو اوپر کہا گیا اس آیت میں انکا
استہزاء مقصود ہے جیسے کہ ایک دوسری آیت فبشرھم بعذاب الیم میں بشارت کا استعمال
خوشخبری میں ہوتا ہے اور یہاں اسکا استعمال عذاب الیم میں کیا گیا ہے استہزاءً۔ اور اصطلاح
کے اعتبار سے اسکے عام معنی اراءۃ الطریق اور ایصال الی المطلوب کے ہیں اب آیہ کریمہ یہاں
کونسے معنی مراد ہیں تو کلام حقیقہ ہدایت سے اراءۃ الطریق تو مراد ہے نہیں کیونکہ اراءۃ الطریق
کا معنی تو صرف راستہ دکھانا ہیں اور راستہ دکھانے کے بعد ہو سکتا ہے کہ وہ خود آگے چلکر اس
راستہ کو چھوڑ دے جانا کہ آگے فرما رہے ہیں فلا مضل لہ تو جس سے معلوم ہوا کہ ایصال الی
المطلوب مراد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالی نے مقصود تک پہونچا دیا اب یقینی طور پر اسکو کوئی
شخص گمراہ نہیں کر سکتا یہ دو معنی تو اسکے عام ہیں اور خوب مشہور ہیں لیکن علامہ بیضاوی نے
لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی ہدایت کا احصاء اور شمار نہیں ہو سکتا البتہ جنس کے اعتبار سے وہ
چار جنسوں پر مشتمل ہے۔

اول قسم ہدایت کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو ایسے قوی اور عقل عطا فرمائی ہے کہ جسکے ذریعہ
سیدھے راستے کے معالم کو جاننے کی طاقت اور قدرت رکھے۔

دوم قسم یہ ہے کہ ایسے دلائل قائم کر دئے جائیں جس سے حق اور باطل کے درمیان فرق ہو جائے
جیسے انبیاء کرام کو معجزات اور اولیاء اللہ کو کرامات عطا فرمائیں۔

سوم قسم یہ کہ ارسال رسل اور انزال کتب جنکے ذریعہ سے لوگوں سیدھا راستہ دکھایا اور
سمجھایا اور انبیاء کرام بھی اسی لئے مبعوث ہوئے۔

چہارم قسم یہ عقیدہ جاری ہے کہ قلوب میں انکشاف کا ایک ایسا مادہ پیدا فرما دیں کہ جس کے ذریعہ سے تمام اشیاء کی اور ہر ایک مسائل کی آگاہی ہو جائے لیکن یہ انکشاف قلوب میں تب ہی پیدا ہوگا جبکہ قلوب کو امور کی کدورتوں سے صاف کر دیا جائے۔ اگرچہ علم دیگر بیناوی کا مبلغ ہوتا ہے یہ نوع رابع انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ خاص ہے اور استغفراللہ اس کو تعبیر کرتے ہیں اور یہ چاروں قسموں میں سے ہر ایک اس قدر مراد لیا جا سکتی ہے۔ اسی پر بات تمام ہو گئی۔ یہ عقیدہ بعض لوگ غیر مقلدین حضرات نوع رابع کے تحت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا اور جو کہ دیوبندی حضرات رکھتے شامل نہیں ہیں سو یہ لوگ یہ نہیں کہہ رہے ہیں لیکن ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مطلقاً ان میں کا علم غیب تھا ہی نہیں۔ آپ کو کسی نہ کسی غیب کا علم تو ہم لوگوں کو بھی ہو جاتا ہے مثلاً خوب گھٹا اٹھی اور ہوا چلی تو ہم نے سمجھ لیا کہ بارش ہوگی چنانچہ اتفاق سے بارش ہو گئی تو ایسا علم غیب تو ہم تم لوگوں کو بھی حاصل ہے۔ جس علم غیب کی ہم نفی کرتے ہیں وہ دو طرح کا ہے ایک تو یہ وہ ہے کہ بہ احاطہ اور ایک کلیۃً یعنی وہ اپنے تمام افراد کو مستغرقاً محیط ہو اور کلیۃً کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام افراد کو مستغرقاً اور اجزاءً محیط ہو۔ اور یہ علم غیب خاصہ ہے اللہ کا اور خاصہ کی تعریف ہے الخاصۃ الشیء ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ۔ البتہ بعض چیزوں کا علم حضور کو تھا لیکن کلیۃً اور احاطۃً کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا اور جن احادیث میں علم غیب کا ثبوت ہے اس کی تاویل بھی یہی ہے چنانچہ حدیث میں ہے حضور نے تمام چیزوں کو ذکر کیا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ عرش کے نیچے کیا چیز ہے وعلی ہذا القیاس۔ غرض یہ ہے کہ مطلقاً کلیۃً اور احاطۃً علم غیب سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔ واشھد ان لا الہ الا اللہ مصنف نے اقرار کا ذکر ہے ایمان کا وجود ۱۰
تصدیق ہو گیا لیکن ہر شی کی ایک تخلیق ہے جبکہ اس کی تکمیل کی ضرورت ہوتی ہے تو اسی لئے مصنف نے شہادتین کے ذریعہ سے ایمان کی تکمیل شہادتین سے فرمائی ہے۔ شہادتین کے معنی اقرار من صمیم القلب کے ہیں۔ مصنف نے قول میں جمع کا صیغہ استعمال کیا اور اب یہاں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کر رہے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ شہادت کا تعلق قلب سے ہے اور حمد عمل لسان سے ہے چونکہ لسان سے ہوتا ہے تو تمام کو شریک کر لیا اور چونکہ دوسروں کے قلوب کا حال معلوم نہیں ہے اس وجہ سے اس مقام پر مناسب صیغہ متکلم معلوم ہے

دوسری یہ بات ہے کہ ایک نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ مقام جمع و فرق ہے جو صوفیائے کرام میں دو مقام اور مرتبے ہیں۔ جمع کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق اور خالق دونوں سے رابطہ رکھنا اور مقام فرق کا مطلب یہ ہے کہ صرف خالق سے رابطہ رکھنا۔ اور بعض کے نزدیک دونوں کا مطلب برعکس ہے

کہ باوجود ظاہری ربط مخلوق کے تو رکھتے ہیں مگر اس کا ربط و ضبط خالق ہی سے ہے تو ایسی کیوں ١٠
مصنف نے اشارہ کیا کہ پہلے تمام مخلوق کے تو حمد کی اور تمام مخلوق سے ربط ختم کر کے خالق کیطرف ١٠
متوجہ ہوئے ہیں۔ شَهَادَةً تَكُونُ لِلنَّجَاةِ وَسِيلَةً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيلَةً ١٠
یعنی ایسی شہادت جو دوزخ سے نجات کا سبب بنے اور رفع درجات کیلئے کفیل ہو یعنی ایسی شہادت
نصیب ہو جو ہر وقت ہی نصیب رہے ورنہ وہ شہادت جو اب حاصل ہے لیکن ہر وقت
ضرور نہیں موت تک ہوگی تو معاملہ ہی خراب ہو جائیگا اس وجہ سے مصنف نے یہ کلمات بڑھا دئیے
شہادت کو وسیلہ قرار دیکر اشارہ کیا کہ شہادت جو وسیلہ ہے اس درجہ میں ہے حقیقی نجات
اللہ تعالیٰ ہی عطا کرینگے۔ درجات جمع ہے درجہ کی اور اس کا معنی ہیں درک ہے لیکن درجات کا
کا اطلاق جنت کیلئے ہوتا ہے اور درک کا اطلاق دوزخ کیلئے ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
ان المنافقین فی الدرک الاسفل وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ١١
مصنف نے شہادت توحید کے بعد شہادت رسول کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ ایمان کی تکمیل شہادتین
کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے اندر تین بحثیں ہیں۔ اول لفظ محمد کا مشتق دوم عبدہ کا مفہوم سوم کی
جملہ۔ یہ آپکا اسم گرامی ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ نام آپکا کس نے رکھا۔ بعض نے کہا
یہ آپکے جد امجد عبدالمطلب کی جانب سے ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
ہو سکتا ہے کہ آپکے دادا کو الہام کے ذریعہ اس نام کیلئے تو مطلع کر دیا گیا ہو۔ یہ مشتق ہے
حمد سے چونکہ آپکی تعریف آسمانوں اور زمین میں ہوتی ہے اس وجہ سے یہ آپکا نام رکھا گیا
اور نام کے اندر اختلاف ہے بعض نے ۹۹ نام شمار کرائے اور بعض نے ایک ہزار اور بعض نے
تین سو کہا خدا صحیح سمجھتا ہے بہرحال اسماء کی کثرت مسمیٰ کا شرف ظاہر کرتا ہے اس
آپکا مشہور نام محمد ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ پہلے آپکا نام احمد رکھا گیا یا محمد تو قبل
اس کے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ نیز یہ آپ سے پہلے بھی کسی کا نام محمد تھا یا نہیں آپ کا اسم
ہی پہلے ایسے ہیں کہ پہلے کسی کا نام محمد نہیں تھا لیکن چونکہ پہلی امتوں کی کتابوں میں آپکے اسم
کا ذکر ہے تو اس کا لوگ انتظار کرتے تھے کہ ایک نبی آخر الزمان پیدا ہوگا اس وجہ سے
کہیں بعض نے کچھ پہلے بعض نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھنا شروع کیا اس بنا پر بھی نہیں ہوا اور
آپکی کنیت بعض نے تین اور بعض نے بیس بیان کی ہے اور بعض ہی کا قول راجح ہے۔ اور آپکی
کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھنا جب آپکی حیات میں تو ناجائز ہے یا نہیں عند البعض
ناجائز ہے حضور کی حیات میں لفظ کی وجہ سے اور عند البعض جائز ہے کیونکہ آپ النبی کیطرف

۱/۱۱ منع فرمایا تھا اور اب کوئی النبا عن نہیں ۔ علامہ محقق دوانی نے کہا یعنی معرفت نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرط ایمان نہیں جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں البتہ آپ کا خاتم النبیین ہونیکا علم شرط ایمان ہے ۔

11 عبدہ :- مصنف نے یہ لفظ بڑھا کر تردید فرمائی یہود اور نصاریٰ کی کہ جیسے وہ انبیاء یعنی اپنے رسول کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں ویسا مسلم کا شائبہ بھی نہیں کرتے ۔ عبد عبادت سے مشتق ہے جس کے معنی غلام کا ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنا نام عبدالنبی رکھے اور عبد سے غلام مراد ہو تو یہ درست ہے کیونکہ معلوم ہو کہ رسول ہی کا تو نام رکھتے ہیں ۔ اور اگر عبد سے عبادت کا معنی مراد ہو تو یہ جائز نہیں کیونکہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے نہ کہ رسول کی ۔ عبد کو رسول پر مقدم کر کے اشارہ کیا مقام عبدیت کے ارفع و اعلیٰ ہونے پر اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے آپ کے مکرم مقامات میں جگہ جگہ پر آپکو عبدہ سے تعبیر فرمایا سبحن الذی اسری بعبدہ ۔ نزل الفرقان علی عبدہ ۔ وغیرہ کہا ۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ عبد ہی ارفع ہے رسالت سے کیونکہ عبدیت میں توجہ الی الخالق اور رسالت میں توجہ الی المخلوق ہے اور توجہ الی الخالق افضل ہے لیکن اصح یہی ہے کہ رسالت افضل وارفع ہے کیونکہ مخلوق کی طرف توجہ خالق کے حکم سے ہوتی ہے تو گویا وہاں خلق کے ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ ہے ۔

11 رسول :- رسالت کے معنی ملا علی قاری نے مرقاۃ میں تحریر فرمائی کہ رسالت بین الحق والخلق سفیر ہونا و رسالت میں کوئی فرق ہے یا نہیں ۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ دونوں ایک ہیں لیکن ایک جماعت کہتی ہے کہ فرق ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ رسول کو کتاب اور شریعت دونوں دی جاتی ہیں اور نبی میں یہ بات نہیں ۔ نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور دلیل میں پیش کرتے ہیں اس حدیث کو الولایۃ افضل من النبوۃ مگر صحیح جواب یہی ہے کہ الولایۃ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای ولایۃ النبی افضل من النبوۃ یعنی نبوت محضہ سے وہ نبوت افضل ہے جس کے ساتھ ولایت بھی ہو ۔

11 **الذی بعثہ وطرق الایمان قد عفت آثارھا وخبت انوارھا الخ**

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنکو مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں کہ ایمان کے راستے مٹ گئے تھے ان کے نشانات اور بجھ گئے تھے ان راستوں کے انوار ۔ بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اور اسی وجہ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپکی بعثت کا مقصد ہے ان راستوں کو از سر نو بنانا اور بجھے ہوئے راستوں کا نشانات کو از سر نو چمکانا ۔ تو گویا نبی کی بعثت ضروری تھا ہوتا ہے

۱۰/۱۲ جب دین میں نقص اور کمی پیدا ہو جاتی و دعفت اثارہا وجهل مکانها فشید صلوات الله علیه وسلامه من معالمها ما عفا وشفی من العلیل فی تائید کلمة التوحید اه اور کمزور ہو گئے تھے اسکے ارکان اور مجہول ہو گئے تھے اسکے نشان پس مضبوط کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان علامتوں کو جو مٹ گئے تھے اور شفا دی بیمار کو کلمہ توحید کی تائید میں وہ بیمار جو کنارہ پر تھا۔

مطلب :- ایمان کا خوف سے مراد علماء اور انکے پیرو اور نشانات کا مٹ جانا انوار کا بجھ جانا ارکان کا کمزور ہو جانے سے مراد یہ جملہ اصول یہ تو ابہر اور حسن اخلاق کی جو انبیاء اور علماء تعلیم دیتے تھے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور نشان کا معدوم ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ زندقہ میں پڑ جاتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پھر آپ نے اسی کی دعوت دی اور علامات دین کو زندہ فرمایا اور جو شخص بیمار تھا یا پیاسا یا بلب اور جسد اور روح اور ہلاکت کے کنارے پر تھا تو آپ نے اسکو شفا دی۔ علیل یہ غلیل اور عین کے ساتھ آیا ہے علیل کا معنی بیمار اور غلیل کا معنی پیاسا اور جسد اور روح کا ہیں تو دونوں معنی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور مراد اس سے کافر ہے یعنی جو لوگ ہلاکت کے کنارے پر اور ضلالت میں مبتلا تھے تو آپ نے اسلام کی دعوت کے ذریعہ اس ہلاکت سے نکالا اور کلمہ توحید کی دعوت دی اشفا اسکے معنی کنارہ کے ہیں قرآن پاک میں ہے وکنتم علی شفا حفرۃ من النار ۱۲ واوضح سبیل الهدایة لمن اراد اه اور واضح فرمادیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے راستوں کو اس شخص کیلئے جو ارادہ کرے اسباب کا جیسے سیر اور ظاہر فرمادیا آپ نے نیک بختی کے خزانے کو اس شخص کیلئے جو قصد کرے اسکے حاصل کرنے کا۔ ظاہر ہے کہ ہدایت کا راستہ اور خزانے انہی لوگوں کیلئے کھلتے ہیں جو انکے حصول کا ارادہ کرتے ہیں اور جو شخص خود ہی انکے حصول کا ارادہ نہ کرے ایسے شخص کیلئے انکا کھولنا بیکار ہے قرآن پاک ارشاد ہے ہدی للمتقین یعنی کلام الله ہدایت ہے متقی لوگوں کیلئے اور ان لوگوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ ہیں جو ہدایت کو حاصل کرتے ہیں مثال کے طور پر سورج ہے کہ اس سے ہر شخص روشنی حاصل کرسکتا ہے لیکن جو شخص عزم و ارادہ نہ کرے اور آنکھیں بند کرکے بیٹھ جائے تو یقیناً اس روشنی سے نفع نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ نفع حاصل کرنے کیلئے عزم و ارادہ اور جد و جہد ضروری ہے۔ ۱۴ **اما بعد** اسکے متعلق ابحاث نحویہ اور صرفیہ اور معنویہ تو آپ پہلے ہی پڑھ چکے مختصر المعانی میں بھی مفصل بحث گزر چکی۔ کیا جدید بات اسکے متعلق یہ یاد رکھیں کہ اسکے اول قائل کے بارے اختلاف ہے کہ سب سے پہلے اس لفظ کا قائل کون ہے اسمیں چار قول ہیں۔ ۱ بعض نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بتلایا۔ ۲ بعض نے سحبان بن وائل کو اور ۳ بعض نے یعرب بن قحطان کو اور ۴ بعض نے قس بن ساعدہ کو بتلایا۔ اور بعض نے کعب

١٠/١٤ کے لعاب دہن ہونے کو بتلادیا۔ یہ کلمہ استفہام ہے جو قول کے کلام سے مابعد کے کلام کی طرف رجوع کر رہے
ہیں اور اس کا پورا حصہ لکھ دیتا ہوں تاکہ عبارت کا سمجھنا یعنی مطلب میں کم وقت لگے گا
خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ ہم لوگوں کو سیرت محمدیہ پر چلنا اور اس کو اپنانا ہے لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ
ہم حضور کی سنتوں پر عمل کریں۔ کسی نے کہا کہ حضور کی سنتوں پر عمل کی کیا ضرورت ہے جبکہ قرآن پاک
١٥ موجود ہے اس کا جواب بھی دیدیا کہ حبل اللہ یعنی قرآن پاک پر مجمل بیان کشف کا محتاج ہے جو کہ
اور اس کی بیان و کشف اور توضیح احادیث سے ہوگی لہٰذا ہم نے سنتوں کی ضرورت بیان کر دی۔
آگے چلکر مصنف اس مشکوۃ کے ماخذ کو بتلاتے ہیں کہ انہوں نے یہ احادیث کہاں سے لی اور لینے کا سبب
وغیرہ بیان فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ امام محی السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء
١٦ بغوی نے ایک کتاب تالیف فرمائی جسکا نام مصابیح رکھا اور وہ بہت عمدہ جامع اور منضبط
کتاب تھی اور مشہور علماء خاص طور پر جنکے اسماء ذکر کئے گئے ہیں انکی کتابوں کا طرز یہ تھی
لیکن اسکے اندر ایک کمی یہ تھی کہ اسانید کو بیان نہیں کیا گیا تھا یعنی طرق حدیث اگرچہ ان لوگوں
کے نزدیک وہ حدیث مصنف تک پہونچی اور چونکہ مصنف مشہور ہے حسن ظن مصنف معتمد و مشہور ہونے
کی بنا پر بھی لوگوں نے مصابیح مثل مسلم کی اسناد وغیرہ سب چھوڑ دی گئی حالانکہ اسناد لکھنا اور معتمد ہونا
یہی دلیل تھی اسناد کی کہ انہوں نے جتنی احادیث اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اور
مصنف بغوی نے اپنی کتاب میں ہر ایک حصہ کو ایک باب قائم فرمایا تھا اس کے بعد میں نے سوچا کہ ذکر اسکا
اسناد چھوڑا گیا کمی باقی ہے اسکو پورا کر دوں چنانچہ میں نے اسکو پورا کر دیا لیکن چند جگہ کچھ اضافات
کئے ہیں۔ مثلاً علامہ بغوی کا دستور تھا کہ ہر باب کو دو فصلوں پر منقسم کیا تھا فصل اول میں
وہ احادیث ذکر فرمائے جنکو شیخین یعنی امام بخاری و مسلم نے تخریج کی اور دوسری فصل میں ان دونوں
کے علاوہ۔ مثلاً امام ترمذی وغیرہ کی احادیث نقل کرتے تھے اول کا نام انہوں نے صحاح رکھا تھا اور
دوسری کا نام حسان تھا مگر میں نے انکی اس رائے اصطلاح کو ختم کر کے بجائے فصل اول اور فصل
ثانی کا عنوان قائم کر دیا اور مزید ایک فصل ثالث کا اضافہ کر دیا جس کے اندر ایسی احادیث ذکر
کی گئیں جو میرے اعتبار سے عمدہ ہو ورنہ سب اس باب کے مطابق اور انکی شرائط صحت کو بھی
میں نے ملحوظ رکھا۔ آگے چلکر چند امور اور بھی نشاندہی کا ہے کہ بعض مرتبہ تم اگر دیکھو گے کہ وہ حدیث
مصابیح میں تو ہے مگر مشکوۃ میں نہیں اس کی وجہ یہی ہوگی کہ وہ حدیث چونکہ مصابیح میں مکرر تھی
اس وجہ سے میں نے اسکو ترک کر دیا۔ اور بعض جگہ فصل اول اور فصل ثانی میں بھی اختلاف پاؤگے
مثلاً فصل اول میں بجائے شیخین کے غیر کی حدیث اور فصل ثانی میں شیخین کی حدیث پاؤگے

وجہ اسکی یہ ہوئی کہ میں نے اسکو تلاش کیا حمیدی کی کتاب جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول میں 1/16
تو اگر وہ حدیث مجھے وہاں نہ ملی تو پھر اصل بخاری اور مسلم کی طرف رجوع کرتا اسمیں سے نقل کر دی
اگرچہ وہ مصابیح میں اسطرح نہیں تو وہ مصابیح پر میں بھروسہ نہیں کیا۔ اور اگر بعض جگہ علامہ
بغوی کی کسی حدیث پر اسطرح کلام کروں کہ مجھے یہ حدیث نہیں ملی تو اسکا مطلب یہ سمجھنا کہ وہ مجھے حدیث
ملی نہیں اور میرا قصور ہے شیخ اس سے منزہ ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اسطرح اگر نفس حدیث کا انکار
اور فقدان ہو جائے مثلاً مصابیح میں وہ حدیث کسی اور طریق سے ہے اور میری کتاب میں دوسرے
طرز پر ہے تو تشعب حدیث کی وجہ سے ہوگا۔ اور مصنف نے اپنی اس کتاب کا نام مشکوٰۃ المصابیح
رکھا۔ مشکوٰۃ کے معنی طاق غیر نافذہ کے ہیں جیسے طاق اور مصابیح جمع ہے مصباح کی چراغ کے
معنی میں اور مناسبت ہے۔ ما قبل میں علامہ بغوی کا نام گذرا اسمیں بجائے الفاظ خط کشیدہ
ہیں انکی تھوڑی تفصیل بیان کیجائیگی بعدہ حدیث شروع ہو جائیگی

امام امامت سے ماخوذ ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں امامت صغریٰ جیسے امام مسجد کا مقتدی اور دوسری
امامت کبریٰ یعنی خلافت اور سلطنت۔ امام کے معنی اتباع و اقتداء کے ہیں یعنی جسکا اتباع اور اقتداء
کیجائے۔ اور کبھی معنی ماہر فن کے ہیں جیسے امام النحو ای حاذق النحو اور یہی معنی یہاں مراد ہیں

یعنی حاذق الحدیث۔

محی السنۃ یہ انکا لقب ہے اور اسکے متعلق ایک واقعہ نقل کیا گیا کہ جب یہ اس کتاب کی تالیف سے 16
فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فی المنام ہوئی تو آپ نے فرمایا احیاک اللہ کما احییت
سنتی اللہ تجھے بھی زندہ رکھے جسطرح تو نے میری احادیث کو زندہ رکھا اس
دن سے انکا لقب محی السنۃ (سنت کو زندہ کرنے والا) پڑ گیا۔ انکا اسم گرامی حسین باپ کا نام
مسعود اور انکی کنیت ابو محمد ہے ۵۱۶ھ میں وفات ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

قامع البدعۃ قامع کے معنی جڑ سے اکھاڑ دینے والا اور بدعت کے معنی بے مثل پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی شان 16
فرمایا گیا کہ بدیع السموات والارض۔ اور اصطلاح میں بدعت کہتے ہیں احداث ما لم یکن فی زمان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز حضور کے زمانہ میں نہیں اسکو پیدا کرنا۔ اس پر اعتراض پڑ گیا کہ یہ مدارس
اسلامیہ مساجد وغیرہ تمام کے تمام بدعات ہیں کیونکہ حضور کے زمانہ میں کوئی چیز بھی نہ تھی اسکا
جواب یہ ہے کہ احداث کی دو قسمیں احداث فی الدین اور احداث للدین اول بدعت ہے اور
ثانی بدعت نہیں کیونکہ وہ تمام تو حفاظت دین کیلئے ہے اور مدارس وغیرہ سب اسی ثانی میں
داخل ہیں۔ امام سیوطی نے بدعت کی تعریف یہ کی الحدث المتعلق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر
کرنا کسی شبہ یا تاویل کی بنا پر — — — — — — — — — — — — — — — —

۱/۱۶ قرار دیا تو یہ فراء پوستین کو فروخت کرنے والے یا بنانے والے تھے جسکی وجہ سے فراء مشہور ہوگئے۔

تالیف اور کیا تصنیف ہے اور کیا تالیف ہے اور دونوں میں فرق ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ تالیف کے معنی دوسروں کے مضمون کو جمع کر دینا اور تصنیف کہتے ہیں اپنے پاس سے مضمون بنانا۔ بعض نے کہا کہ تالیف کے معنی جمع الشیء اور تصنیف کے معنی جعل الشیء صنفاً صنفاً۔ مصابیح کہا گیا کہ مصابیح کی احادیث چار ہزار چار سو چونتیس ہیں اور صاحب مشکوۃ نے زیادتی کی ایک ہزار پانچ سو گیارہ کی تو کل مجموعہ ۵۹۴۵ ہوگئی۔

۱۵ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات الخ ۱

قرآن پاک کے اندر سورتوں کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں اسیطرح بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ انکے نام علیحدہ علیحدہ ہیں مثلاً حدیث عمار - حدیث السجل - حدیث عسیلہ وغیرہ وغیرہ اسیطرح اس حدیث کا نام طلیعۃ کتب الحدیث ہے طلیعہ کے معنی مقدمۃ الجیش کے ہیں تو چونکہ محدثین کا عام دستور ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو اکثر اس حدیث سے شروع فرماتے ہیں اسوجہ سے اسکو طلیعہ کہتے ہیں۔ اس حدیث پاک کی فضیلت بہت سی وجوہ سے ہے حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایسی جامع اور حسین حدیث کوئی نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ بیشتر ابواب پر مشتمل ہے بہرحال تمام ابواب کا احاطہ تو مشکل ہے نہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ آپ ہی ضبط کر سکتے ہیں تو کچھ سن لیجئے۔ اس حدیث کو سب سے پہلے حضور نے بیان فرمایا اور پھر حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے منبر پر اسکو بیان فرمایا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی صحت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اسیوجہ سے بعض لوگوں نے اسکو حدیث متواتر کا درجہ دیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نصف علم ہے اسوجہ سے کہ امور کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری۔ باطنی۔ امور باطنی کو اسکے اندر بیان کر دیا گیا۔ امام شافعی سے منقول ہے کہ یہ ثلث علم ہے کیونکہ تمام امور کا تعلق تین چیزوں سے ہو گا اول قلب سے ہو دوم زبان سے ہو سوم تمام اعضاء ظاہرہ سے ہو اور نیت کا تعلق قلب سے ہے لہذا ثلث ہوگیا۔ بعض نے اسکو ربع دین کہا کیونکہ تمام احادیث کا مجموعہ علماء مشہور کے نزدیک چار حدیثوں میں ہے اول من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ دوم اتقوا الشبہات۔ سوم حدیث ازہد۔ چہارم یہ حدیث ہے بعض نے اسکو محض علم قرار دیا ہے اور اسکی توجیہ بھی کی ہے۔ ابن مہدی فرماتے ہیں کہ جو شخص کتاب تصنیف کرنیکا ارادہ کرے اسکو چاہئے کہ وہ اس سے ابتداء کرے تاکہ دوسرے لوگوں کو تنبیہ ہو جائے اخلاص نیت پر۔ نیز مصنف نے اپنی مشکوۃ کو اسی وجہ سے اس حدیث سے شروع کیا تاکہ اقتداء ہو جائے مصابیح کے مصنف کا کیونکہ علامہ بغوی نے

11/١٥

بھی اس حدیث کی تقویٰ نیز دوسرے محدثین کا بھی اتفاق ہو گیا۔ دوسری بحث یہ ہے کہ جس طرح 1
قرآن پاک کی آیات کے شان نزول ہوتا ہے اسی طرح بعض احادیث کے بھی شان نزول ورود
ہوتا ہے اور جس طرح بعض مرتبہ آیت کا معنی بغیر شان نزول کے سمجھنے مشکل ہیں اسی طرح حدیث
کا حال ہے نیز اس حدیث پاک کا شان ورود بھی غور سے سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
ہجرت کا حکم دیا گیا اور جملہ مسلمانوں نے ہجرت شروع کی تو ایک صحابی نے اسی زمانہ میں ایک
مسلمان لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا میں تو ہجرت کر رہی ہوں پس اگر تم کو نکاح کرنا ہے
تو ہجرت کرو۔ تو اس نکاح کی غرض سے ان صحابی نے ہجرت فرمائی حضور کو جب علم ہوا تو آپ نے
یہ حدیث ارشاد فرمائی اب اس واقعہ کے بعد اس حدیث کی توضیح خوب ہو جائیگی ان صحابی کا
نام معلوم نہیں ہو سکا بظاہر ستر عیب کے لئے رواۃ نے جان کر انکا نام حذف کر دیا البتہ ان صحابیہ
کا نام ام قیس اور بعض نے قیلہ بتلایا ہے چنانچہ ان صحابی کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔
اب تک تو حدیث کے متعلقات تھے اب خود نفس حدیث کی مباحث سنئے۔ اس حدیث کی قراءت
چار طریق سے ہیں اوّل انما الاعمال بالنیات دوم الاعمال بالنیات سوم الاعمال بالنیۃ
چہارم العمل بالنیۃ۔ اس حدیث کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے آپکی کنیت ابو حفص
اور لقب فاروق ہے اسوجہ سے کہ آپ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے تھے آپ سے
منقول کل احادیث کا ذخیرہ بخاری و مسلم میں ۵۳۷ ہے اب الفاظ حدیث پر گفتگو ہوگی۔
انما کو بعض نے بسیط کہا اور بعض نے اِنَّ اور مَا سے مرکب قرار دیا اور مَا یا تو نافیہ ہے یا کافہ ہے
انما یہ اکثر کے نزدیک حصر کے لئے ہے مگر اس مقام پر حصر ضروری ہے خواہ وہ انما کے ذریعہ ہو یا الاعمال ۷
بالنیات کے مبتداء و خبر کے معرف باللام ہونیکی وجہ سے ہو۔ نیز عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حصر کے
لئے ہے حدیث میں انما الربوا فی النسیۃ یعنی ربوا انکے نزدیک صرف نسیہ ادھار ہی میں ہے۔ اب
اعتراض وارد ہوگا کہ حصر کے معنی تو یہ ہو گئے کہ کوئی عمل بغیر نیت و ارادے کے ہو نہیں سکتا
حالانکہ بہت سے افعال بغیر قصد و نیت کے ہو جاتے ہیں مثلاً آپ جا رہے ہیں راستے میں پھسل گئے
تو وہ بھی ایک عمل ہے مگر قصد نہیں اسی طرح سے اوپر سے گر جانا وغیرہ اسکا جواب دیا کہ اعمال
کی دو قسمیں اختیاریہ۔ اضطراریہ۔ یہاں اعمال سے اختیاری اعمال مراد ہیں اضطراری مراد نہیں
نیز پھر اعمال اختیاریہ کی دو قسمیں مقصودہ جیسے نماز روزہ اور غیر مقصودہ جیسے وضو۔ اب
آگے ائمہ اختلاف کا ہے کہ آیا یہ دونوں قسمیں اس حدیث میں داخل ہیں یا نہیں امام شافعی کے نزدیک
مقصودہ اور غیر مقصودہ سب داخل ہیں لہٰذا انکے یہاں نماز کی طرح وضو میں بھی نیت شرط ہو اور

11/15

فرض ہے اسی وجہ سے انہوں نے لفظ صحۃ کو مقدر مان کر فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحۃ الاعمال بالنیات کہ اعمال کا صحیح ہونا موقوف ہے نیت پر بغیر نیت کے وہ عمل صحیح نہیں ہوگا خواہ وہ عمل مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ۔ امام ابو حنیفہ کے یہاں اعمال مقصودہ کے اندر نیت شرط ہے اور غیر مقصودہ کے اندر نیت ضروری نہیں چنانچہ انہوں نے بجائے صحۃ کے ثواب مقدر مانا کہ ثواب الاعمال بالنیات کہ عمل کا ثواب جب ہی ملے گا جبکہ اسکی نیت بھی ہو خواہ وضو ہو یعنی غیر مقصودہ یا اعمال مقصودہ ہوں جیسے نماز وغیرہ۔ اب اعتراض وارد ہوگا کہ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ نماز بغیر نیت کے صحیح تو ہو جائیگی البتہ ثواب نہیں ملیگا جیسا کہ وضو میں حالانکہ نماز کی صحۃ بھی نیت پر موقوف ہے لیکن اس اعتراض کا جواب شرح وقایہ وغیرہ میں تفصیل سے آگیا۔ اب یہ کہ امام صاحب اور امام شافعی میں سے کونسی تاویل راجح ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونوں کے اعتبار سے ہمارے امام صاحب کے دلائل قوی اور مضبوط ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب تم طہارۃ وضو کیلئے نیت شرط قرار دیتے ہو تو طہارۃ سب برابر ہیں خواہ ہر قسم کی طہارۃ کی صحت نیت پر موقوف ہونا چاہئے مثلاً اگر کسی شخص کو میزاب کا پانی لگے اور طہارت کی غرض یا نیت نہیں تو اسکو چاہئے کہ اسکے لئے بھی نیت کرے حالانکہ اسکا انکار وہ بھی کرتے ہیں تو بعض طہارۃ میں اشتراط نیت اور بعض میں اسکا عدم غیر معقول ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اعمال غیر مقصودہ میں بھی نیت شرط قرار دیں تو اعمال مقصودہ و غیر مقصودہ میں امتیاز نہیں رہیگا۔ ملا علی قاری نے لفظ صحۃ مقدر مانا اور احناف نے لفظ ثواب کا حکم تسلیم کیا اور عمدہ توجیہ ہے اور وہ یہ کہ الاعمال تعتبر بالنیات خواہ وہ اعتبار صحۃ کے درجہ میں جیسے اعمال مقصودہ میں اور خواہ وہ ثواب کے درجہ میں ہو جیسے غیر مقصودہ میں۔ مزید عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ جب انسان ایک شئی خاص کو ایک محل پر استعمال کرتا ہے تو اسکا اثر فوراً ظاہر ہوگا مثلاً جب آپ پانی استعمال کرتے ہیں تو یقیناً طہارۃ حاصل ہوگی کیونکہ پانی کو خود قرآن میں طہور فرمایا گیا وانزلنا من السماء ماء طہورا اور طہور کو نیت کا محتاج نہیں تو یقیناً نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خواہ نیت ہو یا نہ ہو طہارۃ کا حصول ہو جائیگا۔ اب رہا یہ کہ افعال قلبیہ بھی تو ان اعمال میں داخل ہیں جیسے ایمان شرک اور خود نیت بھی ایک عمل قلب ہے۔ آیا اعمال قلبیہ کیلئے بھی نیت ضروری ہے یا نہیں۔ اسکا جواب یہ دیا کہ ایمان چونکہ فعل قلب ہے تو اسکے اندر تو خود نیت ہوگی کیونکہ نیت بھی قلب ہی سے متعلق ہے لہذا اسکے لئے مستقل نیت ضروری نہیں معبد قلب میں اللہ تعالی کے معبود ہونے اور رسول کی رسالت کا اعتقاد اور تصدیق کافی ہے۔ اب رہ گئے شرک مثلاً شرک بالزنا شرک سرقہ وغیرہ یہ بھی قلب سے متعلق ہیں مگر چونکہ یہ عمل نہیں کیونکہ

اس میں کسی چیز کو کیا نہیں جاتا بلکہ ایک شئی کو چھوڑا جاتا ہے لہٰذا یہ اعمال میں داخل نہیں ہیں اور نیت کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر اس ترک میں کف نفس بھی ہو تو نیت ہونی ضروری ہے تاکہ ثواب ملے ترک ہو اور کف نفس کا مطلب مثال سے سمجھئے کسی نے ایک گناہ چھوڑا اور جوان خوب باشہوت والا مرد ہے اگر وہ اپنے آپ کو زنا سے روکتا اور اس میں اللہ کی رضامندی کی نیت کرے تو ثواب ملیگا اور بغیر نیت کے ثواب نہیں ہوگا۔ اور ترک کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص عنین ہے تو اگر وہ زنا سے رکتا تو اس میں نیت ضروری نہیں کیونکہ اس پر ثواب و عقاب مرتب نہیں ہوگا۔ اب رہ گیا کہ نیت بھی تو افعال قلبیہ میں سے ہے پھر اس کے اندر بھی نیت ہونی چاہئے اسی طرح اس نیت کے لئے بھی نیت تو اس صورت میں تسلسل لازم آجائیگا اس کا جواب یہ ہے کہ نیت عقلاً خارج ہے البتہ بعض دیگر افعال قلبیہ کے لئے نیت شرط ہو ایک قول مشہور ہے النیۃ ابلغ من العمل اسی طرح دوسرا قول نیۃ المومن خیر من عملہ اور دونوں کا مطلب یہ نہیں کہ صرف نیت کر لینا کافی ہے خواہ عمل ہو یا نہ ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کسی کام اور عمل خیر کے لئے نیت کرے اور اس کے بعد اس کے اسباب قدرت مہیا نہ ہو سکے تو اس صورت میں اس شخص کی نیت ہی پر ثواب مل جائیگا اگرچہ عمل نہیں پایا گیا۔ نیز چونکہ نیت میں ریا نہیں ہو سکتی اور عمل میں ریا ہو سکتی ہے اس وجہ سے ابلغیت اور خیر کہا گیا۔ اب رہا نیت کے معنی کیا ہیں؟ نیت کے معنی ہیں عزم القلب الی الفعل ابتغاء لوجہ اللہ۔ اور ایک معنی یہ ہیں کہ عقد القلب علی الفعل بالعبادۃ۔ اب یہ کہ جب نیت میں قلب کو دخل ہے تو اگر کوئی شخص زبان سے نیت کرے تو کافی ہے یا نہیں ابن قیم کے نزدیک بدعت ہے بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مباح ہے اور اگر انتشار اور ہجوم کا غلبہ ہو تو ایسی صورت میں زبان سے نیت کرنا حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے البتہ جہر بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور جہر کی مقدار یہ ہے کہ دوتین آدمیوں سے زیادہ سنیں۔

اب اعتراض وارد ہوگا کہ انما الاعمال بالنیات کے بعد انما لامرئ ما نوی کہنے کی کیا ضرورت جبکہ دونوں کا حاصل ایک ہے اس کا جواب(١) یہ ہے کہ انما الاعمال تو قاعدہ کلیہ ہے اور انما لامرئ الخ یہ تمہید ہے آئندہ قول کی۔ جواب(٢) یہ کہ جملہ اول بالعمل کی تقیید ہے اور ثانی کا ثمرات کی تقیید ہے۔ جواب(٣) یہ کہ جملہ اول عبادات کے متعلق ہے اور ثانی مباحات کے لئے کیونکہ ما نوی فرمایا اور ما میں تمام اعمال داخل ہوگئے برابر ہے کہ مباح ہوں یا غیر مثلاً چلنا مباح ہے اگر مسجد یا درس کی نیت سے چلا جائے تو ثواب ملیگا۔ جواب(٤) یہ کہ جملہ اول میں تمام اعمال داخل ہیں برابر ہے کہ اور ثانی میں مجرد نیت سے مجرد ثواب کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہو گیا کہ جتنے اعمال ہیں خواہ مباح ہوں یا عبادات کے قبیل سے ہوں ان کے سب نیت پر موقوف ہیں اور آدمی جتنی نیت کرے اتنا ہی ثواب

ملیگا مثلاً ایک شخص نے نماز با جماعت پڑھنے کا ارادہ کیا اور چلا تو اب اسکو ایک تو نماز کا ثواب ملیگا دوسرے جماعت کا تیسرے چلنے کا چہارم اسنے یہ بھی نیت کی کہ وہاں وعظ و نصیحت کرونگا اور سنونگا پنجم یہ نیت کرلی کہ مسجد میں بیٹھنے کا ثواب ملیگا اور اسی قسم کی بہت سی نیتیں کرلی تو ہر ایک کا ثواب الگ جائیگا لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہئے نیت کے تعدد سے اجر میں تعدد ہوگا اصل میں تعدد نہوگا مثلاً ایک شخص نے نماز کی نیت کیساتھ روزہ کی نیت کرلی تو نماز ہی سے روزہ ادا نہوگا۔

آگے چلکر ہجرت کا ذکر فرمایا ہجرت کے معنی لغت میں ترک کے ہیں اور اصطلاح میں بہت سی قسمیں ہیں ایک مکہ سے مدینہ اور مکہ سے حبشہ دوسرے دار الاسلام کیطرف دار الحرب سے سوم ہجرت کے معنی ترک معصیۃ اللہ اور یہاں سب مراد ہو سکتے ہیں۔ اب ہجرت منقطع ہے یا نہیں بعض نے کہا منقطع ہے اور بعض نے کہا نہیں۔ جنہوں نے کہا منقطع ہے وہ دلیل لاتے ہیں لا ہجرۃ بعد الفتح حدیث سے اور جنہوں نے کہا اب بھی منقطع نہیں ہے وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ اس فضیلت کی نفی مقصود ہے کہ وہ فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی جو فتح مکہ سے قبل تھی۔ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے قید محل کا متحد ہے اس میں شرط و جزا کا اتحاد لازم آتا ہے پہلا جواب یہ ہے قید ایک لفظ محذوف سے اصل میں تھا فمن کانت ہجرتہ الی اللہ و رسولہ قصدا و نیۃ فہجرتہ الی اللہ و رسولہ مقبولۃ۔ دوسرا جواب یہ قید محل فمن کانت ہجرتہ الی اللہ و رسولہ فی الدنیا فہجرتہ الی اللہ و رسولہ فی الآخرۃ۔ تیسرا جواب یہ قید مبالغہ مقصود ہے یعنی اتحاد شرط و جزا جائز ہے جیسے شعری شعری ابو النجم شعری ہے اسکا کوئی مثل نہیں ہو سکتا۔ السلام ہجرت اصل وہ ہے جو رسول کیطرف ہو اور جو دنیا کیطرف ہو وہ ہجرت نہیں۔ دنیا یہ مشتق ہے دنو سے ضم دال اور کسر دال دونوں جائز ہے اور عورت میں ذکر شی کا خود ہے جسکے معنی قریب کے ہیں چونکہ یہ بھی ایک قریب ہے یا دنیا دنات سے ماخوذ ہے جسکے معنی حقیر کے ہیں اب یہ اسکی حقیقت کیا ہے بعض نے کہا کل ما انساک عن ذکر اللہ۔ بعض نے ما علی الارض سے تفسیر کی اور بعض نے مجموعہ العالم کو دنیا سے تعبیر کیا۔ اور صوفیا فرماتے ہیں لا حقیقۃ لہ یعنی موجودات میں اسکا وجود و موجود ہی نہیں ہے بلکہ معدوم کہنا چاہئے اللہ اور فرشتوں کے مقابل میں اور یہ مطلب ہے کہ اسکی کوئی حقیقت نہیں اور کوئی کام سیدھا نہیں۔ اب حدیث کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اسکے نہیں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک نیت ہر شخص کیلئے وہ ہے جسکی اسنے نیت کی لیکن وہ شخص جسکی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کیطرف ہو تو اسکی ہجرت اللہ اور رسول کیطرف ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کیطرف ہو جو اسکو حاصل ہو یا ایسی عورت کیطرف ہو جس سے نکاح کرے تو اسکی ہجرت ما ہاجر الیہ کیطرف ہے۔

مسند امام اعظم میں اس حدیث کی اسناد اس طریقہ پر ہے "عن یحیی بن سعید عن محمد بن ابراہیم

التیمی عن علقمۃ بن وقاص اللیثی عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ"

2

11/17

کتاب الایمان

الفصل الاول:- عن عمر بن الخطاب رضؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا الخ اس حدیث پاک کا نام بعض نے ام السنۃ اور بعض نے ام الجوامع اور بعض نے حدیث جبرئیل رکھا۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے اس مضمون کو باب الایمان کے عنوان سے تعبیر کیا اور تمام ابواب پر اسکو مقدم کیا۔ تقدیم کی وجہ اسکا شرف ہے کیونکہ ایمان بنیاد ہے ایمان کے تمام اجزاء کے تجزیہ کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان ہی تمام اعمال کی اساس اور بنیاد ہے قرآن پاک میں بھی اعمال سے مقدم ایمان کو اس وجہ سے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الخ اور بہت سے مقامات پر ایمان کو اساسی درجہ دیا گیا کیونکہ بغیر اسکے کوئی عمل مقبول ہی نہیں ہے نیز حضورؐ نے خود فرما دیا کہ انسانی مضغہ وغیرہ کا موقوف علیہ قلب ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمام اعمال درست اور اگر وہ خراب ہو جائے تو تمام اعمال فاسد ہو جائیں گے اس وجہ سے ایمان کو تمام ابواب پر مقدم کر دیا۔ اب اسکے اندر سات ابحاث ہیں! اول بحث اسکے ترکیب اضافی کی تحقیق و تفتیش میں ہے چونکہ یہ عنوان ترکیب اضافی ہے لہٰذا اسکی جزء اضافی کی بحث۔ اول لفظ کتاب ہے اصطلاح میں اسکے معنی جمع کرنے کے ہیں کتیبہ بھی اسی سے ماخوذ ہے جسکے معنی بھی جمعیت کو مشتمل ہیں کیونکہ اسکے اندر مختلف انواع کے افراد جمع ہوتے ہیں نیز کتابت کو کتابت بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسکے اندر حروف کو جمع کر دیا جاتا ہے اور اصطلاح میں مسائل کا ایک مجموعہ ہوتا ہے تو چونکہ مصنف نے اس مجموعہ میں صرف ایمان کے جملہ مسائل کو جمع کر دیا اس وجہ سے اسکا عنوان کتاب الایمان سے قائم کیا۔ اب رہا لفظ ایمان سو اسکے لغوی معنی تصدیق کے ہیں چنانچہ آپ نے جلالین میں پڑھا ہوگا کہ وہ اکثر جگہ ایمان کی تفسیر تصدیق سے کرتے ہیں۔ یؤمنون بالغیب کی تفسیر یصدقون بالغیب سے کی تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکے لغوی معنی تصدیق کے ہیں نیز وہ امن سے ماخوذ ہے تو چونکہ جس شخص کی تصدیق کر دی جاتی ہے وہ بھی تکذیب سے مامون ہو جاتا ہے اس وجہ سے ایمان کے معنی مامون کر دینے بھی کرتے ہیں۔ دوسری بحث اسکے اصطلاحی معنی میں ہے کہ آیا اسکی ماہیت اور حقیقت کیا ہے تو اسکے اندر چار قول ہیں۔ اول مذہب ابو منصور ماتریدی کا اور اشاعرہ کا ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے قلب سے تصدیق کافی ہے۔ اور محدثین کے نزدیک ایمان نام ہے تین چیزوں کا تصدیق بالجنان۔ اقرار باللسان۔ عمل بالارکان۔ اب اگر ان تینوں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو آیا وہ مومن ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہے۔ خوارج

کہتے ہیں کہ اگر عمل یا اقرار باللسان نہیں پایا تو وہ مومن نہیں۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہ وہ مومن اور نہ وہ
کافر۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خوارج کے یہاں معاصی کا ارتکاب کبائر اور صغائر کیوں
نہیں سبب کفر ہے۔ دیکھا المعاصی کلھا کبائر۔ مگر اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب گناہ کبیرہ
ایمان سے خارج نہیں۔ اور نہ کبیرہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان رہتا ہے جیسا معتزلہ کہتے ہیں
بلکہ وہ مومن ہے کیونکہ نصوص تمام کے تمام اسکے مومن ہونے پر دلالت کرتے ہیں قرآن پاک
میں ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ۱۷۸ تو یہاں
قتل عمد کیا گیا ہے جو کہ کبیرہ ہے اور ان لوگوں کو ایمان والوں سے تعبیر کیا جا رہا ہے حالانکہ قتل عمد
تمام کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے حتیٰ کہ ابن عبد اللہ عنہ نے اسکے [illegible] اور کفر کے قائل کو ایسا
قرار دیا چنانچہ فرمایا ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا ۹۳ خلود فی النار اسکا
شایان قرار دیا تو دوسری آیت اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ
کا مرتکب ایمان سے نہیں نکلتا اسلام سے ایک آیت میں ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا
تو قتال کرنے والوں کو مومن سے تعبیر کیا گیا آگے چل کر اور ارشاد ہوتا ہے فاصلحوا بین اخویکم۔
ظاہر ہے یہاں اخوة سے اخوة ایمانی مراد ہے نیز قرآن کے اور بہت نصوص سے یہ معلوم ہوا کہ عمل یا اقرار باللسان
سے ایمان ختم نہیں ہوتا ہے اسلام اقرار باللسان سے ہی۔ خود قرآن پاک میں ہے من کفر باللہ من
بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان کہ اگر کوئی شخص زبان سے کفر کلمات کہہ دے اور اس کا
قلب ایمان پر مطمئن ہو تو وہ مسلمان ہے تو یہاں پر صرف تصدیق قلبی پر مدار ہے اسکا آگے یہ بھی
ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ۱۰۶ تو جس قلب میں کفر ہوگا تو وہ اللہ کا
مستحق عذاب اور غضب ہوگا نیز قرآن پاک میں جہاں جہاں ایمان کا تذکرہ ہے وہاں تفسیر صرف تصدیق
سے کی ہے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت وغیرہ اور ابو منصور کا مذہب صرف تصدیق قلبی ہے۔ شیخ ا
مذہب کرامیہ کا ہے کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے لیکن انکی دلیل بلا تصدیق قلب بے سود
ہے اگر بلا تصدیق قلب ہے تو مومن ورنہ تو منافق کا ارشاد ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل
الجنۃ صرف قول پر دخول جنت کا حکم ہے۔ چوتھا مذہب ائمہ اور جماعت کا ہے اور اسکے اندر امام
بھی داخل ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی ہے مگر اقرار باللسان ~~[illegible]~~
اسکے متعلق ہے اسبار میں دو قسم کی رائے ہے ایک یہ کہ اقرار باللسان شرط ہے دنیا میں ہے
دنیاوی احکام کے اعتبار سے یعنی چونکہ دل کا حال نہیں جان سکتے اس لیے احکام جاری کرنے
کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ زبان سے اقرار کرے اور دوسری جماعت یعنی فقہاء کا مذہب ہے کہ

2

11/17

رکن زائد ہے یعنی بعض حالات میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے جیسا شدید اکراہ کی حالت میں جیسے عمار کا
واقعہ ہوا تھا کہ رکن زائد ہے معذور کی حالت میں ساقط ہے تو اسکا حکم اقرار رکن زائد ہے تو اس جگہ
میں اور اہل سنۃ اور ابو منصور کے مذہب میں صرف اختلاف لفظی ہوگا کہ وہ لوگ صرف تصدیق کو رکن عظیم
اور یہ جماعت اقرار کو رکن زائد مانتی ہے تو مآل دونوں کا ایک ہی نکلا۔ خلاصہ ان تمام کا یہ نکلا کہ ایمان
کیا ہے میں چار مذہب ہیں اول ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کا کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے
دوم مرجیہ کا کہ صرف اقرار باللسان ہے اگرچہ مخالف قلبا ہو۔ سوم محدثین اور معتزلہ و خوارج کا
کہ تینوں جزء کا نام ایمان ہے البتہ تارک الکبیرۃ مؤمن عند اہل السنۃ و بین بین عند المعتزلۃ و کافر عند
الخوارج۔ چہارم ایک جماعت کا کہ صرف تصدیق قلبی تو رکن اصلی اقرار کو شرط اور دوسرا رکن زائد کہتی ہے
تیسرا بحث یہ ہے کہ ہر شئی کا دو وجود ہوتا ہے ایک وجود ناقص اور ایک کامل جیسے انسان کا اصلی وجود
تو یہ کہ سر گردن اور پیٹ وغیرہ جمع ہو جائیں یہ تو وجود ناقص اور جب وہ ایک خوبصورت شکل اور
بہتر صورت میں ہو تو ساتھ فرائض تو یہ اسکا وجود کامل ہے اسی طرح ایمان کا وجود تو صرف تصدیق
قلبی سے ہو جاتا ہے لیکن یہ وجود ناقص ہے اور جب اس کے ساتھ عمل بالارکان اور اقرار باللسان
بھی ہو تو اب اسکا وجود کامل ہوگا۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوگی یا نہیں
محدثین کے نزدیک کمی اور زیادتی ہوتی ہے اور اشاعرہ اور امام صاحب کے نزدیک کمی اور زیادتی
نہیں ہوتی۔ پہلے مذہب والے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں قرآن میں ہے واذا تلیت
علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا اور حدیث میں ہے کہ الایمان قول وعمل یزید وینقص تو ان تمام سے معلوم
ہوا کہ اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے۔ امام صاحب اور اشاعرہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے
یعنی ایک کیفیت مخصوصہ کا نام ہے اور کیفیت میں کمی زیادتی نہیں ہوتی چنانچہ امام صاحب کا قول مشہور ہے کہ
ایمانی کایمان جبرئیل یعنی میرا ایمان حضرت جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے کہ جو تصدیق انکو حاصل ہے وہ مجھکو
بھی ہے نفس تصدیق میں کوئی فرق نہیں اور آیات کا جواب دیتے ہیں کہ اس سے جو زیادتی سمجھ میں
آتی ہے وہ مؤمن بہ کے اعتبار سے ہے یعنی جتنی آیات زیادہ ہوں گی اور وہ چیزیں جن پر ان لوگوں کا ایمان ہے
تو ایمان زیادہ ہوگا مثلا پہلے ایک آیت پر تھا اب دو پر پھر تین پر تو مؤمن بہ کے اعتبار سے زیادتی
ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایمان کے دو درجے ایک کمال ایمان اور ایک اصل ایمان ہے تو اصل
ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی ہے کمال میں فرق پڑتا ہے مثلا ہمارے اور صحابہ اور انبیاء کرام کے
ایمان میں فرق کمال کے اعتبار سے ہوگا کہ انکا ایمان کامل اور اسکے انوارات زیادہ ہیں اور ہمارا ان
انوارات کا نہیں ہے اور نہ رسمیں انوارات ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ صاحب نے ایمان کا خیال

2 ایک درخت جیسا تو دیکھتا ہے جسطرح اسکی شاخیں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں اسیطرح ایمان بھی ایک درخت ہے 11/17
جو دلمیں جگہ پکڑ لیتا ہے اور اسکی شاخیں تمام بدن میں پھیلی ہوتی ہیں اور وہ اعمال صالحہ ہیں۔
پانچویں بحث ایمان کا مخلوق ہونیکے بارہ میں ہے ایک جماعت نے اسکو مخلوق یعنی حادث قرار دیا اور
دوسرے لوگوں نے اسکو غیرمخلوق یعنی قدیم کہا اور دونوں میں وجہ تطبیق یہ ہوگی کہ ایمان کا تعلق اللہ سے
بھی ہے کیونکہ اسمیں اعطاء ہدایت ہے جو اللہ کا فعل ہے اور اسکا تعلق انسان سے بھی ہے کیونکہ اسمیں
دوسری جہت اکتساب کی ہے جو بندہ کا فعل ہے بنابر پہلے تعلق پر نظر کرتے ہوئے قدیم ہے اور
انسان کا تعلق پر نظر کرتے ہوئے حادث اور مخلوق ہے۔ چھٹی بحث یہ ہے کہ اگر تم سے کوئی پوچھے کہ
تم مومن ہو یا نہیں تو اسکو کیا جواب دینا چاہئے؟ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسکو کہنا چاہئے کہ
انا مومن حقا ان شاء اللہ۔ اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ مومن انا مومن حقا کہے کیونکہ ان شاء اللہ سے تردد
سمجھ میں آتا ہے جو جائز نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ اختلاف لفظی ہے یعنی امام شافعی کا استثناء
ہمیشہ کیلئے فرمایا اور امام صاحب نے تعلیقا کی نفی کی ہے فلا تعارض۔ ساتویں بحث ایمان اور اسلام کے
فرق کی ہے کہ ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے یا نہیں۔ بعض لوگوں نے مترادف قرار دیا اور وہ لوگ اس
آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ فاخرجنا من کان فیہا من المومنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین
تو آیت میں مومن اور مسلم کا اخراج اور وجود کو ذکر کیا۔ اور بعض آیت سے تباین معلوم ہوتا ہے
قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں الگ الگ ہیں وہ فرق اتنا ہے کہ ایمان
کا تعلق قلب سے ہے اور اسلام کا تعلق جوارح اور اعضاء سے ہے۔ اب مباحث ابحاث اجمالی طور پر
آپکے سامنے آگئیں جو آئندہ بہت مواقع پر کام دینگی۔ اب آپکو ایک ضروری قاعدہ کلیہ اور یاد
رکھیو جو خوب کام آئیگا وہ یہ کہ آپکو کتاب میں اگر کہیں ملیگا کہ آپ نے فرمایا من قال لا الہ الا
اللہ دخل الجنۃ صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے دخول جنت کی بشارت اور دوسری بہت سی جگہ اس دخول
جنت کو قیود کیساتھ مقید کیا فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ الخ اب یہاں مسلمان وہ
ہو سکتا ہے جو ان اوصاف کیساتھ مقید ہو۔ ایک جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی خوب فضیلت ارشاد
فرمائی۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ المجاہد من جاہد نفسہ۔ کہ مجاہد وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
تو ان احادیث پر اشکالات وارد ہوتے ہیں تو سنئے ایک مختصر جواب اس قاعدہ کلیہ کا تحت میں آگیا کہ
اور وہ یہ کہ شئی کا وجود یا تو ناقص ہوتا ہے یا کامل تو بعض جگہ تو وجود ناقص مراد ہے اور بعض جگہ
وجود کامل چنانچہ المسلم اور المجاہد میں کامل مسلم اور کامل مجاہد مراد ہے پس الف لام جو مسلم اور مجاہد
پر ہے یہ بھی کمال کے معنی پیدا کرتا ہے پس یہ دراصل بمعنی الف لام تحسین کیلئے ہے اور اسکے ساتھ 11/18
زیادہ کیا

11/18 ساتھ بیٹھنے میں زائد کر دیا بیٹھا ہو گیا۔ ذات یوم لفظ ذات بھی تحسین کلام کے لئے بڑھا دیا ہے یوم کا 2
اطلاق کیا جاتا ہے علاوہ مطلق وقت پر بھی ہوتا ہے تو اس مطلق وقت کے احتمال کو دفع کرنے کے لئے
11/18 ذات کا لفظ بڑھا دیا طلع علینا دیکھو ورد۔ دخل۔ ظہر علینا نہیں فرمایا بلکہ لفظ طلع استعمال کیا
کیونکہ طلوع کا استعمال نورانی اشیاء میں ہوتا ہے جیسے طلوع آفتاب۔ طلوع قمر کو خروج قمر و شمس
و ورود آفتاب و شمس کوئی نہیں کہتا بلکہ ہمیشہ طلوع ہی سے تعبیر کرتے ہیں تو اس سے اشارہ کر دیا کہ وہ
شخص نورانی چہرہ والا تھا۔ رجل اس پر تنوین تعظیم کی ہے ای رجل عظیم۔ آگے اس کا حلیہ بیان
کرتے ہیں کہ خوب سفید پوشاک والا تھا جو حضور کو تمام رنگوں میں سفید رنگ محبوب تھا اور
سیاہ بال والا تھا۔ اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ ان کو علم جوانی اور شباب کے زمانہ
میں حاصل کرنا چاہئے کیونکہ یہ شخص بھی تعلیم و تعلم کے لئے آیا تھا تو اس نے اس حالت سے ان امور کی
طرف اشارہ کیا۔ دوسری روایت میں ہے شدید سواد اللحیۃ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اتنا عمدہ پوشاک والا
اور نہایت سیاہ بالوں والا نورانی آدمی کو دیکھ کر تعجب میں ہم پڑ گئے اور یہ سوچا کہ نہ یہ مدینہ کا
معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہاں کا ہوتا تو ہم پہچان لیتے اور نہ یہ کہیں کا معلوم ہوتا ہے احتمال تھا کہ شاید
11/19 کہیں باہر سے آیا ہو گا مگر لا یری علیہ اثر السفر اس پر سفر کا بھی کچھ اثر و نشان معلوم نہ ہوتا تھا
لا یعرفہ منا احد اور ہم حاضرین صحابہ میں سے بھی کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا۔ اب یہ کہ حضرت عمر
اپنے متعلق تو کہہ سکتے ہیں کہ میں اس کو نہیں پہچانتا تھا مگر تمام کے متعلق کیسے کہہ دیا۔ پس معلوم ہوا یہ
حقیقۃ قرائن کے ذریعہ بتا رہے ہیں چونکہ تمام لوگ اس کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے کسی سے بھی اس کا
پتہ نہیں چل رہا تھا اور نہ اس کو پہچانتا ہے۔ نیز یہ مسئلہ حقیقۃ اس شخص کے چلے جانے کے بعد حضرت عمر نے
اور صحابہ سے پوچھا ہے۔ اب کہنا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو پہچانتے تھے یا نہیں حدیث
کے مفہوم مخالف سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اس سے واقف تھے کیونکہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ میں
سے کوئی اس کو نہیں پہچانتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضور اس سے واقف تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوا
کہ حضور کو اس کے چلے جانے کے بعد علم ہوا ہے اور صحیح یہ کہ آپ اس کو پہچانتے تھے کہ یہ جبرئیل ہیں اس سے
معلوم ہوا کہ ملائکہ انسان کی شکل میں متشکل ہو سکتے ہیں چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر حضرت
دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے اس کے علاوہ بھی دوسری شکلوں میں آتے ہیں مگر فرق یہ کہ
فرشتے ہمیشہ اچھی اور خوبصورت شکل میں متشکل ہوتے ہیں اور جنات کبھی اچھی شکل میں اور کبھی بری
شکل میں متشکل ہوتے ہیں۔ بعض نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے اندر بھی حضرت جبرئیل حضرت دحیہ
کلبی کی شکل میں تھے مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ لا یعرفہ منا احد اور حضرت دحیہ کلبی

2 نہایت مشہور اور جانا پہچانا لوگوں میں سے تھے حتّٰی جَلَسَ حتی غایت کا ہے اب یہ غایت 11/19
کس چیز کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبارت محذوف ہے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے اصل میں یوں
اجازت چاہی فرمایا آجائیں اجازت دیدی تو قریب ہو حتی جلس الخ تو دنو کی غایت بنتا اب یہ کہ
انہوں نے سلام بھی کیا یا نہیں ؟ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سلام بھی کیا تھا چنانچہ ایک روایت میں ہے
فسلّم حتی جلس الی النبی الخ اس روایت میں اختصار ہے - اور حضور نے فرمایا ہوگا کیوجہ یہ ہے کہ وہ سائل تھا
اور اسکی ضرورت تھی کہ قریب ہے کیونکہ سوال اور جواب کا طریقہ یہی ہے کہ سائل و مسئول عنہ قریب
قریب ہوں اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو استاد کے قریب بیٹھنا چاہئے - آگے چلکر روایت میں ہے اس
فرشتہ نے اپنے گھٹنوں کو آپکے گھٹنوں سے ملادیا کمال اُنسیت کیوجہ سے اگرچہ ظاہراً یہ بے ادبی معلوم ہوتی
ہے مگر چونکہ وہ اپنے کو چھپانا چاہتے تھے کہ ظاہر نہ ہو کہ یہ فرشتہ ہے تو اسلئے اعراب کا جیسے افعال اختیار
کردیئے تاکہ لوگوں پر تعمیہ ہو جب اسنے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپکی رانوں مبارک پر رکھے اگرچہ
یہ بھی بے ادبی ہے مگر انہوں نے ایسا تو اشتباہ میں یا استفسار یا استفادہ کی تسہیل کیلئے
ایسا کردیا - یا فخذیہ کی ضمیر خود اسی فرشتہ کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اپنے اپنے رانوں پر
ہاتھ رکھے اور اشارہ کیا تعلیم و تعلم میں طالب کو اسطریقہ سے بیٹھنا چاہئے **فقال یا محمّد** 11/20
اسپر اعتراض وارد ہوگا کہ قرآن پاک میں تو ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا -
کہ حضور کا نام لیکر مت پکارو اور فرشتے کیلئے ضروری تھا کہ وہ بھی ادب کرتا اس نے کیوں یا محمد کہا یا رسول
اللہ کہنا اسکا جواب یہ ہے کہ محمد کے یہاں لغوی معنی مراد ہیں - دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ اس آیت سے
قبل کا ہے مگر یہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ واقعہ سنہ ۹ کے آخر عمر کا ہے اور آیت قرآنیہ کا نزول اس وقت
تک ختم ہوچکا تھا - تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب جن و انس کو ہے اور فرشتے اس سے مستثنیٰ ہیں -
چوتھا جواب یہ ہے کہ لوگوں پر تعمیہ اور انکو حیرت میں ڈالنا مقصود تھا - **اخبرنی عن الاسلام** 11/20
بعض روایات میں ایمان کو مقدم کیا اور یہاں اسلام کو مقدم کیا اور ہر ایک کا وجہ موجود ہے
اسلام کی تقدیم کی وجہ تو یہ ہے کہ اسکا تعلق جوارح سے اور ظاہر سے ہے ہر شخص اسکو سمجھتا ہے
اسوجہ سے اسکو پہلے بیان کیا اور ایمان چونکہ باطنی اور پوشیدہ چیز ہے اور مخفی شئی دیر میں سمجھ
میں آتی ہے اسوجہ سے اسکو موخر کردیا - اور جن لوگوں نے ایمان کو مقدم کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ
ایمان اساسی اور بنیادی مسئلہ ہے اور اصل ہے اسوجہ سے اسکو مقدم کردیا -
لا الٰہ الا اللہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم بنیادی رکن کو 11/20
بیان کیا اور وہ یہ ہے جو مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اسبات کی گواہی دے کہ اسکا معبود

صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں۔ تو اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اللہ پر ایمان لانے کی کیا صورت رکھتا جو اوپر بتلائے
وہ یہ کہ اس کے تحت میں تین چیزیں ہیں اول اللہ تبارک وتعالیٰ کا وجود۔ دوم اس کے اثبات صفات اور
رذائل کی نفی۔ سوم توحید۔ ان تینوں چیزوں کا ایمان اس کے تحت میں داخل ہے۔ اب ان کی تھوڑی سی تفصیل
بھی سنئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر طریقہ وجود باری کی معرفت کا وہ ہے
جس کی طرف رہبری قرآن پاک کی۔ چونکہ وہ نہایت صاف اور سادہ ہیں ہر عالم و جاہل اس سے استفادہ
کر سکتا ہے بخلاف اہل کلام کے کہ ان کے دلائل کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا بلکہ علماء اور عقلمند لوگ ہی اس سے
فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں جو دلائل وجود باری کے متعلق بیان کئے گئے ہیں وہ دو قسم کے
ہیں دلائل انفسی اور دلائل آفاقی جس کی طرف خود کلام پاک نے اشارہ کیا ہے سنریہم آیاتنا فی الآفاق
وفی انفسہم وفی الارض آیات الخ دلائل انفسی کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان اپنے میں اگر غور کرے تو اس کو
معلوم ہو جائیگا کہ صانع کا وجود ہے اور دلائل آفاقی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماسوا جو کچھ عالم میں
دیکھے تو خود اس سے اسباب کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کا بنانے والا کوئی نہ کوئی موجود ہے
قاعدہ ہے کہ مصنوع کی طرف دیکھ کر صانع کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے جب ہم آسمان اور زمین کو
دیکھتے ہیں تو فوراً ذہن اس بات کی طرف جاتا ہے کہ ان کو بنانے والا ضرور اور یقیناً کوئی نہ کوئی ہوگا
خود کلام اللہ کا بہت سا حصہ اس قسم کے دلائل بینہ کا ہے۔ ان فی خلق السموات والارض۔ امن جعل
الارض قرارا وجعل خلالہا انہارا الخ افرأیتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون۔
اور اس کے علاوہ بہت سی واضح آیات ہیں۔ یہ تو دلائل آفاقی ہیں اور سب سے بڑی دلیل خود انسان
کا نفس ہے اگر انسان اس میں غور کرے تو وحدانیت اور وجود کا قائل ہو جائیگا۔ کہ ایک قطرہ پانی
کا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ مادہ قدیم ہے اور وہ خود بخود کبھی انسان کی صورت کبھی درخت کی اور کبھی
پتھر کی کبھی کسی کی اور کبھی کسی کی صورت اختیار کر لیتا ہے کوئی اس کا مستقل خالق نہیں۔ ذرا ان
لوگوں سے پوچھے کہ انسان میں کتنی قوتیں موجود ہیں روحانی بھی اور جسمانی بھی اور ہر قسم کی خواہ خارجی
ہوں یا داخلی قوتیں اس کے پاس ہیں لیکن اس کا وجود ایک بال بنانے پر وہ قادر نہیں۔ اگر تمام دنیا
کے لوگ سب مل کر اس کی کوشش کریں تب بھی وہ لوگ بال بنانے میں ناکام رہیں گے تو وہ مادہ جو کہ
جو ابھی قطروں کی شکل ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں کیا وہ خود بخود ترقی کر کے انسان کی شکل
میں تبدیل کر کے آ گیا ہو گیا۔ اسی طرح مادہ منویہ کو دیکھئے کہ وہ کس طرح بنتا ہے انسان طرح طرح کے پھل اور
غذائیں کھاتا ہے اور نہ معلوم وہ غذائیں کہاں سے تیار ہو کر آتی ہیں ان تمام کو کھا کر پیٹ
میں کتنی مرتبہ ہضم ہو کر کچھ کا خون اور کچھ کا فضلہ بنتا ہے اور وہ خون جو کہ غذا کا نچوڑ ہے اس کا جو ہضم

ہوتا ہے اور اس کا مادہ خون کا جو سب سے زیادہ عمدہ اجزاء ہیں انکے انثیٰ قطروں سے منی کا ایک قطرہ بنتا ہے اور پھر وہ ایک خاص مقام پر یعنی مرد کا صلب میں اور عورت کا ترائب میں وہ جمع ہوجاتا ہے اور پھر جب جماع ہوتا ہے تو ایک مخصوص فعل کے ذریعہ دونوں کا مادہ مختلط ہوتا ہے اور وہ ایک مخصوص جگہ یعنی قرار مکین جسکو رحم کہتے ہیں اس میں جاکر جمع ہوتا ہے تو ان تمام سے معلوم ہوا کہ ان تمام کو کوئی کرنے والا ہے اگر مادہ خود بخود جمع ہو سکتا ہے تو اسکو اپنے کام کی کیا ضرورت کہ مرد اور عورت کا مختلط ہو اور پھر وہ مادہ منویہ دونوں کا رحم میں جائے اگر کسی ایک کا رہتا رحم میں تو نہیں ہو سکتا تو پھر توالد نہیں ہوگا تو یقیناً اسکے لئے کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہے تو یہ نطفہ جو کہ حادث ہے تو اسکے لئے ایک محدث ضرور ہے جس سے معلوم ہوا کہ حادث کیلئے محدث کا ہونا ضروری ہے اسی طرح پر باقی کا لئے مبقی کا ہونا ضروری ہے تو جب یہ نطفہ قرار مکین میں چلا جاتا ہے تو اب اسکا نشو نما ہوجاتا ہے اور اب اسکو حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اسمیں اسکی حفاظت فرماتے ہیں اور پھر اسکو علقہ اور علقہ سے پھر مضغہ اور پھر عظام اور پھر ان عظام پر لحم چڑھاتے ہیں تو گویا انسان کا پورا جسم ترکیب دیکر کان منہ ناک ہاتھ پیر سب تیار ہوگئے مگر اسکے باوجود ایک اصلی چیز اسکے اندر نہیں ہے وہ اسکی روح اسکو روح عطا فرماتے ہیں اور پھر وہ ہماری تمہاری شکلوں میں نمودار ہوتا ہے تو ان تمام سے غور کیجئے کہ وہ انسان جو تمام طاقت اور قوتوں کا مرکز قوت لامسہ اور قوۃ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ اور ہر قسم کی جو اسکے پاس موجود ہیں مگر ایک بال بنانے پر قادر نہیں تو گویا یہ نطفہ کا مادہ منویہ جسمیں ذرا بھی طاقت نہیں وہ خود بخود اپنے ہاتھ پیر منہ ناک بال بنا سکتا ہے یہ عقل میں آسکتا ہے۔ ان تمام سے معلوم ہوا کہ ان حادث اور باقی کیلئے ایک محدث اور مبقی ضرور ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔ ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا کہ باری تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے تو اسنے نہایت عمدہ جواب دیا البعرۃ تدل علی البعیر وآثار الاقدام علی المسیر فالسماء ذات ابراج والارض ذات فجاج کیف لا تدل علی اللطیف الخبیر۔ اگر راستہ میں مینگنیاں پڑی ہوئی ملیں تو ہم فوراً سمجھتے ہیں کہ اونٹ یا بکری گذری ہے اسی طرح نشان قدم سے چلنے والے کا پتہ لگتا ہے تو جب آسمان میں چاند وسورج اور زمین کی گھاٹیاں اور دریا کو دیکھیں گے تو بیشک ہمکو معلوم ہوگا کہ اسکا بنانے والا ہے یقیناً کوئی نہ کوئی بنانے والا ہے یہ تو وجود باری کے متعلق تھا اسی طرح صفات باری تعالیٰ کا اثبات بھی ضروری ہے وہ رحمٰن و رحیم ہے اور جمیع صفات سے متصف ہے اور ظاہر بات ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور انسان میں ہم دیکھتے ہیں کہ سمع۔ بصر۔ قدرت۔ علم وغیرہ صفتیں پائی جاتی ہیں

2

11/20 توحید جس کا وہ مظہر ہے اور وہ عظیم ہے تو کیا وہ ان صفات سے خالی ہوگا ہرگز نہیں اسکا وجود علی وجہ الکمال ان صفات کیساتھ متصف ہوگا اور انسان علی وجہ النقص ان اوصاف کا حامل ہے۔ اسلام توحید کا متعلق بھی قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ دلائل بیان کئے گئے

دوسرا جزء اسلام کا شہادت رسول ہے۔

11/20 **وان محمداً رسول اللہ** :- اور آپکی رسالت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یہاں پر دو چیزیں یاد رکھنی چاہئیں۔ اول تو یہ کہ رسالت اور نبوت کا ضروری کیا اور دوم یہ کہ رسول کو انسانوں میں سے کیوں بنایا کسی فرشتہ کو بنا کر بھیجتے۔ جواب اول کا یہ عقیدہ اللہ تعـ کو مقصود یہ تھا کہ تمام مخلوق کو نفع رسانی ہو اور احکام سب تک پہنچا دئے جائیں اب اگر رسول نہ ہوتا تو براہ راست اللہ تعـ سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعـ مستجمع بجمیع الصفات الکمال ہیں اور عیوب سے منزہ ہیں اور ہم لوگ عیوب میں ملوث ہیں بلکہ ضروریات ہمارے اسباب کو حاجت ہے اور اللہ کے درمیان کوئی ایسی ذات ہو جو ہم سے مناسبت رکھے اور اللہ تعـ سے بھی مناسبت رکھے تاکہ استفادہ ہو سکے۔ تو اللہ تعـ نے رسول کو بھیجا کہ وہ ہم سے بھی متعلق ہیں اور اللہ سے بھی تعلق ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام جب استفادہ کرنے گئے کوہ طور پر پہنچے تو ذراسی تجلی سے عجیب حال ہو گیا تھا جسکو قرآن پاک نے فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا تو جب حضرت کا یہ حال ہوا ہم سے کو درجہ بدرجہ اور بوجہ رسالت کے عہدہ پر فائز تھے تو ہم جیسے لوگ براہ راست کیسے استفادہ کر سکتے تھے۔ اور دوسری بات کا جواب بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا استفادہ جتنا سہولت اور آسانی کیساتھ اپنے ہم جنس سے ہوتا ہے اتنا غیر جنس سے نہیں ہو سکتا اس وجہ سے ہماری جنس انسان سے ہی اللہ تعـ نے اپنے رسولوں کو اختیار فرمایا۔

11/21 **ولقیم الصلوٰۃ** :- اور نماز صلوٰۃ کا معنی ادائے صلوٰۃ۔ خواہ فقط صلوٰۃ فرض ہو یا نفل ادا کے اعتبار سے ہو یا وقت کے اعتبار سے ہو سب داخل ہیں۔ مگر اور صلوٰۃ کا معنی بھی آتا ہے۔ صلوٰۃ کا معنی لغت میں دعا کے آتے ہیں چونکہ اس میں بھی دعاء مانگی جاتی ہے اس وجہ سے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تحرک الصلوین سے ماخوذ ہے آخر اس آگ پر ٹیڑھی لکڑی کا پکڑ کر اسکو سیدھا کیا جاتا ہے اسی طرح ان نماز کے ذریعے اپنے قلب کی کجی کو سیدھا کرتا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی توجیہ علماء نے بیان کی ہیں۔

صلوین سرین کی ہڈیوں کو
کہتے ہیں تو چونکہ نماز میں
وہ حرکت کرتی ہیں اس لئے
صلوٰۃ کہتے ہیں۔ بعض کا یہ
کہنا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی تحریک
الصلوین ہے [illegible]
ماخوذ ہے ۱۲

11/21 **ولوتی الزکوٰۃ** :- زکوٰۃ کا معنی لغت میں نمو بڑھنا اور تطہیر کے آتے ہیں تو چونکہ زکوٰۃ سے مال میں ترقی ہوتی ہے

11/21 آتی ہے اور مال بڑھتا ہے اس وجہ سے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ چوری سے محفوظ رہتا ہے اور باقی مال کو وہ پاک صاف کر دیتا ہے اس وجہ سے بھی اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ اور زکوٰۃ کو نماز کے متصل اس وجہ سے ذکر فرمایا کہ قرآن پاک میں اکثر جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے تو اقتداءً ایسا کیا۔ زکوٰۃ کے معنی تملیک مال مخصوص الخ یہ شرعی معنی ہیں اور زکوٰۃ کا اطلاق اس مال پر بھی آتا ہے جو فقیر کو دیا جاتا ہو۔ 2

11/2 **ولصوم رمضان**۔ یہاں پر متعلق رمضان کہنا علماء کا اختلاف ہے کہ بغیر لفظ شہر کے رمضان کہنا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے کیونکہ شہر رمضان کہنا چاہئے مگر جمہور کی رائے ہے کہ کہنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ سورۃ البقرہ میں اختلاف ہے کہ اس لفظ کا کہنا جائز ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ کا کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی مناسب نہیں ہیں بقرہ کے معنی گائے کے ہیں تو گائے کی سورۃ کہنا ٹھیک نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ السورۃ التی تذکر فیہا البقرۃ مگر عام علماء نے سورۃ البقرہ کہنا جائز کہا۔ رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنی

11/21 **وحج البیت**۔ بیت میں الف لام مضاف الیہ کا عوض میں ہے یعنی بیت اللہ کا حج۔ اور حج کے معنی لغت میں قصد اور قصد الی معظم الشئی۔ حلق۔ کثرۃ آمد و رفت کے آتے ہیں۔ اور شرعی معنی مشہور اور معلوم ہیں حج عام علماء نے اس کو مرکب عبادت قرار دیا ہے لیکن بعض علماء کی رائے ہے کہ بدنی عبادت ہے اور مال تو اس کے لئے شرط ہے چنانچہ خود آپ نے فرمایا کہ **ان استطعت الیہ سبیلا**۔ استطاعت شرط ہے مگر استطاعت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک استطاعت مالی و بدنی دونوں شرط ہیں یعنی زاد و راحلہ اور صحت ابدان وغیرہ۔ شافعیہ کے نزدیک صرف استطاعت مالی یعنی زاد و راحلہ شرط ہے اور مالکیہ کے نزدیک صرف صحت بدن شرط ہے

11/21 **فعجبنا لہ** فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سائل کے سوال پر ہم کو تعجب تھا مگر جب اس نے آپ کی بات پر صدقت کہا تو اور بھی زیادہ تعجب ہوا کہ یہ شخص سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی حالانکہ سوال تقاضا کرتا ہے جہل کا اور تصدیق تقاضا کرتا ہے علم کا تو دونوں باتوں کا جمع ہونا باعث تعجب خیز معلوم ہوا

11/22 **فاخبرنی عن الایمان** اب معلوم ہے کہ اس کے بعد اس شخص نے ایمان کے متعلق سوال کیا۔ بعض روایتوں میں ہے فاخبرنی ما الایمان آیا ہے اور لفظ ما تقاضا کرتا ہے طلب ماہیت کا یعنی وہ شخص ماہیت ایمان کا سوال کر رہا تھا نیز اس سے بھی کہا گیا کہ ماہیت ایمان ہی سمجھ میں آتا ہے اور دوسری حدیث جو اب قرینہ بن گئی اور حضور نے جو جواب دیا وہ مومن بہ کا ہے تو سوال و جواب میں مطابقت نہیں رہی اس کے تین جواب دیئے۔ اول حضور کو بطور وحی یا کسی قرینہ سے اس بات کا علم ہو گیا ہوگا کہ اس فرشتہ کا مقصود مومن بہ کو معلوم کرنا ہے نہ کہ ماہیت ایمان کو۔ دوم جب مومن بہ کو ذکر

2

11/22

فرمایا تو ان تؤمن باللہ کا مضمون میں ایمان کا ہی بتایا بھی گیا۔ متوہم شبہ یہ ان مقصود ہے کہ ابہام کا
سوال میں ہوتی ہے۔ ہے نہ کہ ماہیت ایمان یعنی ایمان کس کو بتایا ہے کوئی فائدہ نہیں جتنا ہوتی ہے کہ
معلوم ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین
تو سوال تو مال کا تھا جس کا انفاق فرمایا اور جواب دیا مصارف کا کہ ذکر کیا ہے اسی بات پر تنبیہ کا
کہ اصل چیز مصرف ہے اور مال کا تعلق اختیار سے ہے جتنا چاہو خرچ کرو۔ پھر ان کا جواب ان کی تفصیل
اعمال میں مذکور ہے۔ آگے جو کچھ فرمایا ہوتی ہے۔ میں ایک یہ عقیدہ اللہ پر ایمان رکھنا اور اس میں جو
کچھ چیزیں داخل ہیں ان کا بالتفصیل بیان اوپر ہو گیا۔ آگے جو کچھ فرمایا وملائکتہ فرشتوں پر ایمان
لانا بھی ضروری ہے۔ یہ وہ اجسام نورانیہ ہیں قادرون علی التشکل باشکال المختلفۃ یعنی نورانی وہ
نورانی جسم ہوتے ہیں اور قادر ہوتے ہیں مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہونے پر۔ ان پر ایمان لانا
مطلب یہ عقیدہ رکھو موجود تسلیم کرنا۔ دوسرے ان کو معصوم ماننا۔ بعض لوگوں نے ان کے وجود کا انکار کیا چنانچہ
قدیم فلسفہ بھی اس کا منکر ہے اور جدید فلسفہ کی تحقیقات کا بھی یہ وجود نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک جس چیز
کا مشاہدہ نہ ہو وہ معدوم ہے لیکن یہ اصول بالکل غلط ہے۔ بہت سی موجود ہیں لیکن ان کا وجود دلیل
موجود ہے اور وہ یہ کہ اس نظام عالم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں اور ایک
محض شر ہوتا ہے جیسے شیطان اور خیر بھی مخلوق ہے تو اس کے کچھ بھی ایک قسم ہے اور وہ خیر محض ہو گا
جس میں کچھ بھی شر نہ ہو ایک مخلوق ایسی ہے افراد جو خالص شر ہی شر ہے جیسے شیطان اور ایک مخلوق
وہ جو خیر ہی خیر ہے اور وہ فرشتے ہیں اور ایک مخلوق ایسی ہے جو دونوں سے مرکب جیسے انسان
علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ فرشتوں پر تین طرح سے ایمان لانا ہے اول یہ کہ وہ موجود ہیں دوسرا یہ کہ ان
کا نزول کو تسلیم کرنا ان کا مرتبہ ہمارے انسانوں سے بڑھا ہوا ہے اور دوسرا اکثر کا ہے اور تیسرا یہ کہ
ان کو معصوم کہیں اور ان کے معصوم ہونے پر خود دلیل موجود ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں لا یعصون اللہ ما امرہم
اور یہاں سے جگہ اسلام ان کی مدح کی گئی ہے۔ ایک فرقہ حشویہ ہے وہ کہتا ہے کہ فرشتے معصوم
نہیں کیونکہ ان سے معصیت صادر ہوئی ہے جب آدم کو اللہ نے پیدا کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ اتجعل
اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء تو اللہ تعالی پر اعتراض کیا اسلام اور آدم اور ان کی
ذریت پر غیبت کی اور غیبت کا آگے جواب اپنی تقدیس کو نحن نسبح بحمدک
ونقدس لک تو ان کو معصوم کہا وہ معصوم نہیں ہیں۔ اسلام وہ کہ انبیاء اس کو بھی معصوم
نہیں مانتے ان کے دلائل موجود ہیں اور ان کے دلائل کا جواب بھی موجود ہے۔
وکتبہ۔ اللہ تعالی کی کتابوں پر بھی ایمان لانا۔ میں جتنا تعلق علم ہے وہ ۱۰۴ میں اور

11/22

2 کتابوں پر ایمان لانا میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا بھی ایمان رکھے اور اس کا کلام نفسی ہے 11/22
اور فرشتے جو لائے ہیں وہ کلام لفظی ہے جیسا انسان کسی چیز کو تعبیر کرنا چاہتا ہے تو تعبیر سے پہلے اس
چیز کا نقشہ اور وہ تمام باتیں ذہن میں سوچ لیتا ہے تو کلام کرنے سے پہلے پہلے اس کو کلام نفسی کہتے ہیں
اور تعبیر کرنے کے بعد اس کو کلام لفظی کہتے ہیں۔ تو آج ہمارے پاس قرآن موجود ہے یہ بعینہ اللہ کا کلام
نہیں کیونکہ یہ تو دال ہے اللہ کے کلام پر اور اللہ کا کلام منزہ ہے کلمات حروف اصوات تمام چیزوں سے
ورسله جمع رسول کی۔ رسالت اور نبوت کی تعریف کا فرق میں گذر گئی کہ یہی سفارۃ بین الحق والخلق 11/22
تو فقط انبیاء گذرے ہیں اور فقط رسول ان سب پر ایمان لانا اس بات کا کہ وہ سب صادق ہیں
ان باتوں میں جو اللہ کی طرف سے وہ بیان کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ معصوم ہونا بھی تسلیم کرے اس کے خلاف
فرقہ حشویہ کا عقیدہ ہے وہ مسئلہ کے ذیل میں گذرا انبیاء کو معصوم نہیں سمجھتے اور استدلال کرتے ہیں
آیات قرآنیہ سے فتنّٰہ وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ وغیرہ تو گویا انبیاء سے بھی معصیت ہوتی ہے مگر یہ
کہ انبیاء کا ادراک علم عقلی کی دلیل ہے اور معصوم ہونے پر دلائل اپنی جگہ موجود ہیں۔ نیز اولیاء کا یہ
بھی قائل کہ کافہ بعینہ ایمان کا تعلق تو تمام انبیاء سے رکھے لیکن اطاعت اسی نبی کی کرے
جو اپنے زمانہ میں ہو یا وہ جس کی امت میں ہو۔ مثلاً دین موسیٰ کے کوئی عمل اور اطاعت تو حضرت
موسیٰ کی کریگا لیکن آپ سے پہلے جو انبیاء اور رسول آئے ہیں ان تمام پر ایمان لانا ضروری ہے۔
اب یہ ایمان میں معتوبہ صرف رسل کو ذکر فرمایا انبیاء پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں تو اس کا جواب
یہ ہے کہ رسل کا ذکر مشتمل اعتنا بمعہود ہے ورنہ مراد انبیاء اور رسل دونوں ہیں۔ **والیوم الآخر**
یوم آخر یعنی قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے سب سے پہلے ایمان میں اللہ کو ذکر
کیا اور آخر میں یوم قیامت کو اشارہ کیا کہ ہر شخص پر دو حالتیں ہیں ایک ابتداء کی اور ایک
معاد کی تو اس کو سوچ اور غور کرنا چاہئے کہ ایک دن مرنا ہے قرآن میں معاد کے مسئلہ کو جگہ جگہ
پر بیان کیا۔ کہ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ارتقاء کا مسئلہ اور طبیعت اور ہر شعبہ میں فنا ہونے کا پتہ ہے خود
انسان ہی پر غور کرنا چاہئے کہ ایک دن چھوٹا سا بچہ ہے پھر بڑھتے بڑھتے جوان ہو جاتا ہے
جیسا ہے ہوتا ہے فہم پورا ہے عقل و دانا علم بھی ہے اسکے بعد پھر وہ زمانہ آتا ہے کہ اٹھا بیٹھا
نہ جیسا ہو جاتا ہے نہ اچھی طرح بول سکتا ہے نہ عقل و دانا علم کام کرتا ہے تو سب بات خود یہ
نکلا کہ ہر شخص پر دو دور آتے ہیں ایک ابتدا کی اور ایک انتہا کی اب یہاں پر دو چیزیں ضروری
ہیں ایک تو یہ کہ آخرت کی کیا ضرورت تھی دوم اس کے وجود کو تسلیم کیسے کیا جائے۔ اول کا جواب تو
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ملک ہے وہ جو چاہے کرے ہم کو کیا غرض اور حق ہے کہ ہم پوچھیں کہ کیوں کیا۔ اور

2

11/22

اور یہی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کے تحت آخرت کے بنانے میں کوئی حکمت ہوگی اور ہم اس حکمت کو سمجھ نہیں سکتے مثال کے طور پر یوں ہے کہ اسکو بھی اللہ نے پیدا کیا جو لائق انسان اچھا خاصا زندہ تھا اپنے کاروبار میں مشغول تھا لیکن اس نے وجود اسکو مار ڈالا یقینا کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی جس کا ہمیں علم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور عمل پر ثمرہ کا مرتب ہونا ضروری ہے جس عمل پر ثمرہ مرتب نہ ہو وہ عمل عبث ہو جاتا ہے لہذا ہر عمل پر مجازات کا ہونا ضروری ہے پر انسان اپنے جس کام میں بھی لگا ہوا ہے وہ اسی مجازات کا منتظر ہے کہ وہ اپنی محنت یا ارادے کا نتیجہ اپنی زندگی میں پانا چاہتا ہے محنت کرتا ہے عمل اور مجازات کی بات کرتا ہے تاکہ نفع ہو تو معلوم ہوا اس دار العمل کے لیے ایک دار المجازات کا ہونا لازمی ضروری ہے تاکہ یہ دار العمل رہے دار المحنت نہ بنے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احسان کا حقیقی نتیجہ دار المجازات ہے اللہ تعالیٰ کا انعام اسکا لطف و کرم اور رحم سب آخرت میں ظاہر ہوگا تو اس سے وجود آخرت کا ضروری اور حاجت کا علم ہوا ہوگا۔ رہا وہ اس چیز اسکی وجود کو کیسے تسلیم کیا جاوے اسکے متعلق اتنا عرض ہے کہ ممکن کے اندر دو احتمال ہوتے ہیں ایک وجود کا اور ایک عدم کا تو جس جانب اور احتمال پر کوئی دلیل اور مرجح قائم ہو جائے وہ یہی جانب راجح ہو جاتی ہے اسی طرح آخرت بھی ممکنات میں سے ہے تو گویا اسکے اندر ہونے کا بھی احتمال اور نہ ہونے کا بھی لیکن وجود کی جانب راجح ہو گئی ایک دلیل اور مرجح موجود اور وہ انبیاء کا فرمانا آخرت موجود ہے قرآن پاک میں ہزاروں جگہ اسکا تذکرہ ہے تو معلوم ہوا آخرت موجود ہے۔ اب ایک مسئلہ بعث و نشر کا ہے وہ یہ کہ کیسے اٹھائے جائیں گے جبکہ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ انسان جب مر جاتا ہے تو بعض لوگ اسکو مٹی میں اس طرح دبا دیتے ہیں کہ چند روز کے بعد اسکا پتہ نہیں چلتا ہے اور نہ اسکے کسی عضو کا سب کا سب مٹی میں مل جاتا ہے اور بعض لوگ اسکو جلا کر اسکی راکھ کے ذرے ذرے اڑا دیتے ہیں کچھ دریا میں کچھ آسمان کی فضاء میں کچھ کسی زمین میں کچھ کسی مقام میں تو ان تمام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نشاۃ ثانیہ محال ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ نشاۃ ثانیہ ہو سکتی ہے بلکہ یقینی چیز ہے جس کا وجود ہم اگر اسکا موجود ہونا ثابت ہو جائے تو نشاۃ ثانیہ کو بھی تسلیم کرنا پڑ جائیگا۔ آج کل علم انسان جسکے ذریعہ ہم پتہ چلا سکتے ہیں کہ فلاں میت کے اجزاء کہاں کہاں ہیں اور میت کا وجود ہے نہیں یا سمٹ گیا ہو اور ہزاروں کو اتنا ہی علم ضروری ہے کہ ہر میت کے اجزاء معلوم ہو جائیں تو ہم علم اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ایک قصہ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق سنو اس سے اندازہ ہو جائیگا

2

11/22 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات جب حضرت خضر سے ہوئی سمندر کے کنارے پر ہوئی تھی حضرت خضر نے ایک چڑیا کو سمندر میں چونچ ڈال کر پانی نکالتے دکھایا تو فرمایا کہ اس چڑیا نے زیادہ سے زیادہ ایک قطرہ پانی لیا ہوگا اور اسکو نکال کر فرمایا کہ میرے علم کی مثال ایسی ہے جیسے اس چڑیا کا اور پانی کی اور اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے یہ دریا اور سمندر تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علیم و خبیر ہے۔ دوسری چیز ان اجزاء میں قابلیت اور حیات اور حیات کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اگر انہیں موت و حیات قبول کرنے کی صلاحیت ہے تو بھی نشاۃ ثانیہ ممکن ہے سو کہیں یہ استعداد بھی موجود ہے تیسری چیز قدرت ہے کہ ان تمام اجزاء کو جوڑ دیا جائے اور آدمی بنا دیا جائے اور یہ قدرت بھی اللہ کو حاصل ہے وہ تو ان اجزاء میں بھی روح اور حیات ڈال سکتا ہے جو استعداد و صلاحیت سے خالی ہیں اور جنمیں پہلے سے استعداد موجود ہو تو ان پر وہ بدرجہ اتم قادر ہے تو معلوم ہوا کہ اگر یہ تین چیزیں موجود ہوں تو نشاۃ ثانیہ ہو سکتی ہے اور یہ تینوں چیزیں

11/23 موجود ہیں تو یقیناً نشاۃ ثانیہ ہوگی۔ **وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ** کہ ایک چیز مومن بہ میں سے تقدیر ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ایک انجینئر ہے وہ جسطرح نقشہ ایک مکان کا پہلے کھینچ لیتا ہے اسیطرح اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے متعلق ایک نقشہ بنا لیا کہ اسکو ایسا ہوگا اسکو ایسا فقیر غنی ہوگا فلاں کو ایسی خوشی ہوگی وغیرہ وغیرہ تو گویا القدر نام ہے علم الٰہی کا اور اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے معاملہ فرماتے ہیں اسکی مفصل بحث باب القدر میں آئیگی تو اب ایمان کے جو متعلقات تھے وہ سب پورے ہوگئے۔ اب رہتی ہے اس مورد کی چیز وہ اسلام اعمال کے متعلق سوال کیا گیا لیکن اس روایت میں ایمان کے متعلقات کا ذکر ہے جب اسکی تصدیق کا ذکر تو ہے اسپر یہاں بھی صدقت کہا جیسا کہ اسلام میں کہا تھا لیکن بعض روایت میں صدقت اور پھر حضرت عمر کا تعجب کرنا مذکور ہے

11/23 مگر یہاں تعجب نہیں فرمایا تھا یا اختصاراً حذف کر دیا گیا **قال فاخبرنی عن الاحسان** اس مورد کی چیز وہ احسان کا سوال کیا احسان کے معنی لغت میں اچھا کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں اسکے دو مصداق ہیں اوّل احسان العمل یعنی عمل کو اچھی طرح سے کرنا اور اسمیں اسکے آداب و مستحبات وغیرہ کی رعایت کرنا اور دوسرے مخلوق کیساتھ اچھا معاملہ کرنا ظاہر ہے کہ یہاں اول معنی مراد ہیں کیونکہ سائل نے سب سے پہلے تو اسلام اور ایمان کا سوال کیا تو آپ نے دونوں کا جواب دیا اب ان دونوں کا وجود سامنے تکمیل کی ضرورت ہے جیسا کہ قبل میں گذر چکا ہے اخلاص کا تعلق ساتھ اسکی تکمیل کی ضرورت پڑتی ہے اور تکمیل کا طریقہ آپ نے بیان فرما دیا جس سے آپکا جواب میں آپنے جواب دیا کہ ان تعبد اللہ الخ یہی وجہ ہے اسکا تعلق بیان احسان سے احسان عمل مراد ہے کیونکہ

11/23

2 جواب میں عبادت کا لفظ ہے اور جو احسان مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے اس میں عبادت نہیں ہوتی کیونکہ عبادت کے معنی تذلل اور عاجزی کے ہیں اور یہ تذلل و تواضع ہمیشہ اپنے سے بڑا اشرف اور احسن اور نہایت محاسن عضو یعنی چہرہ کو زمین پر رکھنا اس میں کمال تواضع اور عاجزی ہے اور یہ اسی ذات کے سامنے ہو سکتا ہے جو جمیع الکمال ہو اور وہ باری تعالیٰ کی ذات ہے تو معلوم ہوا کہ عبادت صرف باری تعالیٰ کی ہو سکتی ہے اور مخلوق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال وہ احسان یہاں مراد نہیں جس کا تعلق مخلوق سے ہو تو خیر یہ بلکہ احسان وہ احسان ہے جس کی ابتداء کی گئی مقصود احسان عمل کو پوچھنا ہے اور وہ اسی واسطے کہ ایمان و اسلام کی تحسین کن کن چیزوں کے ذریعہ ہوگی وہ معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه 11/23

اس میں دو درجوں کی طرف اشارہ فرمایا عمل کی تحسین اور اس کی عمدگی دو درجوں میں سے ایک اختیار کرنے سے ہوگی۔ اول یہ کہ تم جب کوئی عمل کرو تو اس میں یہ خیال کرو کہ تم گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو یعنی گویا مشاہدہ ہو رہا ہے اس کو صوفیا کی اصطلاح میں مرتبۂ استغراق و مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ انسان جب عبادت کرنے لگے تو ایسے کرے گویا وہ اللہ رب العزت کا مشاہدہ کر رہا ہے چنانچہ آپ نے سنا ہوگا بعض بزرگان دین جب نماز میں مشغول ہوتے تھے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا تھا حضرت [illegible] کے متعلق مشہور ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا تھا اگر ان کو کسی زخمی عضو کو قطع کرنا ہوتا تو وہ نماز ہی میں کاٹ دیا جاتا اور انکو خبر بھی نہ ہوتی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے متعلق آیا ہے کہ جب وہ سجدہ میں جاتے تو جانور اور چڑیاں وغیرہ انکو مردہ سمجھ کر ان پر بیٹھ جاتی تھیں اور [illegible] ہوتی تھی اور ظاہر یہ [illegible] بیٹھ جایا کرتی تھیں اسکو اطمینان ہو۔ اسکے بعد آپ نے دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اب یہ نہ ہو تو کم از کم یہ سمجھ کر عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اگر کسی غلام کو اپنے آقا کا کوئی کام انجام دینا ہو اور اسکو یہ معلوم ہو کہ میرا مولیٰ میرے کام کو چپکے سے نگرانی کر رہا اور دیکھ رہا ہے تو یقیناً وہ اپنے کام کو عمدگی اور حسن سے پورا کریگا تو اسی وجہ سے آپ نے فرمایا اس صورت میں بھی خشوع و خضوع ہوگا اگرچہ اس درجہ کا نہیں جو مرتبۂ استغراق میں ہوتا ہے۔ بہرحال مقصود دو درجے مقرر کرنا کہ عمل کے وقت انسان کو اگر ان دو درجوں میں سے کوئی ایک حاصل ہوگیا تو وہ اسکی تحسین اور تکمیل کیلئے کافی اور وافی ہے۔ دوسری بات یاد رکھنی چاہئے کہ آپ نے جواب میں لفظ کانک بڑھا دیا یعنی حقیقۃً باری تعالیٰ کی رویت نہیں ہو سکتی بلکہ مشاہدہ کا خیال کرے۔ آپ نے اشارہ فرمادیا کہ رویت باری دنیا میں ممکن ہے یا نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ کہ ممکن ہے

2 مگر واقع نہیں اور دلیل حضرت موسیٰ کا فرمانا ہے کہ رب ارنی اور پھر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا لن ترانی 11/23
اس سے معلوم ہوا کہ رؤیت ممکن تو ہے جبھی سوال کیا گیا اور اگر ممکن نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ غیر ممکن کا
سوال نہیں کرتے البتہ آخرت میں رؤیت ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وجوہ یومئذ ناضرة الیٰ ربہا ناظرة
اور بھی بہت سی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں دیدار ہوگا۔ معتزلہ وغیرہ اس
کا بھی انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تدرکہ الابصار مگر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ
یہ دنیا سے متعلق ہے یعنی لا تدرکہ الابصار فی الدنیا واما فی الآخرة فالرؤیة ثابتة ان شاء اللہ تعالیٰ۔
تیسری بات یہ ہے کہ جب ایمان احسان وغیرہ کی حقیقت آپ نے بیان فرمادی تو گویا اب یہ حدیث تین علوم کا منبع
بن گئی اور وہ علوم ثلٰثہ یہ ہیں۔ اول آپ نے اسلام کو بیان کیا جس میں نماز روزہ زکوٰۃ اور
حج کا تذکرہ ہے اور یہی فروعی مسائل جن کا بیان علم فقہ ہے دوم آپ نے ایمان کا اللہ اور ملائکہ اور
کتابوں اور رسول کا تذکرہ فرمایا اور تقدیر اور آخرت کو بھی ذکر کیا اور یہ باتیں علم عقائد
(کلام) میں بحث ہوتی ہے۔ سوم آپ نے احسان کو ذکر کیا اور یہ علم تصوف سے متعلق ہے کیونکہ اس میں
بھی تحسین عمل اور اخلاص اور سلوک طرق معرفت الٰہیہ وغیرہ کا ذکر ہے تو گویا یہ حدیث پاک فقہ
کلام تصوف کا متعلق ہے اسی وجہ سے اس حدیث کا نام اہل علم ام الجوامع رکھا گیا قال فاخبرنی
عن الساعة۔ ساعت کے تین اطلاق ہیں۔ اول قیامت کبریٰ دوم ساعت ہر فرد کی سوم ایک طبقہ 11/24
کی ساعت یعنی افراد کا مرنا تو مرنے کو بھی ساعت سے تعبیر کرتے ہیں اور ایک پورا طبقہ جیسا کہ جماعت
نسل صحابہ میں یا تابعین میں یا تبع تابعین میں تو یہ سب طبقات ہیں اور ان کی ساعت بھی واقع
ہوگئی۔ اور ایک ساعت کبریٰ ہے جب کہ آسمان اپنے مقام پر نہ رہے گا اور نہ زمین اپنی جگہ پر
اور ساعت کے لغوی معنی ایک منٹ اور ایک گھنٹہ کے بھی آتے ہیں اور اس لفظ کا ہر جگہ ساعت کا اطلاق
ہوتا ہے جو وقت مقدر کیا ہے تو سائل نے مطلق ساعت کے متعلق سوال نہیں کیا کہ ساعت کیا ہے
بلکہ ارادہ اس کی تعیین و وقوع کا وقت معلوم ہو جائے۔ حضور نے اس کا جواب دیا کہ اس بات میں میں اور تم
عدم علم میں برابر ہیں یعنی جس طرح تم کو اس کے وقوع کا علم نہیں اسی طرح میں بھی اس کا وقت
نہیں جانتا تو معلوم ہوا کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں کہ کب واقع ہوگی سوائے اللہ تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ان اللہ عندہ علم الساعة۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں کہ قیامت کب آئیگی۔ آپ نے فرمایا کہ
ہاں اس کی علامات کچھ بتلا سکتا ہوں چنانچہ سائل نے امارات (علامات) کا سوال کیا اور آپ نے بتلادی۔
نیز آگے تم علامات قیامت کے بیان میں بہت سی علامات اس کے علاوہ پڑھو گے تو اس سے
معلوم ہوگا کہ اس حدیث پاک میں علامات کو منحصر نہیں کیا گیا بلکہ نمونہ کے طور پر آپ نے کچھ بیان فرما دیں

2 نیز بعضے لوگوں نے قیامت کے وقوع کی تعیین کی ہے مگر وہ سب تخمینا ہے ۔ علامہ سیوطی نے 11/24
اپنی کتاب الکشف میں ایک قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار سال بعد
قیامت واقع ہوگی لیکن خود علامہ نے اسکی تردید کی اور لکھا کہ یہ صرف اندازہ ہے ایسا
نہیں ہوگا پھر لکھا کہ الیواقیت کا اندازہ یہ بیان فرمایا کہ ایک ہزار کے بعد پانچ سو سال جب تک
گزر جائینگے تب قیامت واقع ہوگی مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی صرف اندازہ ہے

دوسری نشانی حضور نے جو علامت بیان فرمائی ان تلد الامۃ ربتھا ترجمہ یہ کہ جنیگی باندی 11/25
اپنے رب کو ۔ ربتھا میں تاء وحدت بڑھا دیا اصل لفظ رب ہے اور رب کے معنی مربی، سردار، خاوند
حاکم کے ہیں ۔ اس علامت کے تین مطلب علماء نے بیان فرمائے اول یہ کہ اس سے اشارہ ہے
عقوق کیطرف یعنی نافرمانی کثرت سے ہونے لگیگی باندی یعنی عورت سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ
اسپر حکمرانی کرنے لگا گویا وہ لڑکا نہیں بلکہ اسکا سردار اور حاکم ہے جو اسنے اپنے بچہ کو نہیں
جنا بلکہ اپنے سردار کو جنا ۔ دوم یہ کہ ام الولد کی کثرت سے بیع کیطرف اشارہ ہے جو ناجائز ہے
ہمارے امام صاحب کے نزدیک ناجائز ہے اور اشارہ اسطرح پر ہوا کہ جب ایک شخص اپنی ام الولد کو
فروخت کرگیا پھر اسکو دوسرے شہر والے نے فروخت کرگیا تو اسیطرح فروخت ہوتا ہوتا وہ اسی
لڑکے کے پاس آجائیگی جسکو اسنے جنا ہے جب لڑکا اپنی ماں کو خریدلیگا تو وہ سردار بن جائیگا تو
ایسی صورت میں گویا اسکی ماں نے اپنے رب سردار کو جنا ۔ سوم یہ کہ بیبیاں اور باندیوں کی کثرت کی
طرف اشارہ ہے کہ اتنی بیبیاں ہونگی کہ اسمیں اپنی لونڈی کیساتھ ایسا معاملہ کریگی جیسا کہ
خاوند اپنی بیوی کیساتھ تو گویا وہ لڑکا خاوند جیسا معاملہ اپنی ماں کیساتھ کرنے لگا تو گویا کہ
اپنے لڑکے کو نہیں بلکہ اپنے خاوند اور مولا کو جنا ۔ یہ حال تینوں مطالب کا خلاصہ صرف یہ نکلا
کہ لوگ دین سے دور ہو جائینگے اور ایسے افعال صادر ہونگے جو شرعا و عقلا مذموم ہیں جنکا
تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ الحفاۃ حافی کی جمع برہنہ پا العراۃ عاری کی جمع برہنہ بدن 11/25
العالۃ نہایت فقیر رعاء الشاء رعاء جمع راعی کی چرانے والا اور شاء جمع شاۃ کی بکری
اور رعاء الشاء سے مراد ہے بڑھنا کیا عرب میں سب سے کم درجہ کا مال بکری کا اور عمدہ درجہ کا
مال اونٹ شمار ہوتا ہے تو نہایت ہی ذلیل بیان کرنا مقصود ہے یتطاولون کے معنی 11/25
تفاخر کرنے ہیں یعنی تکبر کریں اور کم درجہ کے آدمی بڑے بڑے مکانات بنائیں گے مگر صرف بنانا
غلط نہیں بلکہ بنانا تو ضرورت کیوقت جائز ہے مگر بنانے کیساتھ اسپر تفاخر کرنا
یہ معیوب چیز ہے کیونکہ اسکو اپنی حالت کا خیال پیش نظر رکھنا چاہئے اور مکانات کو بنانے کو

11/25 نہ پہنچے گو اور آج الحمد للہ اسکو دولت دین تو بجائے اسکے اگر کسی فقیر سے اور نافقری کا شکر ادا کریں 2
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ فرزند کا شخص چلا گیا اور میں ٹھہرا رہا ملیّاً اسکی تفسیر
ایک تو زمانہ طویل ہے تو ہے اور دوسری مختلف طویل کہ پس تو یعنی اسکے جانے کے بعد تھوڑی دیر میں
حضور سے مل سکا یا یہ کہ ایک طویل زمانہ تک ٹھہرا رہا اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے
کیونکہ ابو داؤد اور نسائی کی روایات میں فلبثت ثلثة ایام آیا ہے اور تین ایام زمانہ
طویل ہے تو گویا زمانہ تک بعد حضور سے ملاقات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر کیا تم کو
11/26 معلوم ہے یہ سائل کون تھا میں نے کہا کہ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ کہ اللہ اور اسکا رسول ہی
زیادہ جانتا ہے اور یہ صحابہ کرام کی عام عادت شریفہ تھی کہ وہ حضور کی کسی بھی بات کے سوال
پر ہمیشہ یہی فرماتے کہ ایسا تو تادباً کیونکہ استاد اور اپنے بڑے کے سامنے فوراً سے جواب دینا
بے ادبی ہے۔ اور دوسری بات یہ ملحوظ رہتی تھی کہ اگر حضور سے جواب دیں تو ہو سکتا ہے
کہ کوئی نیا جواب دیں یا علاوہ اسکے جو ہمارے پاس ہے کیونکہ انکا مقصد دین سیکھنا اور
علم میں زیادتی مقصود رہتی تھی تو پھر عمل حضرت ابن عباس کا کرنا اچھا اور نئی بات
معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے تمہارے پاس آئے تھے تاکہ یعلمکم
دینکم تمہیں تمہارا دین سکھا دیں۔ ایک بات قابل غور ہے کہ حضور نے جبریل کو تین چیزیں
بتلائیں ایک اسلام دوسرے ایمان تیسرے احسان مگر آخر میں فرمایا کہ یعلمکم دینکم تو ان تینوں
اجزاء پر دین کا اطلاق فرمایا تو معلوم ہوا کہ دین ان تینوں کا مجموعہ کا نام ہے۔ بس یہ حدیث
پاک تو ختم ہو گئی لیکن بعض روایات میں کچھ سے تھوڑی زیادتی بھی ہے اب حدیث میں لفظ
11/27 فی خمس آیا ہے اسکے متعلق میں اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ اسکا تعلق سکون الارض
سے ہے اور متعلق محذوف ہے سکون الارض مستقر ہیں فی خمس الخ یعنی رب کے کہنے سے
سے بچا ہوا ہے زمین پر مستقر رہتے اور ان پانچ باتوں میں غور و فکر کیجئے جن کا علم اللہ
کے علاوہ کسی کو نہیں۔ اور بعض نے اسکا تعلق اعلم سے ٹھہرایا ہے ما المسئول عنها باعلم من
السائل میں ہے کہ سائل سے زیادہ علم ان پانچ میں محصور نہیں ہیں پھر آپ نے پڑھا ان
اللہ عندہ علم الساعۃ الخ الی آخرہا میں وہ پانچ چیزیں مذکور ہیں۔ اب یہاں بات یہ بھی
قابل غور ہے کہ ایسی کیا تعلیم کہ حضرت جبریل کو یہیں منتقل کیا خود حضور کیوں نہ بتلا دیا
تو ہو سکتا کہ ایک جواب تو یہ ہے کہ حضور کی ہیبت صحابہ کرام پر غالب رہتی تھی یعنی اتنی
ان کو ہمت نہیں تھی کہ پوچھ سکتے کہ اسی وجہ سے وہ دین کے مسائل کا پوچھنے سے ڈرتے تھے

2 11/27

تو صحابہ نے جب اس اعرابی کو اس طریقے سے دیکھا تو حضور خود ہی سوال کا جواب دیتے رہے۔ درمیان
میں یہی شکل ہو سکتی تھی کیونکہ جب آپ صحابہ سے فرماتے تم مجھ سے پوچھو تو بے تکلفی خوب بڑھی اور قریب تھا
سوالات سے منع ہو گیا تھا جب قرآن نے اس سے منع کیا کہ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم اور
پھر صحابہ پر وہی ہیبت طاری ہوئی اور کوئی بات نہیں پوچھتا تھا پھر جبرئیل آئے کہ حضور سے جو جانتے
تو جبرئیل کو ذریعہ بنایا کہ منکشف کرے گویا یہ اس طرح ہو جیسا ارادہ کیا گیا کہ جبرئیل سوالات اور حضور
فرشتہ کے مطابق سوال و جواب کا سلسلہ رہا حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے ایک
دن اچانک وارد ہوا ہم پر ایک ایسا آدمی جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور جس کے بال سخت سیاہ
تھے نہیں دیکھا جاتا تھا اس پر سفر کا نشان نہ اس کو ہم پہچانتے تھے اور نہیں پہچانتا تھا اس کو
ہم میں سے کوئی یہاں تک کہ بیٹھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ملا دیا اپنے گھٹنوں کو
آپ کے گھٹنوں کے ساتھ اور رکھ دیا اپنے ہاتھوں کو آپ کے زانو پر یا اپنی رانوں پر اور کہا اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبر دو مجھ کو اسلام کے متعلق۔ فرمایا آپ نے اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے اس بات
کی کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ادا کر تو نماز کو
اور دے تو زکوٰۃ کو اور روزے رکھ رمضان کے مہینے کے اور حج کر بیت اللہ کا اگر طاقت رکھے تو
بیت اللہ کی طرف راستہ چلنے کی۔ کہا اس شخص نے سچ فرمایا آپ نے۔ پس تعجب کیا ہم
نے اس پر کہ وہ سوال بھی کرتا تھا اور تصدیق بھی کرتا تھا۔ کہا اس شخص نے خبر
دو مجھ کو ایمان کے متعلق۔ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے
رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور تم تقدیر پر اس کے خیر و شر پر ایمان لاؤ۔ کہا اس شخص نے سچ کہا
فرمایا آپ نے۔ کہا اس شخص نے خبر دو تم احسان کے متعلق۔ فرمایا آپ نے کہ عبادت کرو اللہ کی اس طرح
کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ کہا اس شخص نے
خبر دو تم مجھ کو قیامت کے متعلق۔ فرمایا آپ نے نہیں ہے وہ شخص جس سے سوال کیا گیا زیادہ
جاننے والا سائل سے۔ کہا اس شخص نے خبر دیجئے مجھ کو اس کی علامات کے متعلق۔ آپ نے فرمایا کہ جنے
باندی اپنے رب کو اور یہ کہ دیکھو تم ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس بکریاں چرانے والوں کو کہ فخر
کریں گے وہ اونچی عمارتیں بنانے میں۔ فرمایا حضرت عمر نے پھر وہ شخص چلا گیا اور میں ایک عرصہ تک
ٹھہرا رہا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عمر جانتے ہو کہ کون تھا سائل۔ میں نے کہا اللہ اور
اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا آپ نے یہ جبرئیل علیہ السلام تھے آئے تھے تاکہ سکھائیں تم کو تمہارا دین

2 سکھلانے آئے تھے ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے لیکن ابو ہریرہ نے کچھ اختلاف کیا ہے تو ۔ اور اس روایت میں یہی 11/27

قصہ ہے جب تو دیکھے برہنہ پا برہنہ بدن گونگے بہرے کو زمین کا بادشاہ ۔ اب حال میں [illegible] نفر ان

دور ہو گا کہ پانچ ایسی چیزیں ہیں جن کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا پھر پڑھا آپ نے آیت ان

اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور [illegible] سکھانے دین [illegible] کو الخ

4 **وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی الخ** 12/1

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۔ اس سے پہلی حدیث میں حضرت عمر کی تھی جس میں اسلام اور ایمان کی حقیقت کو اول موجود ہے کہ تفصیلاً بیان فرمایا تھا اب چونکہ غیر محسوس کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھایا جانا کہ سمجھانا سہل ہے تو اس حدیث میں ایمان کو جو غیر محسوس ہے ایک محسوس کے ساتھ تشبیہ دی نیز اس حدیث میں اسلام سے وہ اسلام مراد نہیں جو ایمان کا مقابل ہے جیسا کہ اول میں معلوم ہو چکا کیونکہ ان دونوں میں تو ارادہ ہوتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ علاقہ [illegible] ہے اور یہ بھی حدیث سے بھی ثابت ہوتا معلوم ہوا ۔ مگر یہاں اسلام سے پورا اسلام لینا اور دین مراد ہے جس میں اسلام اور ایمان و احسان سب داخل ہیں ۔ یہاں پر اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح ہر خیمہ کے لئے پانچ ستون ہوتے ہیں ایک درمیان میں اور چار ہر چار کونہ میں اسی طرح اسلام بھی ایک خیمہ ہے اور اس کا بیچ کا ستون شہادۃ اور چار ستون نماز زکوۃ روزہ حج ہے ۔ اب اگر کسی خیمہ کا درمیانی ستون نہ رہے تو اس خیمہ کی بنیاد ہی قائم نہیں رہ سکتی تو اسی طرح بغیر شہادۃ کے اسلام بھی نہیں رہ سکتا اور جس طرح چاروں ستونوں میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے اس خیمہ میں نقص اور کمزوری ہو جاتی ہے اسی طرح ان چاروں عبادتوں میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے اسلام میں نقص اور کمزوری پیدا ہو جائیگی ۔

ایک قصہ بیان کیا گیا ہے فرزدق ایک مشہور شاعر ہے کسی جنازہ میں شریک ہوا اور ان میں اہل بیت بھی موجود تھے انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اعداد [illegible] اس دن کے لئے تو نے کیا تیار کیا ہے جواب دیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الخ اہل بیت نے کہا یہ تو ایک خیمہ کی طرح ہے اس کے بقیہ ستون کہاں ہیں

خمس یعنی اور روایت میں خمسۃ ہے خمس کی صورت میں خصائل اور قواعد کو محذوف مانیں گے اور دوسری صورت میں اشیاء محذوف مانیں گے شہادۃ ان لا الہ الا اللہ لفظ شہادۃ پر تینوں حرکتیں 12/2
آ سکتی ہیں رفع اس وجہ سے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگی ای احدہا اور نصب اس وجہ سے کہ فعل یعنی محذوف مانیں گے اور جر اس وجہ سے کہ بدل ہو جائیگا خمس کا ۔ سب سے پہلی ان پانچ چیزوں

میں سے شہادت کو بیان فرمایا یہی اسلام کی اصل چیز ہے اور نہایت نازک چیز ہے ایمان باللہ
ورسالت کا اور اس کا تعلق بھی اعضاء میں سے ایک ایسے عضو سے ہے کہ جو سب سے نازک ہے اور وہ
قلب ہے اور نہایت ہی نازک شئ ہے ایک ذرا سا ہوتا ہے اسی طرح پھر ارشاد ہے الخ سب سے پہلا موقوف ہے ارادہ پر
اور ارادہ قلب سے ہوتا ہے تو پھر جیسا ہو ایمان اور پھر جیسا ہو اگر ہے اعضاء ان کا تعلق بھی قلب سے
ہوتا ہے دوسری چیز جس پر اسلام کی بنیاد ہے وہ یہ ہے واقام الصلوۃ نماز کا قائم کرنا تیسری چیز زکوۃ
کا ادا کرنا چوتھی چیز حج کا ادا کرنا پانچویں چیز رمضان شریف کا روزہ رکھنا تو حضور نے ان چاروں عبادتوں
کو بنیاد قرار دیا ہے علاوہ یعنی کی وجہ انحصار بیان فرمائی کہ تمام عبادتیں کیونکہ جو احکام تکلیفیہ
بندے پر عائد ہوتے ہیں وہ یا تو ترک کے باب سے ہوں یا افعال میں سے اگر ترک ہے تو روزہ ہے اور اگر
کیونکہ وہ بھی شعور اشتہاء سے رکنا اور ترک کا نام ہے اور یا وہ فعل کے قبیل سے ہوں گے یا
دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا تعلق انسان کے بدن سے ہوگا یا نہیں اگر انسان کے بدن سے ہے تو نماز
یا بدن سے نہیں ہے بلکہ اس کے مال سے ہوگا تو وہ زکوۃ اور جو دونوں سے مرکب ہو وہ حج ہے ایک نکتہ یہ کہ اور
یہ بھی حکمت اللہ کی مختلف صفات ہیں انہیں سے ایک صفت جمال اور دوسری صفت جلال ہے تو
ان چاروں میں سے دو تو مظہر ہیں صفت جمال کا اور دو مظہر ہیں صفت جلال کا نماز اور زکوۃ تو
مظہر ہیں صفت جلال کا جس طرح کوئی بیٹھا ہو دربار اور ہر ایک آدمی ہو تو اس کے سامنے نہایت ادب
سے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں تو یہی حال بندے کا نماز میں ہوتا ہے اور نہایت عاجزی
اور انکساری وہ نماز میں دکھاتا ہے اور اس کی بڑائی تسبیح و تحمید کرتا رہتا ہے جس سے صفت جلال
ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اپنے مال کو خرچ کرنے کا حکم دیا تو اس کے جلال سے ڈرتے ہوئے بندہ اپنا
محبوب مال خرچ کرتا ہے یعنی زکوۃ دیتا ہے اور روزہ اور حج یہ دونوں مظہر ہیں صفت جمال کا
جس طرح عاشق اپنے عشق میں آکر اور محبوب کی فراق میں کھانا پینا سب ختم کر دیتا ہے اور وہ اس
ایک کی دھن رہتی ہے تو یہی حال روزہ دار کا ہے اسکو نہ کھانے سے غرض نہ پینے سے کوئی اس سے
بات بھی کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے انی صائم غرضیکہ ایک کیفیت عشق و جمال کی نمایاں رہتی ہے اور یہی
حال حج کا ہے اس وقت فراق حد سے بڑھا تو محبوب کے مکانات اور دیار کی زیارت کا شوق دل کو
لگا اور اپنے رشتہ دار و عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر ایک محبوب کی یاد میں نکلا اور جوں جوں
دیار قریب آتا گیا شدت عشق ہوا اسکا شوق حد سے تجاوز کر گیا حتی کہ اب اپنے کپڑے بھی اتار دئے
اور صرف ایک چادر ستر کے لئے اور دوسری بدن پر ڈال لی ننگے سر نہ ناخن کاٹتا ہے نہ بال منڈواتا ہے
نہ خوشبو لگا سکتا ہے غرضیکہ ایک مجنون سا ہو کر لبیک پڑھتا ہے اور زبان پر محبوب کا نام اور اپنی حاضری کا

4 لبیک اللّٰہُم لبیک کا نعرہ لگاتا ہے اور جب محبوب کا گھر نظر آیا اور دل نثار ہو گیا تو اب سجدوں سے جا کر 12/2
اسکو بغل گیر کرتا ہے اسکے در و دیوار کو چوم چوم کر تسلی دیتا ہے اور مستانہ وار اسکا چکر لگاتا ہے
غرضکہ اس منزل پر وہ عشق کی انتہا کو پہونچتا ہے تو یہ پانچوں عبادتیں جمال کا مظہر ہیں ۔

اب حدیث کا ترجمہ سنئے ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا زکوۃ دینا اور حج ادا کرنا اور رمضان کے روزے
رکھنا (اس حدیث پر اتفاق کیا بخاری و مسلم نے) ——

5 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون الخ 12/3
ابوہریرہ تصغیر ہے ہرہ کی اور ہریرہ بلی عجیب چیز ہے بیان کیا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی مٹی میں
اللہ نے حکم دیا کہ اس میں تمام کل نفوس جمع کیا اشیاء کہ ہر چیز کا جزو داخل کر دو اس میں حیوانات
کے بھی ہر قسم کے جزو داخل کئے گئے جب ان جانوروں نے اپنے میں شیر کو بھی دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے شکایت
کی کہ یہ تو ہم سب کو ختم کر دیگا اس سے بچنے کا سبب پیدا فرما تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا اور یہی
وہ سبب تپ یعنی بخار ہے جو دنیا میں آیا اس سے پہلے یہ بیماری کسی کو نہ تھی لیکن وہ بیچارا شیر
ہمیشہ مردہ سا پڑا رہتا تھا اسکے بعد جب لوگوں نے اسکے اندر چوہے کو دیکھا اسی میں نقصان پہونچایا
تو انہوں نے اس سے یہی امن کی درخواست کی اور وقت شیر کو ایک چھینک آئی اور بلی پیدا
ہوئی تو اسکو شیر سے بچنا سکھا ہے اور بلی نے چوہے کو کھانا شروع کیا تو اس سے بلی کی حقیقت
معلوم ہوگئی ہوگی ۔ اب یہ بلی کی کنیت ابوہریرہ کیوں ہوئی وجہ اسکی یہ ہے کہ ہریرہ تصغیر ہے ہرہ کی
چونکہ آپکے پاس ہمیشہ ایک چھوٹی سی بلی رہتی تھی اس وجہ سے آپکو ابوہریرہ اس صاحب ہریرہ کہا
گیا اب آپکے اصلی نام کی بابت اندر مختلف اقوال ہیں بعض نے عبداللہ کو بتلایا اور بعض
نے عبدالرحمن کہا اور بعض نے کہا اسلام لانے سے پہلے کنیت ابوہریرہ آپکی ہے اور انہیں جیسی
مختلف ہے بعض نے پر عتبہ ہوگا اپنے ابوہریرہ کہا اور والد نے بھی دیکھکر ابوہریرہ پکارا
اور بعد اسلام کے کنیت کیلئے مشہور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جانوروں کی طرف نسبت بھی جائز ہے
چنانچہ کئی صحابہ کی کنیت ابو بغیر ہے یہ حضرت علی کی کنیت ابو تراب ہے تو کسی چیز
تعلق یا نسبت کیوجہ سے بھی بعض مرتبہ کنیت رکھ دیتے ہیں یہ عرف اور بلا وجہ نام سے بھی جانوروں کی
اور بعض مرتبہ اوصاف کے اعتبار سے بھی کنیت ہوتی ہے چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ
ناراض ہوکر چلے گئے تھے مسجد میں تو حضور آپکو تلاش کرتے ہوئے تشریف لے گئے اور آپکو دیکھا مٹی میں لیٹے

5 ہیں تو فرمایا کہ فہم یا ایمان ثریا پر ہو تو انکی کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصلی نام ہی میں بہت اختلاف ہو گیا 12/3
حافظ ابن حجرؒ نے انکے نام کے متعلق ۳۸ قول نقل کئے ہیں اور بعضوں نے اس سے بھی زیادہ نقل کئے ہیں لیکن مشہور یہ
ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انکا نام عبد شمس اور زمانہ اسلام میں عبد اللہ یا عبد الرحمن تھا قبیلہ دوس سے تعلق تھا
اور یہی کثرت سے روایات کرنے والے ہیں چنانچہ اسی پر کئی لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو سب سے پہلے
ایمان لائے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے اسی طرح حضرت عمر حضرت عثمان ہیں حضرت علیؓ بچپن سے مسلمان ہو گئے
تھے اور دوسرے صحابہ کبار میں کوئی بھی اتنی روایات نقل نہیں کرتا جتنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے مروی ہیں تو اس اعتراض کا جواب انہوں نے خود دیا کہ اہل مدینہ میں آپکے پاس دو قسم
کے لوگ تھے ایک مہاجر اور ایک انصار - انصار تو اپنی زراعت میں لگے رہتے تھے اور جب وقت ملتا آ کر
استفادہ کر لیتا اور مہاجر یہ حضرات اپنی اپنی تجارت میں مشغول رہتے تھے اور جب انہیں وقت ملتا
حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دوسرے شخص سے یہ معاملہ طے کر لیا تھا کہ
ایک دن میں حضور کی خدمت میں جاؤنگا اور تم چھٹی اور اس دن کی تمام کی تفصیلی حال بتاونگا اور ایک دن
تم جانا اور میں تفصیلی حال پوچھ لونگا اور جو کچھ علم تم سنتے ہو مجھکو بتلا دیا کرنا اور حضرت ابو ہریرہؓ
فرماتے ہیں کہ نہ میری تجارت تھی نہ زراعت بلکہ حضور کے قدموں میں رہتا تھا اور جو کچھ آپ
ارشاد فرماتے اسکو میں حفظ کر لیتا اسی بنا پر اکثر محدثین نے فرمایا کہ تمام میں سب سے زیادہ احادیث کا
ذخیرہ ہی کا ارشاد ہے کہ «حفظت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعائین» یعنی میں نے حضور سے دو برتن
لئے ہیں ایک کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور اگر دوسرے کو میں پھیلا دوں تو مجھے ذبح کر دیا جائے میری گردن کاٹ
دی جائے - اول برتن سے مراد احادیث کا ذخیرہ ہے اور دوسرے برتن سے مراد وہ پیشین گوئیاں
ہیں جو حضورؐ نے آئندہ امور اور سلاطین وغیرہ کے متعلق کی تھیں یا تقدیر کے متعلق کچھ گفتگو تھی
بہرحال انکی خصوصیات کے لئے یہ بہت کافی ہے اور روایات کے نقل میں انکی امتیازی شان ہے ان کی
مرویات ۵۳۷۴ پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔

کل حدیث بو ہریرہ را شمار ـــــ ش ـــــ پنج الف و سہ صد و ہفتاد و چہار

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں
ایمان کو ایک درخت کیساتھ تشبیہ دی جسطرح درخت کے شاخ پتیاں تنا اور مقصود ثمرات
ہوتے ہیں ایسے ہی ایمان کی جڑ اور اصل تنا تو تصدیق ہے اور اسکی شاخیں حضور نے
بیان فرما دیں کہ ستر ہیں اور چونکہ افضل حصہ جڑ کا ہوتا ہے کیونکہ وہی اصل ہے اسی وجہ سے

5 آپ نے شعب ایمان کو اجمالاً ذکر فرمایا بضع وسبعون لفظ بضع بکسر الباء و بفتحہا دونوں طرح 12/3
منقول ہے اس کا اطلاق جاری ہے تین سے لیکر نو تک دس سے پہلے دس تک
اور بضع الفاظ ساٹھ کے عدد کا بھی استعمال ہوتا ہے اب یہاں پایا گیا وارد ہے بعض
لوگوں نے ستر کے ساتھ وارد کیا ہے کیونکہ بعض روایات میں بضع وسبعون آیا ہے مگر
روایات میں تعارض ہے بعض میں بضع ستون آیا ہے اور بعض میں بضع وسبعون آیا ہے
اور اس حدیث میں بضع وسبعون ہے اب اس تعارض کا ایک تو حل یہ کیا جاتا ہے کہ
یہاں تخصیص عدد کا نفی کا مفہوم مراد نہیں کہ ان سے زائد نہیں آپ ایک مرتبہ ستون فرمایا
تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی دوسرا جواب یہ کیا گیا کہ ممکن ہے
آپ کو پہلے ستون شعبوں کا علم ہوا ہو اس کے بعد اس سے زیادہ کا علم ہوا ہو تو پہلے
ستون فرما دیا اور بعد میں زیادہ۔ اور بعض لوگوں نے ستون والی روایت کو ترجیح دی
ہے کیونکہ ستون والی حدیث میں ضعف ہے ایک راوی کی وجہ سے اور بضع وسبعون
میں سند کے اعتبار سے کوئی ضعف نہیں ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعارض کا کوئی
مطلب نہیں کیونکہ ان کلام سے مقصود صرف تکثیر ہے چنانچہ اکثر کلام عرب میں عدد وغیرہ
کے ذکر سے مطلق تکثیر مراد لیتے ہیں جیسا قرآن پاک میں ہے ان تستغفر لہم سبعین مرۃ
تو یہاں سبعین سے مطلق تکثیر مراد ہے فافضلہا لا الہ الا اللہ فافضلہا پر جو 12/4
فا ہے اس کے اندر تین احتمال ہیں اول جزائیہ ہے اما مقدر ای ان الایمان ذو شعبا
فافضلہا الخ۔ دوسرا تفصیلیہ ہے کہ پہلے اجمالاً فرما دیا اور پھر افضلیت کے اعتبار سے
تفصیل فرما دی۔ تیسرا تفریعیہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افضلیت کے بعد لفظ قول
بڑھا دیا کیونکہ نفس لا الہ الا اللہ ایمان کا شعبہ نہیں ہے بلکہ وہ تو عین ایمان ہے مگر اس کا
قول شعبہ ہے وادناہا اماطۃ الاذی الخ اور ان شعبوں میں سے ادنیٰ تکلیف دہ چیز 12/4
کا راستہ سے ہٹا دینا ہے۔ اماطہ کے معنی ازالہ کے ہیں اور اذی سے مراد ہر وہ شی جو موذی الانسان
ہے جیسے کانٹا نجاست وغیرہ سب اسی میں داخل ہیں اور طریق سے مراد بھی عام راستہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ ایمان کی تکمیل موقوف ہے تعلق مع الحق اور تعلق مع الخلق پر تو چونکہ اس کی
ایمان کی حقیقت اور اس کو مثال سے واضح کر دیا تو اب اس کی تکمیل کو ایک اس حدیث میں
بیان کیا گیا اور وہ یہی کہ حق اور خلق کے تو تعلق ہو چنانچہ لا الہ الا اللہ میں تو تعلق مع
الحق کو بیان کر دیا اور اماطۃ الاذی عن الطریق میں تعلق مع الخلق کو ذکر کر دیا۔

5 حضرت شاہ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے اسکو دوسرے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ ایمان 12/4
کی تکمیل کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ اول تعظیم لامر اللہ دوم الشفقۃ علی خلق اللہ اور
یہی دو امر ہیں اس حدیث میں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طریق سے مراد نفس ہے اور اذی سے مراد
خواہشات نفس یعنی اخلاق رذیلہ تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایمان کی تکمیل اور کامل
مومن وہ شخص ہے جو شہادۃ دے اور رذائل اور برے اخلاق سے اپنے نفس کو بچائے۔

آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ الحیاء شعبۃ من الایمان اسکو خاص طور پہ کیا تعلق ہے اسکا 12/4
جواب دیا کہ یہ تمام اعمال کا داعی ہے اور جو دو چیزیں اس سے قبل مذکور ہیں وہ معلوم ہیں
اب رہ گیا یہ اشکال وارد ہوا کہ آپ نے حیاء کو ایمان کا شعبہ قرار دیا حالانکہ حیاء کافر میں بھی
پائی جاتی ہے اسکا جواب دیا حافظ ابن حجر نے کہ ایمان حیاء سے کامل اور صادق حیاء مراد ہے
اور حیاء صادق کافر میں نہیں ہے۔ حیاء کے معنی لغت میں شرم و احتشام کے آتے ہیں
اور اصطلاح میں ہے تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب بہ۔ علماء نے بیان فرمایا
کہ حیاء کی بہت سی قسمیں ہیں حیاء جنایت جیسے آدم کی حیاء۔ حیاء تقصیر جیسے
ملائکہ کی حیاء۔ حیاء اکرام جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء۔ حیاء حشمت۔ حیاء
استحقار۔ حیاء انعام۔ اب حدیث پاک کا ترجمہ سنئے:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان کے ستر شعبے ہیں جن میں سب
سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ کا کہنا اور سب سے ادنیٰ شعبہ تکلیف دہ چیز کا راستہ سے
ہٹا دینا ہے اور حیاء صادق بھی ایمان کا شعبہ ہے۔ اس پر اتفاق کیا ہے شیخین (بخاری و مسلم) نے

6 عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم ا 12/5
اس سے پہلے جو حدیث بنی الاسلام علی خمس حضرت ابن عمر کی گذری ہے اس سے تو حضرت عبد اللہ بن
عمر بن الخطاب مراد ہیں اور اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص مراد ہیں
اور عمرو کیلئے یہاں واو بڑھا دیا اور پہلی حدیث میں واو نہیں ہے۔ محدثین نے اگرچہ
حضرت ابوہریرہ کی روایات کو کثیر شمار کیا مگر حقیقتاً میں احادیث کی روایات میں آپ
بھی محتاط حیثیت رکھتے ہیں خود حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں تو حدیث کو صرف یاد
کیا کرتا تھا اور عبد اللہ بن عمرو نقل اور لکھ لیا کرتے تھے۔ حدیث میں المسلم پر جو الف لام
ہے یہ کمال کیلئے ہے جیسا کہ پہلے گذرا یعنی کامل مسلمان وہ رجل ہے جو ان صفات کے ساتھ
متصف ہو۔ اب اشکال وارد ہوتا ہے کہ آپ نے لسان اور ید کو تمام اعضاء میں کیوں

6 12/5

کیوں خاص کیا۔ دوسرے یہ کہ لسان کو ید پر کیوں مقدم کیا۔ سو وجہ یہ کہ لسان کی ایذا ہر وقت قول ہو یا نہ ہو [illegible]
اور ہاتھ کو جو ہے یہ کہ اکثر افعال کا تعلق اسی ید سے ہے باقی اعضاء سب ہیں اگرچہ افعال کا صدور
ہوتا ہے مگر وہ اتنی کثرت سے نہیں۔ دوسرے کا جواب یہ کہ لسان کو اس لئے مقدم کیا اور اثر
کا بنا پر ہے یعنی بہ نسبت ہاتھ کی لسان سے افعال کا صدور زیادہ ہوتا ہے تیسرا اگر کسی کو
ہاتھ سے اذیت و تکلیف دیں اور مار دیں اس میں تو یقینا زخم و درد گھنٹہ بارہ تک رہ کے ایسا ہو جائے
گا بخلاف زبان کے کہ وہ تمام عمر دل ہی میں رہے نکلتا نہیں سکتی۔ دوسری وجہ تقدیم
یہ ہے کہ ہاتھ سے عمل میں خود ہاتھ کو بھی تکلیف ہوتی ہے بخلاف زبان کے اس کو تکلیف نہیں
ہوتی۔ تیسری وجہ تقدیم یہ کہ ہاتھ سے تکلیف حاضر کو پہنچتی اور زبان سے حاضر و غائب
سب کو پہنچ سکتی ہے یہ کہ لسان اثر میں ہوتی اسی لئے تقدیم کیا بلحاظ [illegible] سے اس کی تکلیف
ہاتھ کی تکلیف سے بڑھی ہوئی ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

جراحات السنان لها التیام ⁂ ولا یلتام ما جرح اللسان

زبان کا زخم اچھا نہیں ہوتا اور ہتھیار اور نیزہ کا زخم اچھا ہو سکتا ہے۔ سوم کا جواب
یہ کہ قول نبی کی صورت میں آپ کے کلام مبارک میں جامعیت نہ رہتی کیونکہ اس صورت میں
وہ صورتیں نکل جاتیں کہ جن میں زبان سے تو تکلیف ہو جاتی مگر بغیر قول کے۔ یہاں تو
کسی کا منہ چڑا دیا تو اس سے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ قول نہیں پایا گیا۔ اسی لئے لسان
فرمایا اور یہ جمع مذکر ہے حالانکہ یہ حکم عورتوں کا بھی ہے۔ اس کا جواب النساء
شقائق الرجال عورتوں کو مردوں کا تابع قرار دیا گیا ہے اصول کی تصریح ہے [illegible]
ہے ضمن میں۔ اسی طرح مسلمان یہی باقی رہ جاتا کہ ذمی اور غیر مسلم کو بھی تکلیف سے محفوظ
رکھنا چاہئے حالانکہ حدیث کا مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اسلام کے تمام غیر مسلم کو ایذا
سے بچنا ضروری نہیں حالانکہ غیر ذوی العقول کیا بلکہ غیر ذوی الروح کو تکلیف دینے سے بھی منع
فرمایا گیا چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت کی بلی کی بخشش تھی کہ ہو یا اس کو پانی پلایا اور دوسری عورت کو
بلی کے عذاب [illegible] اور تکلیف دینے پر ہوا خود حضور کا ارشاد ہے [illegible]
[illegible] مسلمانوں کا قید کا [illegible] ہوا ہے جواب یہ قید [illegible] عن الغیر مقصود
نہیں بلکہ عرف زیادتی اہتمام و شرف کیوجہ سے مسلمان کو ذکر کر دیا اور وہ [illegible] ہیں چنانچہ
ایک دوسری روایت ابن حبان کی ہے کہ [illegible] المسلمون کی جگہ الناس کا لفظ آیا ہے اور
حقیقت میں تو ناس ہی کا لفظ بھی مراد تھا [illegible] ہے کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے ورنہ

12/5 وارد ہوئی ہیں تو سب ہی خواہ ذمی ہوں خواہ مستقل ہوں یا غیر ذمی اور غیر مستقل ہوں اس بات سے ایک شبہ 6
وارد ہوتا ہے کہ اس بات سے غرض یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے بھی انسان کو تکلیف
ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اذیت اس تکلیف کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرض صحیح نہ ہو اور یہاں پر
12/6 اعلاء کلمۃ اللہ غرض اعظم و اصح و ارفع موجود ہے **المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ** یہاں پر بھی
الف لام کمال کا ہے یعنی کامل مہاجر کا قول ہے۔ ہاجر باب مفاعلت سے آتا ہے اور اس کا خاصہ اشتراک
من جانبین ہے حالانکہ ہجرت میں ایسا اشتراک وغیرہ کچھ نہیں۔ اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ عاقبت
اللص کے قبیل سے ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ مشارکت یہاں پر موجود ہے یعنی جو آدمی ہجرت کر کے
اس چیز کو چھوڑتا ہے اسی طرح وہ چیز بھی مہاجر کو چھوڑ دیتی ہے۔ ہجرت کی بہت سی اقسام ہیں
جو فتح میں حدیث المعلقہ کتب الحدیثیہ میں مذکور ہیں انہی اقسام میں سے ایک یہ ہجرۃ ہے
جس کے معنی ترک معصیۃ اللہ ہے وہی یہاں مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ حقیقی ہجرۃ والے تو وہ
ہیں اسلام میں وہ لوگ جو اوامر و نواہی سے بچتے ہیں اگر چہ ان کو ہجرۃ من المکۃ الی المدینۃ یا
الی الحبشۃ نصیب نہیں ہوئی البتہ یہ ہجرت اگر ملے تو اس ہجرت سے زیادہ کمال کا درجہ رکھتی ہے
12/7 مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تھا کہ ای المسلمین
خیر تو آپ نے یہی جواب میں فرمایا۔ اور بعض روایات میں سائلین کا قول ای الاسلام کا لفظ ہے
ای الاسلام افضل تو دونوں میں العلماء سے پہلے مضاف محذوف مانتے ہیں ای اسلام المسلم
تاکہ جواب کا محل سوال کے مطابق ہو جائے۔ حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن
العاص سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کامل وہ شخص ہے
کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر کامل وہ شخص ہے جو ترک کر دے ان
چیزوں کو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ یہ الفاظ ہیں بخاری کی روایت کے۔ اور مسلم کی
روایت میں جیسا کہ ابن حجر نے تحقیق کی ہے ایک شخص نے سوال کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کون
سا مسلمان بہتر ہے آپ نے فرمایا وہ مسلمان جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچیں۔ ایک بات قابل
ذکر رہ گئی وہ یہ کہ حدیث پاک میں ید سے صرف یہ ید حسی مراد نہیں بلکہ ید کے معنی قبضہ کے
آتے ہیں لہذا اس میں وہ قبضہ بھی داخل ہو گیا جو کسی شخص کی چیز پر بغیر حق کے کیا جاوے
یعنی استیلاء علی حق الغیر بغیر حق۔ اس نکتہ سے لفظ ید کی جامعیت میں اضافہ ہو گیا۔

12/7 **عن انس رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی الخ** 7
حضرت انس رضی اللہ عنہ اجل صحابہ میں سے ہیں اور آپ کے خاص خادم ہیں۔ حضور نے آپکی عمر اور

7 اور عمر میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ انکی عمر ایک سو ۱۰۳ چار سال کی ہوئی اور اپنی اولاد در اولاد سے متعلق خود 12/7
فرماتے ہیں کہ ۸۰ اولاد کو میں نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہے اور جو زندہ ہوں گی انکا اندازہ ہی کیا
لگایا جا سکتا ہے ۔ اب ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس حدیث میں اور اسی طرح اسکی نظیر
جو احادیث آئینگی ان سب میں اصل ایمان کی نفی یا اصل شئی کی نفی مراد نہیں ہوگی بلکہ مراد کمال
کی نفی ہوتی ہے جیسے لا وضوء لمن لم یسم ۔ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وغیرہ وغیرہ جیسا کہ ماقبل
میں اب یہ گذر چکا ہے کہ تصدیق کے علاوہ جن جن چیزوں کا ذکر اجزاء ایمان میں فرمایا ہے وہ
سب کمال کے درجہ میں ہیں لہذا اسی کی نفی کی گئی ہے ۔ چنانچہ اس حدیث پاک میں بھی کمال
کی نفی ہے کہ نہیں مومن کامل ہو سکتا کوئی شخص جب تک میں اسکا محبوب اسکے والدین اور اولاد
زیادہ نہ ہو جاؤں ۔ اب علماء کرام نے اس میں اختلاف کیا کہ اس محبت کونسی مراد ہے ۔ محبت
کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی ایک عقلی ۔ طبعی کا مطلب تو یہ ہے کہ جیسے ماں باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو ماں باپ سے
ہوتی ہے کہ طبعاً ایک تعلق ہوتا ہے اور ایک محبت عقلی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ طبیعت اگرچہ اسکو
گوارہ نہ کرے مگر طبیعت پر عقل کو غلبہ دیکر عقل کے تقاضہ کے مطابق اس کام کو کیا جائے جیسے شریعت کی
جانب سے تمکو جہاد کا حکم ہے لیکن تمہارے والدین تمکو اس سے روکتے ہیں اور تمہاری طبیعت بھی
نہیں چاہتی کہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جہاد میں نکل جاؤں لیکن اسکے باوجود تم جہاد میں
چلے گئے تو یہ محبت عقلی ہے ۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ محبت عقلی کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات
کے مقابلہ میں اللہ کے اوامر اور اسکے نواہی کو ترجیح دے ۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہاں محبت
سے یہی محبت عقلی مراد ہے کیونکہ محبت طبعی ایک غیر اختیاری چیز ہے جبکہ ایمان صرف تصدیق کا نام
ہے محبت کو ایمان کا جزء قرار دینا صحیح نہیں اور خصوصاً ایسی محبت کو جو طبعی ہو غیر اختیاری ہو
البتہ بعض صوفیاء کرام نے یہاں اس محبت سے محبت طبعی مراد لی ہے اب اس صورت میں جمع اس طرح
ہو گی کہ ابتداءً تو محبت طبعی نہیں ہو سکتی لیکن ابتداءً تو محبت عقلی ہی رہیگی جب
اسکی عادت ہو جائیگی تو پھر وہی طبعی بن جائیگی کیونکہ جب معصیات سے اجتناب کر لیا اور اوامر
کا امتثال کر لیا تو یقیناً وہ عادت بن جائیگی اور پھر اس سے ایک تعلق ہو جائیگا جیسا کہ صحابہ
کرام جو اپنے بیٹوں اور بیویوں کو شوہروں کو سب چھوڑ کر آئے تھے اور انکو اول وہلہ میں کیا تاثیر
تھی لیکن آہستہ آہستہ جب حضور ﷺ نے انکو ہر بار اپنی طرف کھینچا شروع کیا تو انکو محبت عقلی آپ
ﷺ سے ہو گئی اور آہستہ آہستہ وہی محبت محبت طبعی بن گئی حتی کہ حضور ﷺ کے ایک ادنیٰ اشارہ پر
جان کا ماں باپ پر بھی جب حضور فرماتے تو ماں باپ میں پیچھے نہ پاتا مگر اسکو کوئی اپنے سے بڑا اور کوئی

7 یا ہو۔ حضور سے جتنا بھی جزو ایمان ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کو آپ سے محبت طبعی اور اعتقادی تھی۔ 12/7
رکھتا ہوں۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ محبت کے اسباب تین ہیں جمال، کمال، احسان۔ ان میں سے اگر جمال
کسی کا اندر پایا جائے تو اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے اور اگر کسی کی صورت حسین و جمیل ہیں اللہ
کسی شیخ کا اکتساب اندر کمال سے حضور علیہ السلام نے نظارہ فرمایا تو اس سے بھی لوگوں کو ایک محبت اور شوق
پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی پر کوئی شخص احسان کرتا ہے اگرچہ اس شخص میں نہ حسن و جمال ہے
اور نہ کوئی کمال ہے مگر پھر بھی رکھنے احسان کی وجہ سے اس کی طرف میلان اور تعلق ہو جاتا ہے
اب سوال یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر غور فرمائیے کہ اگر حسن و جمال پر نظر ڈالی جائے تو آپ
سراپا حسن و جمال تھے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور کے سامنے تھا اور چودھویں رات
کا چاند نکل رہا تھا تو میں کبھی آپ کو اور کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ آخر میں نے آپ کو اس سے زیادہ
پایا۔ آخر میں نے فیصلہ فرمایا کہ آپ کا چہرہ انور چاند سے بہت زیادہ روشن ہے شاعر کہتا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خود آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اخی یوسف صبیح و انا ملیح۔ اور یہ ہمارے بھائی یوسف صبیح تھے
اور میں ملیح ہوں اور ظاہر ہے کہ ملیح صباحت پر ملاحت کو فوقیت حاصل ہے تو یقیناً آپ
کا ذاتی حسن کیا ہوگا کہ دنیا کا اندر جتنا حسن ہے وہ نصف ہے اور نصف حسن تنہا
حضرت یوسف میں تھا اور حضور ان سے بھی فوقیت رکھتے ہیں تو آپ کے حسن کا تو ٹھکانا ہی کیا۔
کمالات پر اگر آپ دیکھیں تو آپ کے کمالات کا کوئی ٹھکانا نہیں بیان سے باہر ہیں۔ اسی طرح احسان
تو دنیاوی احسانات کی بھی انتہا نہیں اور اخروی احسان کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں۔ آپ نے عمر
میں کسی سائل کو لا نہیں کہا گویا کسی نے شعر کہا آپ کی زبان مبارک سے لا نہیں نکلا تو جو بھی کوئی
سائل آیا جو ہوا اسکو عنایت فرما دیا۔ یہ تو دنیاوی احسان ہوئے اور اخروی احسانات یہ ہیں کہ وکنتم
علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ اور ہم سب جہنم کے کنارے پر تھے تو آپ ہی کی ذات گرامی نے
ہم کو ایسے اس ذریعہ سے بچا کے ہم لوگوں کو محفوظ رکھا۔ قیامت میں اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے
دنیا کے اندر بھی امت کیلئے جتنی دعائیں ہو سکتیں مانگ لیں تو یہ سب تینوں چیزیں علی وجہ الاتم
آپ کے اندر موجود ہیں تو یقیناً آپ سے محبت عقلی یا محبت طبعی ہوگی۔ اب رہی یہ بات کہ حضور نے فرمایا
من والدہ وولدہ اب دیکھیں ان دونوں کی کیا تفصیل ہے جب لفظ الناس آ گیا ہے 12/8
رشتہ جو رہ گیا تو چونکہ والد کو ولد سے اور ولد کو والد سے زیادہ محبت اور تعلق ہوتا ہے تو
زیادتی کیلئے ایسے فرما دیا۔ اب یہ کہ بعض میں والد کا ذکر ولد سے مقدم ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ

والد کو ولد ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا اور اس حدیث میں والد کو مقدم
کیا گیا کیونکہ وہ سبب ہے ولد کے ظاہری وجود کا اس وجہ سے مقدم کر دیا۔ اسی لئے والد اور ولد کا ذکر
تو کر دیا جو لازم ہے والد سے بھی ولد ہی کا تعلق ہوتا ہے اسکا جواب دیا کہ والد منزلہ ہوتا ہے کیونکہ اصل ہے
اسکا ذکر ہے یہ عورتوں کا ذکر کی ضرورت نہیں کیونکہ انکو بھی ذکر کر دیا گیا ہے الناس و شامل الرجال۔
ذکور اصل ہیں کیونکہ ان سے حوا پیدا ہوئی تھیں۔ مرد منفق ہوتا ہے عورت منفق علیہ۔ مرد متبوع ہوتا
ہے اور عورت متبوع فیہ۔ مرد کو علویت کا درجہ حاصل ہے اور عورت کو سفلی مقام حاصل ہے
چنانچہ نص منصوص میں مرد اوپر عورت نیچے ہوتی ہے خود حضور نے انکو ناقص العقل والدین فرمایا
قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا ہے الرجال قوامون علی النساء مرد حاکم ہیں عورتوں پر مرد
اپنے مال کا مالک ہوتا ہے اور عورت صرف اسکے مال کی اپنے فراز(؟) میں اسکی حافظ ہوتی ہے
مالک کا درجہ بلند ہے محافظ پر غرضکہ ان تمام سے معلوم ہوا کہ مرد کا ذکر آ جانا عورتوں کا ذکر کی
ضرورت نہیں۔ اسکا جواب۔ قیل والد یعنی ذو ولد ہے جیسے تامر کا معنی ذو تمر۔ لابن کا
معنی ذو لبن اسی طرح والد کا معنی ذو ولد کا ہو گیا۔ اب اسکے اندر عورتیں بھی داخل ہو گئیں
حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب حضور نے اس حدیث کو نقل فرمایا تو میں نے کہا حضور آپ مجھ سب سے
زیادہ محبوب ہیں مگر میرے نفس سے یعنی مجھے اپنا نفس تو آپ سے زیادہ محبوب ہے لا واللہ اسکے بعد
آپ سب سے زیادہ محبوب ہیں آپ نے فرمایا لست بمومن تو مومن کامل نہیں اسکے بعد حضرت عمر نے
فرمایا تم آپ زیادہ محبوب ہیں مجھکو میرے نفس سے بھی اس وقت آپ نے فرمایا الآن یا عمر۔ سوال
قیل پہلے حضرت عمر کو محبت عقلی تھی اور اظہار حال کا جواب۔ قیل ہر شخص اپنی ذات کو سب سے زیادہ محبوب
طبعی سمجھتا ہے لیکن بعد میں آہستہ آہستہ آپ سے محبت طبعی ہو گئی ہو گی۔ سوال ایک بات جو حدیث
پاک میں قابل ذکر ہے۔ قیل والد اور ولد کا ذکر تمثیلاً ہے صرف اور مقصود تمام مخلوق ہے۔ والد کو مقدم ہیں
یعنی سب سے زیادہ محبت حضور سے ہو جائے نہ کہ ان کی محبت ہو اور نہ عزیز و اقارب کی صرف آپ سے ایسا
تعلق اور والہانہ محبت ہو۔ اب حدیث پاک کا ترجمہ سنئے:۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کامل مومن ہو سکتا
تم میں سے کوئی یہانتک کہ ہو جاؤں میں زیادہ محبوب اسکی طرف اسکے والد اور اسکے بیٹے سے اور تمام
لوگوں سے (اس پر اتفاق کیا شیخین نے یعنی بخاری و مسلم نے) اور پر حضرت عمر کے متعلق جو قصہ بتایا گیا اس میں ایک
توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عمر سے جب یہ ارشاد حضور نے بیان فرمایا تو وہ اس سے محبت طبعی سمجھے تو اس
وجہ سے اپنے نفس کو مقدم فرما دیا بعد میں خیال آیا کہ حضور کی مراد محبت سے محبت عقلی ہے تو یہ فرمایا
اپنے نفس سے زیادہ مجھکو آپ سے محبت ہے ۱۲

12/8 وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من کن فیہ وجد بہن حلاوۃ الا 8
اس حدیث پاک میں حلاوۃ ایمان کے حصول کیلئے تین چیزوں کو شرط قرار دیا اول اللہ اور اسکے رسول کی
محبت اسکے دوم کسی بندے سے محبت کرے تو محض اللہ کیلئے سوم کفر کی طرف لوٹنا اسکے
نزدیک ایسا ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ اب ثلث من کن فیہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ لفظ ثلث مبتدا واقع
ہے حالانکہ نکرہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ثلث پر تنوین تعظیم کی ہے جواب ۲ موصوف محذوف
ہے ای خصال ثلث اور موصوف صفت سے ملکر مبتدا۔ جواب ۳ ثلث موصوف من کن صفت اور
یہ مبتدا ہے اور من کان اللہ الخ خبر ہے۔ من کن میں کن وجد کے معنی میں ہے یعنی تین خصلتیں
جس شخص میں بھی پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوۃ کو ذریعہ پاسکتا ہے حلاوۃ کی دو قسمیں
ایک حسی اور ایک معنوی۔ علماء نے بیان فرمایا یہاں حلاوۃ سے حلاوۃ معنوی مراد ہے اور
حلاوۃ معنویہ کا مطلب ہے کہ استلذاذ الطاعات وتحمل المشاق فی الدین۔ یعنی عبادتوں میں ایک
قسم کی لذت اور مشقتیں دین کیلئے برداشت کرنا آسان ہو جائیں۔ حلاوۃ کا معنی لغت
میں شہد میں شیرینی کا ہیں اور اسی کو حلاوۃ حسی کہتے ہیں۔ بعض صوفیا کرام نے یہاں حلاوۃ سے
یہاں حلاوۃ حسی مراد لی ہے البتہ اسکا ادراک اہل کمال ہی کیا کرتے ہیں اہل باطن اسکو محسوس کرتا
ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے نہ اپنے قرۃ
عینی کیلئے اولاد کو فرمایا اور نہ مال نہ اور کسی ماکولات اور مشروبات کو بلکہ نماز کو فرمایا۔
اب یہ ایمان کا ثمرہ تھا تو میٹھا سے ہی ہوتی حلاوۃ کی تخصیص کیوں کی اسکا جواب دیا کہ یہاں پر
ایمان کو ایک سرسبز درخت کیساتھ تشبیہ دی اور پھلوں میں بہترین پھل وہ جو میٹھا
ہو تو اسکے مناسب چونکہ حلاوۃ تھی اسوجہ سے اسکو ذکر فرمادیا۔ دوسرا جواب یہ کہ حلاوۃ
میٹھا ہی مرغوب چیز ہے اسوجہ سے اسکو ذکر فرمادیا۔ ان تین چیزوں میں سے اول چیز آپ نے فرمائی
من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما اللہ اور اسکا رسول اسکے نزدیک زیادہ محبوب ہو 12/10
ان دونوں کے علاوہ سب سے۔ اسپر یہاں اعتراض وجواب ہوتا ہے۔ اب ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک
دفعہ ایک خطیب خطبہ دے رہا تھا شماس بن قیس تو خطبہ میں یہ الفاظ کہے الا انما من اطاع اللہ و
رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی حضور نے یہ سنکر فرمایا بئس الخطیب انت یعنی تو برا خطیب
ہے اسنے اللہ اور اسکے رسول کیطرف ایک ہی تثنیہ کی ضمیر لوٹا دی اسوجہ سے اسکو برا فرمایا اور اس
حدیث پاک میں آپ خود تثنیہ کی ضمیر لیکر اللہ اور رسول کی تعبیر فرما رہے ہیں اسکا علماء نے جو
جواب دیا ہے۔ اول یہ کہ حضور نے جس پر اعتراض کیا تھا خطبہ میں بیان فرمائی تھی یعنی وہ نئی شرح بیان تھی

8 اور حضور نے بیان جواز کیلئے ایسا فرمایا چنانچہ بہت سے افعال آپ سے ایسے دیکھے گئے کہ اُن کو فقہاء نے 12/10
مکروہ اور غیر مستحب اور خلاف سنت سے تعبیر کیا حالانکہ خود حضور نے اس فعل کو فرمایا تو آپکا فرمانا
صرف بیان جواز کے لئے ہوا کرتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ مقام خطبہ تھا تفصیل کا مقام تھا مگر اس نے اجمال
سے کام لیا اس وجہ سے آپ نے نکیر فرمائی۔ سوم وہاں پر تسویہ کا احتمال تھا دونوں کی معصیت کو یکساں کہے
اور اس موقع پر تسویہ کا احتمال نہیں ہے تو گویا منشا یہ ہے اس وجہ سے فرق ہو گیا چہارم یہ کہ وہم ہوتا
تھا کہ غوایۃ دونوں کی معصیت پر مرتب ہو گی اگر صرف ایک کی معصیت ہو تو گمراہی نہیں حالانکہ
ایک کی معصیت اور نافرمانی بھی غوایۃ کا سبب ہے۔ پنجم متکلم اپنے کلام کی تعمیم میں داخل ہوتا
ہوتا چنانچہ اسی لئے بھی میں آپ داخل نہیں ہیں۔ ششم یہ منشا ہے کہ یہی پہلے آپ نے منع فرمایا اور
اسکے بعد پھر جائز قرار دیا۔ جو اس شخص کے بیان میں پایا گیا اور اس سے معلوم ہوا کہ ایک کی معصیت
ایسا ہے کہ اس کی تفصیل مقصود نہیں ہے۔ رسول کی معصیت سے اللہ کی معصیت اور اللہ کی معصیت
سے رسول کی معصیت لازم نہیں اس لئے کیونکہ اگر کوئی شخص اللہ کی ذات یا صفات میں کچھ عقیدہ خالص
رکھے مثلاً قدرت کا منکر ہے یا جو کچھ ہے میں اور اس کے متعلق کیا ہے میں وغیرہ وغیرہ تو ان سب صورتوں میں
اللہ کی معصیت ہوگی اور رسول کی معصیت نہیں ہوگی۔ ایسا ہی بعض دفعہ رسول کے متعلق غلط
عقیدہ رکھے مثلاً نبی کی نبوت کا انکار کرے یا آپکی نبوت کا انکار کرے یا آپ کے لئے علم غیب کا عقیدہ وغیرہ
ثابت کرے تو ان سب صورتوں میں رسول کی معصیت ہوگی اگرچہ اللہ کی معصیت نہیں۔ البتہ اطاعت
میں ایسا نہیں ہے بلکہ لازم ہے کہ اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی
اطاعت ہے تو جب اطاعت کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا تو معصیت کو بطریق اولیٰ ذکر کرنا چاہئے تھا۔
ومن احب عبداً لا یحبہ الا اللہ تخصیص مقصود ہے کہ یہ دوسری چیز ہے کہ محبت اللہ کے بندوں کی محبت ہی 12/10
اللہ کے حق رہے اس سے متعلق معیت اللہ اور رسول کی محبت کا تذکرہ تھا کیونکہ صرف ایک محبت سے کام
نہیں چلتا اگر کوئی صرف رسول سے محبت کرے اور اللہ سے محبت نہ ہو تو بیکار ہے۔ اسی طرح اگر اللہ سے
محبت ہو اور رسول سے نہ ہو تو یہ بھی تکمیل ایمان کے لئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہو تو میری اتباع کرو تب اللہ تم کو دوست رکھے گا لہٰذا یہ
بن سکتے ہیں۔ صرف اللہ سے محبت کافی نہیں بلکہ جو اللہ کے محبوبات ہیں ان سے بھی محبت ضروری ہے
تو محبت اللہ کی تکمیل موقوف ہے محبت ما یحبہ اللہ پر یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوبات سے بھی تعلق اور محبت ضروری ہے
انہی میں سے مخلوق ہے۔ انسان تمام کے تمام اللہ کے محبوب ہیں کیونکہ سب عیال اللہ ہیں اور ہر ذات
کو اپنی عیال سے تعلق اور محبت ہوتی ہے تو اس وجہ سے اس دوسری چیز کو ذکر کیا گیا مگر شرط لگا دیا

8 اللہ کیلئے ہونی چاہئے اپنی کسی غرض کیلئے دوستی نہ کرنا چاہئے جب اللہ کا کام اور دنیا اس سے محبوب ہونا علامۃ 12/10
ہو جاتا ہے گیا کہ جو شخص ایسا کرے یہ اللہ کی معرفت ہے اور اللہ کی جلال میں داخل ہیں اور اللہ کا محبوب بن جاتا
علم رسول کا ذریعہ ہے اگر تو رسول سے یہ تعلق کا فرق ہے تا کہ ذریعہ اللہ اور اسکے
محبوبوں سے تعلق اور محبت پیدا ہو اس لئے اسے بیان فرمایا اگر اندرون معلوم کرنا ہو تو معلوم ہو گیا ہوگا
یقین ہو کہ یہ دو چیزیں ایمان کی تکمیل کیلئے کافی نہیں ہیں کہ جب منافیات سے بچنا بھی تکمیل کیلئے ضروری ہے
سو اب اس منافیات سے بچنے کو ذکر فرماتے ہیں وعن یکرہ ان یعود فی الکفر الخ [illegible] 12/10
یہ ذکر کیا ایسا ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا عود کا صلہ فی نہیں آتا اسکا جواب
ایک تو یہ کہ عود بمعنی الی کا معنی میں ہے اسکو حافظ ابن حجر نے ترجیح دی اور پسند فرمایا کیونکہ یہ کلام
عرب میں کثیر ہے اور بعض نے عود میں تضمین کرنا ہو عود کے معنی میں لیا ان یرجع فی الکفر

ترجمہ:- حضرت انس سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین خصلتیں ہیں کہ جس
شخص میں پائی جائیں وہ خود وہ شخص ان تینوں کے ذریعہ ایمان کی شیرینی پا لے گا ایک وہ شخص کہ جو
اللہ اور اسکا رسول زیادہ محبوب اسکی طرف ان دونوں کے ما سوا سے اور دوسرا وہ شخص کہ محبت
کرے کسی بندے سے نہ محبت کرے اس سے مگر اللہ کیلئے تیسرا وہ شخص کہ ایسا ناپسند کرتا ہو کفر میں
لوٹنا بعد اسکے کہ نجات دی ہو اسکو اللہ نے اس سے جیسا کہ ناپسند کرتا ہے اسبات کو کہ ڈالا جائے
وہ نار میں (اسپر اتفاق کیا بخاری و مسلم نے)۔

9 الخ عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذاق طعم الايمان ص ۱۲/۱۱
حضرت عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں جو آپ کے چچا اور عمر میں آپ سے بڑے ہیں حضور کا ارشاد
نقل فرماتے ہیں کہ ایمان کا ذوق اور مزہ چکھنے کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں اول اللہ سے راضی
رہے باعتبار رب ہونے کے اور اسلام سے راضی رہے باعتبار دین کے اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم سے راضی رہے باعتبار رسول ہونے کے اور رضی کا معنی قناعت کے آتے ہیں یعنی صرف
اللہ کا رب ہونا پر قناعت کرتا ہو اور یہ سوچے کہ ہر چیز کا رب وہی اللہ ہے علاوہ اسکے کوئی نہیں
سو اسی کی عبادت اور اسکی بندگی کرے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صرف ربوبیت کو
اختیار کیا اسوجہ سے کہ انسان کو پیدا ہونے ہی سے رب کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ بچہ کو شکم
ہی میں اس رب نے جو شکم مادر کے اندر پالتا ہے پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو وہ خون کی غذا سے [illegible]
پرورش کا رب ہو گیا لقمہ بنتا جاتا ہے اگر یہ ذوق میں پیدا ہوا تو وہ مومن ہو گا اور تصوراتی
رب ہونے کو اسکے ذہن میں بٹھا لیا اور جو مسلمان ہوگا وہ اپنا حقیقی رب اللہ کو سمجھتا

9 نیز دین اسلام سے راضی رہے خود اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تحفہ اور شرف بخشا اور فرمایا کہ ان الدین 12/11
عند اللہ الاسلام یعنی حقیقی دین تو اسلام ہی ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اور
آپ کی رسالت سے راضی رہے یعنی جو امر و نہی ہیں ان سب پر اختیار اور اجتناب کرے۔ منہ

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چکھا ایمان
کا مزہ اس شخص نے جو راضی رہے اللہ سے از روئے رب ہونے کے اور اسلام سے از روئے دین ہونے کے
اور محمد سے از روئے رسول ہونے کے۔

10 وعن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ الخ 12/12
حدیث پاک میں والذی نفس محمد فرمایا کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سب کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی جان بھی اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ بھی اسی کی طرف محتاج ہیں دوسرے یہ کہ نفس محمد
فرمایا نفسی بغیر المتکلم نہیں فرمایا اور وجہ اس کی دو ہیں ایک تو یہ کہ صیغہ متکلم اور ضمیر متکلم لانا
آتا ہے ادعا کا جیسے انا اور ایک قسم کا کبر و عجب ہے بخلاف لفظ محمد کے وہ عاجزی کا ثبوت ہے
اور اس کے اندر بجائے ادعا اور عجب کے ایک قسم کی عاجزی کا اظہار ہے۔ دوسری وجہ یہ
ہے کہ اسمیں تجرید اعتبار کی گئی یعنی ذات کے اندر سے خاص اوصاف کمالات نکالے ہیں ان سے ایک اور
کہ نفس محمد ہو سکتا ہے اور آپ اس نفس محمد کی قسم کھا رہے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ قسم سے مقصود کلام کی تاکید ہوتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں جس قدر قسمیں کھائی
گئی ہیں سب سے مقصود کلام کا مؤکد کرنا ہے اکثر قرآن پاک میں تین قسم کی قسم کھائی
گئی فرمایا جسمیں رب کا پتہ چلتا ہے فورب السماء والارض انہ لحق دوسرے کہیں یہ کہ ذات کی قسم جیسے والشمس
ایک اور کہیں صفت کی قسم ہے۔ نیز فرمایا بیدہ۔ یہ متشابہات میں سے ایک ہے یعنی قبضہ
کا بھی اور ید کا معنی عضو مخصوص کا بھی ہے اور یہاں پر اس معنی کا مراد لینا جو دوسرا ہے یا
کیا؟ فرقہ مفوضین کہتا ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور ایک فرقہ والے کہتے ہیں کہ جیسے اللہ کی ذات
کا ادراک ہم سے نہیں ہو سکتا ایسے ہی ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کا قبضہ کیسا ہے بلکہ
ہم اس کے معنی کو تفویض الی اللہ کرتے ہیں جیسے اس کی ذات ویسا ہی اس کا ہاتھ وغیرہ ہیں
چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے کسی شخص نے پوچھا الرحمٰن علی العرش استویٰ میں استویٰ
کے کیا معنی تو آپ نے فرمایا کہ حقیقۃ استویٰ معلوم وکیفیۃ استویٰ مجہول سوال استویٰ کا بدعت ہے
یعنی استویٰ کے معنی ہم جانتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے اور علم میں لیکن اللہ کی تو اس استویٰ کی
کیفیت مجہول ہے اور اس قسم کے سوال کرنا بدعت ہیں۔ دوسرا فرقہ تاویل کا ہے

15

12/12 دوسری حدیث میں آیا ہے ایسے اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں [illegible] اور دوسرے معنی قبضہ و قدرت کا ہے جیسا
12/13 لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ کی ترکیب میں اختلاف ہے بعض لوگوں نے یسمع کو نفی میں
لیا ہے اور بعض نے لا کو زائد قرار دیا ہے اور بعض نے تاکید کے لئے کہا ہے جیسا قرآن پاک میں لا اقسم کا
حکم یا لا کو تاکید بیان کیا ہے اور بعض نے تفصیل کی ہے کہ لا یسمع خبر کا واحد ہے اور آیت میں
نفی کا معنی دیا ہے کہ لا یسمع بمعنی لا یسمعنی [illegible] کے معنی جماعت کا بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ
فرماتا ہے کان الناس امۃ واحدۃ اور امت کا اطلاق ایک ایسے شخص پر بھی ہوتا ہے جس
میں ایسا کمالات کا مجموعہ ہو جیسا کہ قال اللہ ان ابراہیم کان امۃ اور امت کا
دین پر بھی بولا جاتا ہے کہ قال ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ یعنی یہاں امت سے جماعت مراد ہے
پھر امت کی دو قسمیں ہیں ایک امت دعوت اور ایک امت اجابت۔ امت دعوت کا مطلب یہ ہے کہ
نبی نے جن تمام لوگوں کو دعوت دی خواہ وہ کافر ہوں یا یہودی یا اور کسی مذہب کے ہوں سب امت
دعوت کہلاتے ہیں اور جن لوگوں نے دعوت قبول کرلی وہ امت اجابت کہلاتے ہیں جیسا اہل
مسلمان۔ اس حدیث میں امت کو جو امت قرار دیا ہے سو یہاں امت دعوت مراد ہے کیونکہ آگے یہودی اور
نصرانی کا ذکر ہے جو امت دعوت میں داخل ہیں مگر امت اجابت میں داخل نہیں۔ من
ھذہ الامۃ میں لفظ من یا تو بیان کیلئے ہے یا تبعیض کیلئے ہے اور لفظ احد میں تعمیم ہے کیونکہ
نکرہ تحت النفی واقع ہے اور یہ جملہ عموم مقصود ہے تو آگے چل کر یہودی و لا نصرانی
ایسے تو یہودی نصاری کی تخصیص بیان [illegible] چونکہ یہ دونوں اہل کتاب ہیں اور ان کی کتب میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت [illegible] اور نبی رسالت کا ذکر ہے اور ان سب علم ان دونوں قوموں
کو ہے مگر چونکہ یہ لوگ [illegible] ہیں [illegible] یہ لوگ اصحاب نار میں سے ہوں گے تو دوسرے [illegible]
[illegible] حاصل ہے تو جو لوگ [illegible] ہیں وہ بطریق اولیٰ اصحاب
نار سے ہوں گے۔ تو غیر [illegible] ان دونوں کی تخصیص کی۔ یہودی [illegible]
[illegible] یہودی [illegible]
[illegible] حضرت موسیٰ [illegible] حضرت عیسیٰ [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت یعقوب [illegible] یہودی [illegible]
12/13 [illegible] یہودی [illegible] ثم یموت ولم یؤمن [illegible] حضرت
[illegible] الایمان [illegible]

10 تو وہ اس حکم سے خارج ہے کہ انہ من اصحاب النار۔ اور بعض لوگوں نے فرمایا کہ یہ بیان استبعاد 12/13
کا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ ثم اعرض عنہا۔ یعنی اس شخص سے
زیادہ ظالم کون ہوگا جس کے سامنے آیات اللہ بیان کر دیا گیا اور پھر بھی ایمان نہ لائے
تب اعراض کرے یعنی یہ بات عقلاً مستبعد ہے ایسے ہی اس حدیث پاک میں بیان فرمایا گیا اور
رسالت کو جو سنے اور پھر بھی ایمان نہ لائے اور مر جائے تو یہ بات عقلاً بعید ہے الا کان
من اصحاب النار۔ نیز یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لفظ کان ماضی کا صیغہ استعمال کیا 12/14
حالانکہ وہ شخص زمانہ مستقبل میں اصحاب النار سے ہوگا۔ ایسا عرب بقرینہ تحقق وقوع کی وجہ
سے بعض دفعہ صیغہ ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب اور آیت کی تفسیر یہ
ہوئی۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اس امت میں سے خواہ وہ یہودی ہو
یا نصرانی اور خواہ ان کے علاوہ کوئی بھی ہو میری بعثت اور رسالت کی خبر سنی لیکن وہ ایمان
نہیں قبول کرتا تو وہ اصحاب النار سے ہوگا۔ اس حدیث سے دو چیزیں سمجھ میں آگئیں اول
یہ کہ دین اسلام تمام ادیان سابقہ کیلئے ناسخ ہے کیونکہ اس حدیث میں نار سے نجات کا سبب
صرف آپکی رسالت کو تسلیم کرنا ہے لہذا جو شخص ادیان سابقہ میں سے ہے اور آپکی رسالت کا
منکر ہے تو وہ ناجی نہ ہوگا خود باری تعالیٰ کا قول اسکا موید ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام
کہ دین مرضی اور حقیقی دین جس پر نجات کا موقوف ہے وہ دین اسلام ہے۔ دوسرا اس حدیث
سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو لوگ وحدت ادیان کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں انہی میں سے
مولانا ابوالکلام آزاد بھی ہیں۔ یہ تمام لوگ وحدت ادیان کے قائل ہیں اور مطلب وحدت
ادیان کا یہ ہے کہ ہر شخص اپنے دین پر اگر تمام اصولوں پر عمل کرے اور اسی پر قائم رہے
تو وہ ناجی ہے مثال کے طور پر اگر یہود تورات پر عمل کریں اور نصاریٰ انجیل کے تمام اصولوں پر
عمل پیرا ہیں اور مسلمان قرآن پاک کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کریں تو ہر ایک کی نجات
ہو سکتی ہے دوسرے نبی پر ایمان لانا ضروری نہیں گویا کہ تمام ادیان نجات کے اعتبار سے ایک
ہیں اور ہر دین والا اپنے اصولوں پر رہکر ناجی بن سکتا ہے اور اسکی دلیل میں یہ آیت پیش
کرتے ہیں ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاریٰ من امن باللہ والیوم الاخر الخ
لیکن واضح رہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور نصوص صریحہ اس کے خلاف ہیں خود یہی حدیث کہ
میری رسالت کو مانے بغیر وہ شخص اصحاب النار سے ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ومن
یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ اب جو شخص غیر اسلام کو

10 | علاوہ کسی اور دین کا اتباع کریں تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور آخرت میں وہ خاسرین میں | 12/14

سے ہوگا۔ اب ان لوگوں نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا ضروری ہے عقیدہ یہ لوگ [illegible]

تمام انبیاء کا جو ہیں گو سب اپنے اپنے زمانے میں حضور کے زمانہ میں آ کر ان سب حضور کی اتباع

ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانے میں نبی حضور کی بھی اور ان کا اتباع

تھی اب ان سب کو ہمارے حضور پر ایمان لانا [illegible] ہے۔ اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوا

معلوم ہوا کہ حضور کی رسالت سے معلوم ہو کہ ایمان لانا نجات کیلئے ضروری ہے کیونکہ جس

شخص کو حضور کی رسالت اور بعثت کا علم ہوا پھر وہ ایمان نہ لایا تو وہ [illegible]

ابدی ہے وہ شخص جہنمی ہے اور وہ اصحاب نار سے ہوگا [illegible] ایمان لانا

ضروری ہے جبکہ ہمارے انبیاء پر ایمان لانا سب پر ایمان ہونا ہوگا اور اگر [illegible] ایمان

[illegible] اصحاب نار سے ہوگا۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ [illegible]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے نہیں سنے گا

میری رسالت کا خبر کوئی شخص بھی اس امت میں سے یہودی اور نصرانی پھر مر جائے اور حال

یہ ہو کہ ایمان نہ لایا میری اس [illegible] پر مگر ہوگا وہ اصحاب نار سے (رواہ مسلم [illegible])

11 | عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثة لهم اجران الخ | 12/14

راجع دلیل الفالحین [illegible] اجران ۱۲۵/۲ صفحہ

راوی کا نام ابی عبد اللہ بن قیس اور کنیت ابو موسیٰ ہے۔ اشعر ایک قبیلہ ہے اسکی طرف منسوب

ہیں۔ ثلثة موصوف اشخاص محذوف [illegible] یہ مبتدا ہے۔ اجران [illegible] ثلثة کی قید کیوں

[illegible] حضور کے [illegible] اور اب قرآن کا ذکر آیا ہے جو دو

اجر کا مستحق ہوتا ہے [illegible] ایک شخص [illegible] اسلام لایا [illegible] دو اجر

ہیں ایک نفس [illegible] کا دوسرا [illegible] کا۔ ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پڑھاتا ہے تو دو

اجر ہیں۔ ایک شخص خود پڑھتا ہے قرآن دیکھ کر تو بھی دو اجر ایک قراءت کا اور ایک النظر فی

المصحف کا۔ ایک شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اسکو بھی دو اجر ایک پڑھنے کا اور ایک

اس مشقت اور محنت کا جو اسکو اٹکنا پڑھنے پر ہوتی ہے یہی دو اجر ہے۔ ایک شخص پیدل جمعہ

پڑھنے جاتا ہے اسکے لئے دو اجر ایک جمعہ پڑھنے کا دوسرا پیدل سعی کرنے کا۔ جیسا کہ ان

ایک شخص [illegible] اور [illegible] ایک فرض کا ادا کرنا [illegible] صلی علی

جنازة [illegible] ایک صلوٰة کا دوسرا اسکے پیچھے چلنے کا اور یہ معلوم رہے کہ اور بہت سے

تو پھر اس میں حدیث کی کیا تخصیص ہے۔ اسکے دو جواب [illegible] یہ تخصیص عدد کی نفی کا فائدہ ہے

11 دو ہونا ہیں یا کرنا ۔ دوم ان تینوں کی اہمیت بیان کرنا کہ انکے لئے تخصیص فرمادی اگرچہ اور دوسرا 12/14
ثواب بھی ہوسکتا ہے ۔ رجل من اہل الکتاب آمن بنبیہ وآمن بمحمد ایک وہ آدمی جو اہل
کتاب میں سے ہے اور وہ اپنے نبی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ایک اجر تو اسکا اپنے
نبی پر ایمان لانیکی وجہ سے اور ایک آپ پر ایمان لانیکی وجہ سے ۔ اب اختلفوا فیہ کہ اہل کتاب
کون لوگ مراد ہیں ۔ عام نصوص سے یہ ہے کہ جہاں اہل کتاب کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو یہود اور
نصاریٰ مراد ہوتے ہیں چنانچہ بعض کا ارشاد ہے کہ یہاں پر بھی دونوں مراد ہیں اور بعض کا کہنا
صرف نصاریٰ مراد ہیں اور منشاء اختلاف یہ ہے کہ تورات منسوخ ہے یہودیت کیلئے یا نہیں یا
جو لوگ نسخ مانتے ہیں یعنی یہود ہونیکو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر یہود
کو منسوخ کیا جاتا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے حالانکہ
انکو پر ایمان لانا ضروری کہا گیا تھا لیکن ایمان ان پر نہیں لائے تھے وہ حضور پر ایمان لائے
تو دو اجر نہیں ہونا چاہئیں کیونکہ یہودیت تو منسوخ ہوچکی اور عیسیٰ کا انکار کردیا تو دو
اجر کیسے ملینگے لہذا یہودی اہل کتاب سے یہاں مراد نہیں اور جن لوگوں کے نزدیک یہودیت
منسوخ نہیں ہوئی انکے نزدیک اہل کتاب میں یہود داخل ہیں کیونکہ اسصورت میں انکا
دین اور اپنے نبی پر ایمان لانا معتبر ہے اور پھر وہ لوگ آپ پر بھی ایمان لے آئے تو اجران
کے مستحق ہوگئے اور یہ لوگ عدم نسخ کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ انجیل میں اکثر احکام
وہی تھے جو اس سے پہلے تورات میں تھے ۔ لیکن محقق قول یہی ہے کہ یہاں دونوں مراد ہیں
اب رہا یہود جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تو انکو دو اجر کیسے ملینگے اسکا جواب
یہ دیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان لانا ہے کیونکہ آپ پر ایمان
لانیکے لئے یہ شرط ہے کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء اور رسل پر ایمان لایا جائے تو اس اعتبار
حضرت عیسیٰ پر بھی آگئے لہذا دو اجر کے مستحق دونوں ہونگے والعبد المملوک اذا ادی حق 12/15
اپنے مملوک کی قید لگادی کیونکہ عبد کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے سب پر ہوسکتا ہے مگر چونکہ
خاص عبد مراد ہے لہذا عبد مملوک کا لفظ بڑھادیا یعنی جو غلام اپنے مولیٰ کا اور اللہ کا حق
ادا کرے تو اسکو بھی دو اجر ملیں گے ایک مولیٰ کے حق کی ادائیگی کا اور دوسرا اللہ کے حق کو
بجالانیکا تو چونکہ الاجر بقدر المشقۃ اور ہر شخص پر اپنے مولیٰ کی ذمہ داری بھی ہو جبکہ
یہ نماز پڑھنے جاتا ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق تلف کرکے گیا تو چونکہ بہت مشقت اور
مشقت اسکو اللہ کے حقوق میں آزاد لوگوں سے زیادہ ہے اسوجہ سے یہ اجران کا مستحق ہوا ۔

11 ورجل كانت عنده امة يطأها فادبها فاحسن تاديبها ثم الخ یہ تیسرا شخص ہے جسکے پاس 12/15
ایک باندی تھی کہ جس سے وہ وطی بھی کرتا ہے لیکن اسکو ادب و تعلیم بھی کرتا ہے اور اسکے بعد آزاد کر کے
اس سے شادی کر لیتا ہے تو ایسے شخص کیلئے بھی دو اجر ہیں ایک عتق کیوجہ سے اور ایک تزوج کیوجہ
اور بعض نے کہا کہ ایک تادیب و تعلیم کیوجہ سے اور ایک عتاق کیوجہ سے۔ امام قرطبی رحمہ فرماتے ہیں باندی
سے صرف خدمت لی جاتی تھی مگر اس شخص نے اسکی انسانیت کا شعور کیا اور اسکو تعلیم دی
اور وہ بھی اچھی تعلیم پھر اس سے شادی کر لی جس سے ایک مرتبہ ملا اور پھر دوگنا کیونکہ پہلے وہ غیر
علم تھی اور غیر مہذب رہتا اور اس کی وہ خدمت بھی لیا کرتی تھی مگر پھر اس نے اسکو باقاعدہ عقد
وغیرہ کر کے بیوی بنا کر رکھ لیا تو یقیناً اس نے عمل محمود کیا تو اجر کا مستحق ہوا۔ اب ایک بات
غور سے سنو۔ اسلام پر عیسائی اور [illegible] اعتراض کرتے ہیں یہ مستشرقین اور [illegible] کا اور
[illegible] عیسائی ہے ایسے ہی آریہ کا اعتراض ہے یعنی کہ اسلام میں انسانیت کے حقوق کو پامال
کیا جاتا ہے اور انکو غلام بنا کر طرح طرح کی خدمت لیتے ہیں بازاروں میں انکو فروخت کرتے ہیں
انکو تمام زندگی کام پر لگا دیتے ہیں وصول کرتے ہیں اور خود بیٹھ کر انکا کمایا ہوا کھاتے ہیں جب
کوئی جانور ہو تو وہ اپنے نفس کا مالک اور [illegible] ہے کہ جو وہ کماتا ہے جو چاہے کرتا
ہے ایسے ہی وہ انسان ہو۔ جو اسلام کی اصطلاح میں غلام ہوتا ہے۔ ظاہر کا اور [illegible] کے
کا اعتبار سے واقعی ایک اعتراض معلوم ہوتا ہے مگر ذرا غور سے اور فکر سے دیکھا جائے تو حقیقت کچھ
یہ اعتراض
اور یہ اعتراض کا جواب بھی ہو سکتا ہے آپ خود سوچئے کہ باغی کی سزا دنیا میں کیا ہو سکتی ہے
یقیناً قتل کیا جاتا ہے باغی کو ہوش سے گھاٹ اتارا جاتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی ایک ایسے اللہ کے باغی
کا باغی ہوتا ہے تو اصل تو یہ تھا کہ اسکے وجود ہی کو ختم کیا جاتا مگر اسلام نے انسانیت
کا تسلسل نہیں کرتے ہیں تو اسکی جان کو محفوظ کر لیا اور کہا کہ اسکو قتل نہ کرو یہ بھی اللہ کی مخلوق
ہے ضرور ان کا خیال رکھو اگر اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ اور جو کپڑا وہ پہنے تم اسکو یہ دو کہ
انکو اپنے ساتھ کھلاؤ لیکن کم از کم اتنا تو کرو کہ انکو تھوڑا سا خود دیدو۔ اسی طرح انکی تعلیم و
کا بھی شریعت نے حکم دیا جاتا ہے اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوا کہ انکو تعلیم دینے سے
اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔ اور اسکا اثر یہ ہوا کہ علماء کی سوانح حیات پڑھئے تو آپکو
معلوم ہوگا کہ انمیں اکثر ایسے ہیں جنہوں نے [illegible] غلامی میں علم سیکھا اور وہ امام علم کا درجہ
بلند مرتبہ پر فائز ہوئے تو معلوم ہوا کہ تعلیم دراصل تربیت تھی اور وہی حقیقی آزادی
اب یہ حدیث میں امۃ کی قید لگا دی کیونکہ عبد کی نسبت امۃ کی تعلیم میں زیادہ دقت اور مشکل ہے

11 ترجمہ:- حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین 12/15
آدمی ایسے ہیں کہ ان کے لئے دو اجر ہیں ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو ایمان لایا اپنے نبی پر
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دوسرا وہ عبد مملوک جو ادا کرے اللہ کا حق اور آقا کا اور
تیسرا وہ آدمی کہ جس کے پاس کوئی باندی ہو جس سے وہ وطی کرتا ہو اور پھر اس کو وہ تعلیم دے اور
اچھی تعلیم اور ادب دے اچھا ادب پھر آزاد کرے اس کو اور نکاح کرے اس سے پس اس کے لئے دو
اجر ہیں (اتفاق کیا اس پر بخاری و مسلم نے)

12 وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی الخ 12/16
ارشاد میں امر ظاہر ہے یہ حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے کیونکہ آپ کو اور اللہ کے سوا کون حکم دے سکتا تھا
دوسرا یہ کہ الناس سے کیا مراد ہے بعض شراح کہتے ہیں مراد ہیں جزیرۂ عرب کے لوگ اور بعض میں ہے کہ
الناس سے مراد مشرکین و اہل حرب ہیں اور ارشاد ہے ان اقاتل المشرکین ہو۔ تیسرے یہ کہ حتی کس کی
غایت ہے۔ بعض کہتے ہیں دو فعل ہیں ایک امرت دوسرا اقاتل۔ اگر اس کو اقاتل کی غایت بنائیں
تو اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قتال کا حکم حضور پر شہادۃ تک ہے کہ اگر شہادۃ دے دیں تو قتال بند
ہو جاتا ہے حالانکہ اگر کوئی جزیہ دے تو بھی اس سے قتال بند ہو جاتا ہے اور اقاتل کی غایت اس کو
قرار دینا صحیح نہیں۔ اس کا جواب دیا گیا ہے جواب یہ ہے کہ اگر قتال کی غایت صرف شہادتین ہی
جزیہ کا ذکر تو کوئی شخص جیتا ہی نہیں یا مستثنیٰ ہیں یہ ہیں منسوخ کر دیا گیا اور جزیہ کا
حکم بعد میں نازل ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اقاتل میں قتال سے قتال حکمی مراد ہے قتال حقیقی تو
عام ہے اور قتال حکمی جزیہ کو کہتے ہیں کیونکہ جزیہ سے بھی جان بچتی ہے قتل ہونے کے بجائے
جزیہ دینے کا وقت ہے تو گویا اقاتل میں جزیہ بھی آگیا یعنی میں قتال کروں گا اور جزیہ لوں گا یہاں تک
کہ وہ شہادۃ دیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کی غایت ہے امرت سے مراد امر ہو تو ہے اور یہ ہیں
جزیہ بھی داخل ہے اور اگر اس کو غایت بنائیں امرت کا تو جزیہ کوئی اشکال نہیں۔ حضور نے شہادۃ کو
بھی قتال کی غایت کہا اور ذکر فرمایا ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ کہ وہ لوگ نماز قائم کریں 12/18
اور زکوۃ ادا کریں۔ روزہ اور حج اور صوم رمضان کو کیوں ذکر نہیں فرمایا اس میں جواب یہ ہے کہ تو یہی کہ
تخصیص بالذکر نفی ما عدا پر دلالت نہیں کرتا۔ دوسرا یہ کہ اختصار مقصود ہے۔ سوم ان دونوں کی فرضیت نہ
ہوئی ہوں گی۔ اب اس حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تارک صلوۃ کافر ہے اور اس سے قتال
جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک کافر تو نہیں البتہ قتال جائز ہے حد لگائی جائے۔ امام احمد کے دونوں قول
ہیں کہ قتال جائز ہے اور ایک قول ہے کہ جائز نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک وہ فاسق ہے اور اس سے قتال

12 [illegible] لوگوں سے قتال [illegible] اسلام [illegible] داخل [illegible] 12/18

[illegible] قتال [illegible] نہیں [illegible] مختلف [illegible] بعض [illegible]

قتل کیا جانا چاہئے اور بعض نے کہا کہ [illegible] اس حدیث کا جواب یہ [illegible]

[illegible] قتل [illegible] نہیں اور قتال کا معنی [illegible]

[illegible] قتال [illegible] جو شخص [illegible]

[illegible] ایمان [illegible] اعمال

[illegible] ایمان [illegible]

[illegible] معلوم ہوا کہ دنیا میں [illegible] احکام [illegible]

اور [illegible] دنیا میں اعمال [illegible] اس حدیث میں ایمان [illegible]

[illegible] کوئی شخص نماز و روزہ [illegible]

[illegible] مسلمان [illegible] قلب [illegible]

[illegible] احکام [illegible] کوئی شخص [illegible]

[illegible] مسلمان [illegible]

فاسق اور اہل بدعت کو کافر نہیں کہا جا سکتا [illegible] چنانچہ تمام اہل قبلہ [illegible] میں

داخل ہیں البتہ تفصیل [illegible] جائیں [illegible]

[illegible] الا بحق الاسلام مگر اسلام کے حق کی وجہ سے 12/18

یعنی اگر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو ہم بھی اس کو قتل کریں گے قصاصاً [illegible]

[illegible] وحسابھم علی اللہ یعنی [illegible] ظاہر [illegible]

[illegible] علم اللہ کو ہے [illegible] - ترجمہ:

ترجمہ:- حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا گیا ہے

میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے حتی کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوۃ کو پس جب وہ ایسا

کر لیں گے تو محفوظ رہیں گے میری جانب سے اپنے اموال و خون مگر اسلام کے حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے ع ص ۱۲

13 وعن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوتنا الخ 12/19

یہ حدیث پہلی حدیث کے مضمون پر ہی مشتمل ہے فرمایا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ہماری

نماز جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلم ہے

13 اسے اللہ اور اسکے رسول کا ذمہ ہے۔ یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں حالانکہ 12/14
الیہود کے یہاں بھی ان تینوں کا ذکر دیکھتے ہیں جو نماز پڑھتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ
مسلمان ہے پھر استقبال اور اکل ذبیحہ کا کیا فائدہ۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تینوں دوسروں سے ممتاز کرنے
کیلئے ذکر کیا کیونکہ صلوٰۃ سے دھوکہ ہو سکتا ہے اور حدیث ہے کہ جو نماز پڑھے اسکو مومن ماننا چاہیے
تو اس سے وہ مومن کہلائے گا ہو گیا پھر استقبال قبلہ کی قید سے یہود وغیرہ نکل گئے کیونکہ اگرچہ ان کی عبادت
قوم سے متعلق ہے تو وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ نہیں کرتے کیونکہ ہر قوم کا قبلہ الگ ہے لیکن اگر یہ ایک
اور چیز اور ذکر دیکھا کہ ہمارا ذبیحہ بھی کھائے تو جو شخص ان شعائر اسلام پر قائم ہے تو وہ
مسلمان ہے اور جو الیہود کے کسی رکن کا منکر ہے اور اس کو نہیں مانتا تو وہ کافر ہے پھر ان تینوں میں بھی صرف
جو مسلم ہو اسکو یہ ظاہر پر حکم لگانا ہے اسکا ذریعہ ہے مسلمان ہونے اور نہ ہونے کا ظاہر کے لئے تاکہ شک نہ رہے
ہیں اسکی تائید کرتی ہے کہ جو شعائر اسلام کو اختیار کرے وہ مسلمان ہے ان کی حفاظت کرنا ہم
پر فرض ہے فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ یعنی بدعہدی نہ کرو اللہ تعالیٰ سے اسکے ذمہ میں یعنی جو شخص
شعائر اسلام کو اختیار کرے تو اب وہ اللہ کی امان میں آگیا پھر اسکے ساتھ کوئی ایسی چیز کا برتاؤ
کرنا جو مسلمانوں کیلئے حرام ہے مثلاً اسکو تکلیف دینا اور اسے قتال وغیرہ اور کوئی ایسی صورتیں
جس سے اللہ تعالیٰ سے بدعہدی ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد تو اسکے ساتھ یہ ہے کہ اسکی جان اور مال و عزت
سب محفوظ ہے اور تم نے اسکے ساتھ خلاف کیا معاملہ اچھا نہیں کیا تو یقیناً بدعہدی ہوگی۔

حدیث باب کا ترجمہ یہ ہے:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جس شخص نے نماز پڑھی ہماری نماز جیسی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبح
جانور کو کھایا پس یہ ایسا مسلمان ہے کہ اسکے لئے اللہ کا ذمہ اور اسکے رسول کا ذمہ ہے۔ پس نہ
بدعہدی کرو اللہ سے اسکے ذمہ میں۔ ربط باب اور حدیث باب میں یہ ہے کہ نماز اعمال اسلام میں ایک
دوسرے سے نمایاں ہے کبھی عبادات کا ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی عبادات کا ذریعہ تو حدیث باب میں صلوٰۃ
اور استقبال کو ذکر کیا تاکہ عبادات کا ذریعہ ظاہر ہو اور اکل ذبیحہ کو ذکر کیا تاکہ عادات کے
ذریعہ بھی ظاہر ہو جائے فقط

14 وعن ابی ہریرۃ قال اتی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دُلّنی علی عمل الخ 12/21
اس اعرابی کا نام لقیط بن صبرۃ ہے یہ اپنے قبیلہ بنی المنتفق کی جانب سے ایلچی بنا کر بھیجا گیا تھا یہ بھی
سوال کرنے کیلئے تشریف لائے تھے اور حضور سے عرض کیا کہ ایسا عمل مجھے بتا دیجئے جس کے ذریعہ
دخول جنت نصیب ہو جائے چنانچہ آپ نے وہ اعمال بتا دئے۔ لیکن اب حدیث پر اعتراض ہوگا کہ

14 اس سے معلوم ہوا کہ دخولِ جنت کا ترتب اعمال پر ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا 12/21
اور عدم رضا پر موقوف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حق تو یہی ہے لیکن اللہ کی عادت یہی جاری ہے کہ
اعمال صالحہ پر دخولِ جنت کا ترتب اور اعمال سیئہ پر عدم دخول ہوتا ہے۔ محل پر وہ قرآن سے یا تو تعلیم
کے لیے یا تو ترغیب کیلئے یعنی عمل عظیم کا سوال کیا یہ مقصود تھا ایسا کوئی خاص قسم کا عمل بتلا دیں کہ
جنت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا تعبد اللہ ولا تشرک به شیئا اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ 12/22
کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ عبادت کا معنی بندگی اور توحید دونوں آتا ہیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ
قرآن پاک میں جتنی جگہ بھی عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے توحید ہی مراد ہے جیسے یا ایہا الناس اعبدوا
ربکم کی تفسیر وحدوا ربکم ہے اور یہاں حدیث پاک میں بھی اگر عبادت کو توحید کے معنی میں لیں تو
یہ زیادہ قریب ہے کیونکہ آگے لا تشرک به الخ سے جو تاکید ہو گئی ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے
حدیث پاک پر کہ حضورؐ نے اعمال بتلائے ہیں لیکن ایمان کو اور شہادتین کو کیوں ذکر نہ فرمایا؟ اس کے کئی
جواب ہیں۔ اول یہ کہ ایمان اور شہادتین کا تذکرہ اس وجہ سے نہیں فرمایا کہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ یہ ان
دونوں کا قائل ہے۔ دوسرا یہ کہ راوی نے اختصاراً حذف کر دیا ہو گا اگرچہ آپ نے بیان فرمایا ہو گا
سوم جیسے کہ دوسرا سیاق میں احادیث میں ایمان اور شہادتین کا تذکرہ آ گیا اور حضورؐ کی عادت
شریفہ تھی کہ جو بات ایمانیات کی مسیار رہے میں اگر تو ارشاد فرمادیں کچھ دوسرا کا سوال ارشاد پر تحدیداً
تو جو راوی کا مسئوق تھا موجود ہوا اس نے اتنا ہی ضبط کر لیا۔ عبادت کے کئی چیزیں درجے ہیں
ایک یہ کہ محض دنیا کا کام اور دکھاوے کیلئے عبادت کیا جائے اسکو قرآن کہتے ہیں اور یہ عبادت
نہایت غلط ہے۔ دوسرا یہ کہ نجاتِ دوزخ اور حصول جنت کیلئے عبادت کیا جائے جیسا کہ اس حدیث
میں اس اعرابی نے سوال کیا تھا تو ایسے لوگوں کو ابرار سے تعبیر کرتے ہیں اور تیسرا درجہ سب سے
اعلیٰ درجہ ہے کہ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے عبادت ہو ایسے لوگوں کو مقربین
کہتے ہیں اگر حدیث پاک میں جس عبادت کا تذکرہ ہے یہ متوسط درجہ ہے وتقیم الصلوٰۃ
المکتوبۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ مکتوبہ اور مفروضہ ان دونوں قید صیغہ تاکید کیلئے لگائی 12/23
گئی ہے کیونکہ جو چیز اہم اور موکد ہو تو اسکو لکھ دیا جاتا ہے تاکہ اسکی اہمیت ہو جائے قرآن
پاک میں فرض شدہ اعمال کو کتبت کے ذریعے تعبیر کیا گیا جیسے کتب علیکم الصیام کتب علیکم القتال
کتب علیکم اذا حضر وغیرہ وغیرہ اور نیز ان دونوں قیود کے ذریعہ عمل کی توزیع و تقسیم کی طرف
بھی اشارہ کیا جاتا ہے چنانچہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ نماز ایک تو مکتوبہ اور
فرض ہے اور ایک ایسی بھی نماز ہے جو نفل کے درجے میں ہے جیسے کہ نماز کی ابتداء ہی

14 نسیے ہوتی تو پھر اس قید کو اضافہ میں ذکر کیا جاتا۔ کہا جاتا ہے یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بعض جگہ زکوٰۃ کو ادا 12/23
کیا ہے اور بعض جگہ ایتاء اور ادا اعطاء کیا ہے تو تعبیر کیا جاتا ہے ان تمام سے اشارہ ہوتا ہے اس
بات کیطرف کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے چنانچہ تمام علماء احناف کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ تملیک
ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے یہ جو قید ہے کہ نماز میں اور زکوٰۃ میں تو مکتوبہ یا مفروضہ کی قید بڑھائی اور
صوم میں کیوں نہ بڑھائی رہ گیا۔ جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ رمضان خود اسی معنی کا غماز ہے [illegible]
کیونکہ رمضان کا روزہ سبھی جانتے ہیں کہ فرض ہیں۔ دوسرے کہا جاتا ہے یہاں حکم مفروضہ ان تین
کو مختلف اسالیب سے ذکر کیا تاکہ اس کی فصاحت کا طبیعتاً میں ملال اور گھبراہٹ نہ ہو کیونکہ انکو اگر ایک جگہ ذکر
کیا جاتا تکرار سے بعض دفعہ طبیعت بیزار ہو جاتی ہے لیکن جب انکو مختلف اسالیب سے ذکر کیا جاتا ہے
تو طبیعت میں ایک نیسے کا سرور اور لذت محسوس ہوتی ہے اور کلام میں ایک تحسین پیدا ہو جاتی ہے اب
اعتراض یہ ہے کہ حج کو یہاں کیوں نہیں ذکر کیا جاتا حالانکہ ابن عمر کی گزشتہ روایت سے معلوم ہو چکا کہ وہ بھی ارکان
میں سے ہے اس کے علماء نے مختلف جواب دئے۔ اول یہ کہ حج فرض ہوا ہے ۹ ہجری کو اصح قول کی بنا پر حج کی
فرضیت ۹ھ میں ہے اور قصہ اسلام کی ابتداء کا ہے اس لئے اس زمانہ میں اسلام پر فیصلہ کا
مدار کیا گیا تھا۔ جواب ثانی یہ ہے کہ اس سائل پر فرض ہی نہیں ہوگا یا حضور کو اس کی حالت وغیرہ اور
قرائن کے ذریعہ معلوم ہو گیا ہوگا یہ فقیر ہے غریب ہے۔ یا صحیح طور پر پہلے سے معلوم ہے۔ یا راوی نے اختصاراً
حذف کر دیا ہو۔ لا ازید علی ھذا شیئا ولا انقص منہ جب اس سائل نے ایمانیات کا یا بارہ میں 12/23
سوال کر لینے کے بعد جواب حاصل کر لیا تو اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہیں
زیادہ کروں گا میں اس پر کسی شئی کو اور نہ کم کروں گا میں اس سے۔ اب اعتراض وارد ہوا کہ حضور نے تو تمام
احکام شرعیہ کو یہاں بیان نہیں فرمایا ہے اور اس کی کمی زیادتی سے انکار صحیح نہیں اس کی علماء نے مختلف توجیہ
فرمائی۔ اول یہ کہ اب اتفاق یہ ہے کہ الفاظ اعطاء اور انہماک کیلئے ذکر کئے جاتے ہیں یعنی میں نے جن باتوں کو
دریافت کر لیا ان پر نہایت اہتمام سے عمل کروں گا یہ مطلب نہیں کہ اگر آپ کمی اور عمل کی زیادتی کا حکم
دیں تو میں نہیں کروں گا۔ دوسرے یہ کہ اس میں اپنی جانب سے اور اپنی رائے سے کمی اور زیادتی نہ کروں گا
جو کچھ حکم ہوگا اس پر عمل کروں گا۔ سوم جو کہ یہ قاصد تھا اپنی قوم کا تو مطلب یہ ہے کہ یہ احکام پہنچانے میں کمی
زیادتی نہیں کروں گا جو آپ نے بیان فرمایا وہ جوں کا توں قوم تک پہنچا دوں گا۔ چہارم یہ کہ زیادتی اور
کمی یہاں کیف کے اعتبار سے اور کمی کم کے اعتبار سے ہوتی ہے تو یہاں پر ~~[illegible]~~ نفی کمی اور زیادتی کی
کم کے اعتبار سے نہیں بلکہ کیف کے اعتبار سے کمی زیادتی کی نفی ہے یعنی جو کیفیت ان اعمال کی ہے
ان میں کمی زیادتی نہیں ہوگی۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہو گیا اسکو

12/23 بیان کیا اور کہا جو جنتی دیکھنا ہو تو اس رجل کو دیکھ لے یعنی آپ نے اسکے جنتی ہونے کی بشارت دی اور یہ 14
آپ نے اسلئے فرمایا کہ یہ اعرابی با عمل صالح اللہ عمل تھا اور اسنے آپکی ذکر کی ہوئی باتوں کا صدق کا سوال کیا
کہ ایسے عمل کا سوال کیا جو سیدھا جنت کا باعث ہو اور اسے دخول جنت کا شوق تھا بھی یہ شخص بہ نیم گرہ ان کا
آپ کی ہر چیز جو بجالاتا رہا اس لئے آپ کی جانب سے توفیق ملی ہوئی تو اس سے مال میں تجارت میں زیادہ علما
میں برکت کا شوق تھا اور اسکا نام دنیا کو گئے میں ہیں اور یہ اعرابی خاص الذین ہو گیا اور اللہ کی
رضامندی کا سوال کیا تو یقینا ایسا شخص جنتی ہوگا۔ اب حدیث کا ترجمہ سنئے:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے ایسا
بتلائیے ایسا عمل جب میں اسکو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کیا کر اور
کسی کو شریک نہ بناؤ فرض نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کا روزہ رکھو کہا اعرابی نے قسم ہے اس
ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے نہ میں اس پر زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا جب وہ اعرابی
پیٹھ پھیر کر گیا تو آپ نے فرمایا جس شخص کو خوشی ہو کہ اہل جنت سے کسی آدمی کو دیکھے تو اس اعرابی کو دیکھ لے۔

12/25 **عن سفیان بن عبداللہ الثقفی قال قلت یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً الخ** 15
سفیان کا سلسلہ شیوخ قریش سے جا ملتا ہے اور صحیح یہ ہے۔ ثقیف ایک قبیلہ کا نام ہے انسے روایت پانچ
احادیث منقول ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے کہا کہ آپ مجھے ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد کسی
سوال کرنے کی حاجت نہ رہے بعض روایتوں میں غیرک ہے یعنی کسی دوسرے سے سوال کرنے کی حاجت
نہ رہے تو آپ نے فرمایا کہ آمنت باللہ کہ میں اللہ کی تمام صفات اور احکام پر ایمان لایا ثم استقم
اور پھر آپ نے فرمایا کہ ایمان کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر استقامت اختیار کر۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس
آیت سے مقتبس ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔
لفظ استقامت کے اندر دنیا کے تمام اعمال و احکام آگئے ہیں چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں الاستقامة
درجہ بلند استقامت ہے یعنی استقامت ایک بڑا درجہ ہے ہر شخص اسکو نہیں پہنچتا۔ امام غزالی نے لکھا
کہ استقامت دنیا میں ایسا ہے جیسے آخرت میں پل صراط کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ
تیز چنانچہ آنحضرت کو بھی دوسروں میں تنہا ورد ہے کہ شیبتنی ہود۔ استقامت کا معنی اعتدال کا ہے جو ان
آیتوں میں منقول ہے ہود میں ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا بنا دیا کیونکہ
اسکے اندر کہا گیا ہے فاستقم کما امرت تو آپکو استقامت کا حکم اور پھر کما امرت کا اشارہ سکے گا دل
استقامت کا تعلق انسان کے ہر ہر جسم سے ہے چاہے عضو اور جسم ہو یا دل سے متعلق جیسے احکام ہیں ان
تمام میں استقامت ضروری ہے اور حضور سے استقامت کا یقینہ اللہ کا ادا اور ہر عمل کا ہونا ہے اور

12/25 تمام ناروا باتوں سے اجتناب کرے تب دین میں استقامت نصیب ہوگی۔ اب حدیث پاک کا ترجمہ سنیئے۔ 15
ترجمہ:۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھکو
اسلام کے بارے میں ایک قول کہ نہ سوال کروں میں اس قول کو کسی سے آپ کے بعد اور بعض نسخوں کے اندر
لفظ غیرک ہے آپ کے غیر سے سوال نہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کہہ ایمان لایا میں اللہ پر اور پھر اس ایمان
پر قائم رہ۔ (روایت کیا اسکو مسلم نے)۔

12/26 **عن طلحۃ بن عبید اللہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ** 16
حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمام غزوات میں شریک رہے سوائے غزوہ بدر کے اور ۳۶ھ میں
جنگ جمل کے اندر شہید ہوگئے۔ طلحہ نام کے دو صحابی مشہور ہیں ان کا آپس کا امتیاز باپ کے نام
اعتبار سے ہوجاتا ہے آپ کو طلحۃ الجود اور آپ کو فیاض کہا جاتا تھا اور یہاں اہل نجد کا لفظ موجود
وارد ہیں۔ رجل کا نام بیان کرنا رہ گیا ہے بعض نے اس کا نام ضمام بن ثعلبہ بیان کیا چنانچہ بخاری کا
باب العلم میں اس نام کی تصریح ہے لیکن محققین کے نزدیک بخاری میں جو ضمام کا قصہ ہے وہ
اور یہ علیحدہ علیحدہ ہیں سیاق و سباق سے فرق معلوم ہوتا ہے بہرحال اس حدیث کو رفع الابہام
اسم کیوجہ سے ذیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے بہرحال یہ رجل کوئی اور ہیں اور بخاری میں ضمام کی حدیث کا
اب یہ حضور کے پاس کب تشریف لائے تو بعض نے ۵ھ اور بعض نے ۷ھ اور بعض نے ۹ھ بتائے
ہیں یہ شخص اہل نجد سے تھا اور نجد کے معنی ارتفاع کے ہیں کہ علاقہ مرتفع ہے یعنی اس حصہ کو کہتے ہیں
جو بلند و مرتفع ہو یہاں پر وہ موضع مراد ہے جو عراق اور حجاز کے درمیان واقع ہے۔

12/27 **ثائر الراس** پراگندہ بال۔ ان تمام قیود وصفات اور احوال کے بیان کرنے سے مقصود اشارہ کرنا ہے
الضبط کا اور اہتمام روایت کیطرف یعنی ہمکو یہ واقعہ اچھی طرح محفوظ اور منضبط ہے۔ اور یہاں راس
بول کر شعر مراد لیا ہے الاثر شعر الراس۔ ثائر کے معنی اٹھانے کے ہیں اور یہ ثائر منصوب ہے
حال واقع ہونے کی بنا پر اور رفع بھی ہو سکتا ہے صفت رجل کی۔ اور ہم اسکی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور
سمجھ نہیں پاتے تھے دوی کے معنی گنگناہٹ کے ہیں یہ آواز آ رہی تھی کوئی لفظ سمجھ میں نہ آتا تھا
وہ شخص اپنے سوال کو بار بار دہرا رہا تھا تا کہ سوال بھول نہ جائے یا دور سے [illegible]
سے کہہ رہے ہیں پہلی آواز کی [illegible] اور ہم نہ سمجھ سکتے تھے [illegible]
آواز کی [illegible] تو اب تم دیکھو گے اور [illegible]
سمجھ میں نہ آتی تھی [illegible] جب پہنچے تو **فاذا ھو**
13/1 **یسأل عن الاسلام** اسلام کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ اب کہ اسلام کی ماہیت پوچھ

16 اس شخص کا شرائع اسلام کا سوال تھا بعض نے کہا کہ شرائع اسلام کا سوال تھا چنانچہ حضور نے جواب میں پانچ نماز 13/1
اسلام کو ذکر فرمایا۔ بعض نے کہا کہ ماہیت اسلام کے بارے میں سوال تھا لہذا جواب تو شرائع کے ساتھ دیا
سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے کہ علماء نے کہا ہے جواب دینے والے کا اختیار ہے کہ ماہیت کو ذکر فرمایا
مگر ارکان کا اختصار اختیار کر دیا ہو تو ذکر کیا حضور اس شخص کو جانتے تھے یہ ماہیت اسلام سے
واقف ہے۔ معلوم ہوا چونکہ اسلام کی ماہیت مشہور ہے اس وجہ سے ارکان کا ذکر کر دیا۔ اس لئے ایسا بات
کیا ہے میں سوال کیا آپ نے جواب دیا ہے کیا نماز فرض ہے اگر اس کے علاوہ بھی کچھ اور
بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں الا ان تطوع اس پر علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ استثناء متصل ہے 13/2
یا منقطع ہے۔ امام شافعی اس کو منقطع مانتے ہیں کیونکہ نفل میں جو اشیاء ذکر کی گئی یعنی نماز وغیرہ
فرض ہے مستثنیٰ اس کی جنس سے نہیں ہے اس وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ وتر واجب نہیں ہیں کیونکہ آپ نے
پانچ نمازوں کو ذکر فرمایا ہے اور ان پانچ کے علاوہ تمام تطوع میں داخل ہیں۔ مگر احناف کے یہاں وتر
واجب ہے اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اس وقت کی ہے جبکہ وتر واجب نہیں ہوا تھا
یا حضور نے وتر کو فرائض کے تابع قرار دیا اور اس کا بیان نہیں کیا تو حنفیہ کے نزدیک استثناء
متصل ہے اور عبارت محذوف مانتے ہیں وہ یہ کہ الا ان تشرع فی التطوع تو جو مستثنیٰ ہے وہ حکم
ہے یعنی فرض اور وجوب کا حکم ہی حکم مستثنیٰ کا ہوگا اب جو نماز نفل شروع کر دی گئی ہے وہ
واجب ہو گئی ہے اس سے آپ کو پتہ چلا اور احناف کا علم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے نزدیک شروع فی
التطوع سے ایجاب ہو جاتا ہے ہمارے یہاں ابطال سے قضا واجب ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک
شروع فی التطوع سے نفل واجب نہیں ہوتی ہمارے یہاں توڑنے سے نماز کی قضا ہی نہیں ہے
نیز چونکہ حضور کو فرائض خمسہ کا بیان کرنا مقصود تھا اور وتر ہو گیا واجب ہے وہ ان فرائض
جیسا تھا نہیں تھا اس وجہ سے آپ نے وتر کا ذکر نہیں فرمایا تو تمام بحث کا خلاصہ اور حاصل
یہ نکلا حنفیہ کے نزدیک یہ استثناء متصل اور شوافع کے نزدیک استثناء منقطع ہے ہمارے نزدیک
وتر واجب ہیں اور ان کے یہاں وتر واجب نہیں ہے۔ دوسرا اختلاف یہ نکلا کہ ہمارے نزدیک
شروع فی التطوع سے واجب ہو جاتا ہے ہمارے یہاں ابطال سے قضا واجب ہوگی بخلاف ان کے جن کا یہ
دو مسئلوں کا تعلق اس سے بھی معلوم ہو گئے کہ ثمرات فقہیہ کا ذکر کیا شروع کرنے سے واجب ہیں اس پر علماء
میں احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور احتیاط کو ترجیح دی جاتی ہے ہمارے وجوب میں احتیاط ہے
اس لئے احناف نے اسے اختیار کیا ہے اور لیکن ہمارا استدلال نصوص قطعیہ سے تو ہے اور علماء احناف یہی
کہتے ہیں کہ حضور سے عدم وجوب پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ تخصیص بالذکر نفی ماعدا پر دلالت نہیں

16 صوم حج بیان فرمایا ہے معلوم نہیں کہ اتنا فرائض وقت پانچ ہیں البتہ شرائع کہتے ہیں ان کا وجوب اختلافی ہے یا 13/2
اشتباہ ہے وذکر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ بعض روایات میں صدقہ کا لفظ آیا ہے جو کہ صدقہ
عام ہے زکوٰۃ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور غیر زکوٰۃ پر بھی مگر بیان قرآن کے اعتبار سے زکوٰۃ مراد ہے
اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرائع الاسلام اب اعتراض ہوتا ہے کہ
حضور نے تمام شرائع تو ذکر نہیں فرمائے حالانکہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ افلح الرجل حالانکہ عدم کا مدار
تمام شرائع کے کرنے پر ہے اس کا جواب دیا کہ حضور کا مقصد تمام شرائع کو بیان کرنا نہیں تھا بلکہ صرف چند امور
پر اکتفا کرنا مقصود تھا۔ صدقہ کو صدقہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ صدق علیہ ان اخلاص علیہ پر دال ہے
اور بعض نے بیان کیا کہ حضور نے سب سے پہلے جس شخص کو صدقہ کا حکم دے کر روانہ فرمایا وہ قبیلہ صدوق کا آدمی
تھا اس وجہ سے اس کو صدقہ کہنے لگے۔ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ کہ وہ آدمی چلا گیا اور کہتے تھے لا ازید علی هذا
ولا انقص منہ اس کے متعلق جتنی احادیث تھیں وہ سب کی سب حضرت ابو ہریرہ کی نقل میں جو حدیث 13/5
گزری وہاں ذکر کیا۔ پھر آپ نے فرمایا افلح الرجل ان صدق اب اس کے اندر اختلاف ہے بعض نے اس کو 13/5
بفتح الالف اور بعض نے بکسر الالف پڑھا اس صورت میں شرطیہ اور فتحہ الف کی صورت میں تاویل صدق کے
معنی میں ہوگا یعنی یہ کامیاب ہے کیونکہ یہ سچ کہتا ہے اور اگر اس کو مکسور پڑھیں اور ان شرطیہ قرار
دیں تو پھر اشکال ہوگا کہ ماقبل میں جو گزرا ہے اعرابی کے لفظ ان ثمہ گزرے تھے کہ اس کے متعلق جنت کی
بشارت بغیر شرط کے دی تھی اور یہاں ان صدق کی قید لگا دی اسی طرح ایک روایت میں حرف
افلح الرجل ہے صدق کی قید نہیں تو اس کے علماء نے مختلف جواب دیئے اول یہ کہ اس کے سامنے تو ان
صدق کی قید لگا دی اور جیسا وہ چلا گیا تو پھر اس کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی اور اس کا مانع
اس وجہ سے نہیں کیا کہ اس کے دل میں کسی قسم کا عجب اور ریا نہ پیدا ہو جائے کہ میں تو بہت بڑا آدمی
ہوں جنتی ہوں لیکن یہ جواب جب ہے کہ جب وہ ایک ہی واقعہ ہو اور یہ دو واقعہ ہوں تو پھر اور اگر دونوں
الگ الگ واقعہ ہیں تو پھر اس شخص کے متعلق تو حضور نے تعلیقاً نہیں فرمایا اور اس کے متعلق تعلیقاً
اس وجہ سے فرمایا کہ یہاں وہ مانع موجود تھا اگر بغیر تعلیق کے کہتے تو غرور اور عجب کا اندیشہ تھا
اور وہاں وہ شخص چلا گیا تھا۔ دوسرا جواب یہ کہ یہاں مطلق دخول جنت تو ایمان پر مرتب ہو جاتا ہے
اس وجہ سے بغیر تعلیق کے ذکر کیا اور فلاح اس سے اونچا مقام ہے اس وجہ سے صدق کی شرط لگا دی
تیسرا جواب یہ ہے کہ وہاں تو کلام پر اعتماد کر کے اسے جنت کی بشارت بغیر تعلیق کے دے دی اور
یہاں تعلیق لیے تو ذکر فرما دیا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ تقیید کر دیا تھا اور اس کی قیود کا
دوسری مرتبہ اعادہ نہیں ہوتا ہے شان کے طور پر قصہ میں مطلق دخول جنت سے شخص کو واجب کہا ہے اور

16 دوسرا فقرہ اس پر زکوٰۃ بھی موجود ہے ہیں زیادہ مقصود تھا بیان فرمائیں۔ اسلام اگرچہ پہلی حدیث میں مطلق ہے مگر 13/5
اس قید کا اعتبار [illegible] ہے اگرچہ اسکو بیان نہ کر دیا۔ اب اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اسکے [illegible] اور حدیث
میں افلح الرجل وابیہ ہے تو [illegible] حضور ﷺ نے قسم کھائی حالانکہ اللہ کے سوا اللہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں جیسا
دیگر میں ہے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ اصل میں یہ واللہ تھا مگر لفظ اللہ کا شوشہ مٹ گئے اس وجہ
ابیہ سمجھ میں آ گیا۔ دوسرا یہ کہ مضاف محذوف ہے یعنی ورب ابیہ۔ تیسرا یہ کہ اپنی عادت عرب کے مطابق قسم کھائی
کیونکہ وہ لوگ اکثر اسی قسم کی قسم کھایا کرتے تھے اور اس سے انکو یقین اور اعتماد دلانا مقصود ہوا کرتا تھا نہ کہ تعظیم۔

ترجمہ:- حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجد میں سے
پراگندہ بال سنتے تھے ہم اسکی آواز کی گنگناہٹ کو اور نہیں سمجھتے تھے وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں تک کہ قریب
ہوگیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس اچانک وہ سوال کرتا تھا اسلام کے متعلق پس کہا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں ہیں دن رات میں پس کہا اس اعرابی نے کیا مجھ پر انکے علاوہ بھی ہے آپ نے
فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو تطوع کرے یعنی نفل پڑھے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا روزہ ہے
پس کہا اس اعرابی نے کیا مجھ پر انکے علاوہ اور بھی ہے آپ نے انکار فرمایا اور کہا مگر یہ کہ تطوع کرے تو
کہا حضرت طلحہ نے اور ذکر کیا آپ نے اس اعرابی کے آگے زکوٰۃ کو پس کہا اس نے وہی سوال اور آپ نے جواب دیا
حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور کہہ رہا تھا نہ زیادہ کروں گا میں اس پر اور نہ کمی کروں گا
پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیاب ہوگیا وہ شخص اگر اس نے سچ کہا (اس پر متفق ہیں شیخین) ـ

17 وعن ابن عباس قال ان وفد عبد القیس لما اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من القوم ؟ 13/6
عبد القیس قبیلہ کے اجداد میں سے کسی کا نام تھا اسکی طرف منسوب ہیں [illegible] اس وفد میں
کتنے آدمی تھے بعض نے ۱۴ اور بعض نے ۴۰ بتائے ہیں اور وجہ تطبیق یہ ہوگی کہ ایک مرتبہ ۱۴ آئے ہونگے اور ایک
مرتبہ ۴۰ آئے ہونگے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جتنی قبیلہ کے تو ہوں گے ایک ہی مرتبہ مگر انمیں سے ۱۴ خواص اور
سردار قسم کے لوگ ہونگے اور باقی عوام میں سے ہونگے۔ علامہ نووی لکھتا ہے کہ اس وفد کے سردار کا نام اشج
اور [illegible] قصہ یہ ہے کہ ایک شخص منقذ بن حبان نامی مدینہ منورہ میں تجارت کیا کرتا تھا آپ نے اسکو اسلام
کی دعوت دی اور وہ اسلام لے آیا جب وہ اپنے قبیلہ میں گیا اور حضور ﷺ کا خط [illegible] اشج رضی اللہ عنہ
کو تو سب قبیلہ والوں نے [illegible] تعجب سے [illegible] دیکھا [illegible] منقذ اپنے قبیلہ کا سردار تھا
تمام تفصیل دریافت [illegible] نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں [illegible] اپنے [illegible]
[illegible] اس [illegible] کو [illegible] دل میں [illegible] اور یہ [illegible] آپ [illegible] آیا ہے
[illegible] سے [illegible] ۹ بعض نے [illegible] حضرت ابن عباس [illegible]

17 13/6 اور بعض نے کہا کہ یہ شک سند میں کسی اور راوی حضرت شعبہ میں ان کو شک ہو گیا لہذا یہی زیادہ اصح ہے **قالوا**
ربیعۃ ربیعہ قالوا کا فاعل کون ہے بعض نے کہا کہ وفد ہے اور ربیعہ مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے
کی بنا پر اصل عبارت نحن ربیعۃ یا منصوب ہے ای نسمی ربیعۃ اور بعض نے کہا کہ قالوا کا فاعل ... ہے

13/7 **قالوا مرحبا بالقوم او بالوفد** لفظ مرحبا کا سب سے پہلے استعمال کرنے والا شخص سیف نامی ہے اور
اب تمام پر اس کا استعمال ہوتا ہے جہاں خوشی اور بشاشت کا اظہار مقصود ہو نیز دور دراز سے آنے والوں
کو نئے ہی استعمال کرتے ہیں اور یہاں پر استیناس ہی مقصود ہے کیونکہ جو لوگ حضور ﷺ کے پاس آتے تھے
ان پر حضور کا رعب خوب چھا جاتا تھا تو سوال کرنے میں بعض اوقات کوتاہی ہو جاتی تھی اس وجہ سے
حضور ﷺ نے اس رعب کو ختم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا مرحبا بالقوم میں با تعدیہ کے لئے ہے اور بعض نے الصاق کہا

13/7 **غیر خزایا ولا ندامی** یہ صفت ہے وفد کی جو بالوفد میں ہے اور اس صورت میں یہ مجرور ہوگا اور ایک
صورت میں منصوب ہوگا جبکہ حال ہو وفد سے اور مطلب دونوں صورتوں میں یہ ہوگا کہ نہ تم کسی قسم کی
رسوائی اور نہ کسی قسم کی شرمندگی اور ندامت ہے۔ چونکہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے آئے ہیں اس لئے نہ ان سے
قتال ہے اور نہ قید و بند ہے تاکہ اس وجہ سے کچھ رسوائی ہو ... بلکہ ... ... اپنی رضا سے اسلام کو
13/8 کہ یہ لوگ بغیر ... اسلام لائے جس کی وجہ سے ان کے لئے کچھ رسوائی نہیں **فی الشھر الحرام** یہ چار مہینے ہیں
رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم۔ اب بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں پر یہ چاروں مراد ہیں اور بعض نے کہا
صرف رجب کا مہینہ مراد ہے چنانچہ بیہقی کی روایت میں شہر حرام کی جگہ رجب ہی کا لفظ ہے
کیونکہ یہ مہینہ ان قبیلہ والوں کے نزدیک بہت محترم ہے چنانچہ بعض روایت میں رجب کے مہینے کی نسبت قبیلہ
مضر کی طرف کی گئی ہے یا وہ مہینہ انہی لوگوں کا ہے ... اس کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ بہر حال ان لوگوں کا
آپ سے عرض کرنا کہ ہم لوگ چونکہ تمام سال میں صرف ان چار مہینوں میں آ سکتے ہیں کیونکہ عام طور پر عرب
میں ایک دوسرے قبیلہ کا اندر ... لوٹ مار ہوتی تھی چنانچہ اس قبیلہ کی لوٹ مار اور دشمنی قبیلہ
مضر سے تھی اور وہ مدینہ آتے ہوئے راستہ میں پڑتا تھا تو لوگ ان چار مہینہ کے علاوہ کسی اور
مہینہ میں آئیں تو خطرہ اور اندیشہ لوٹ مار کا تھا اور ان چار ماہ میں لوٹ مار ان کے نزدیک
حرام تھی اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ ہم انہی چار ماہ میں آ سکتے ہیں لہذا آپ ہمکو کوئی ایسا امر
جو فاصل بین الحق والباطل ہو بتلا دیجئے جس کو ہم دوسروں کو بھی بتلا دیں اور ان کی تبلیغ
کریں اور خود بھی اس کے ذریعہ جنت میں داخل ہوں تو گویا انہوں نے اپنی حاجت دو طرح کی
ذکر کیا تو یہ ایک اعمال کو معلوم کرنا جن کی تبلیغ کریں اور دوسری غرض یہ کہ خود بھی ان کا
13/8 ذریعہ نجات حاصل کریں **من کفار مضر** اس میں من یا تو تبعیض کے لئے ہے یا تبیین کے لئے ہے

17 اور ایسا ہی جیسا ہے ح بامر فصل اور یہ بھی حکم کی اس شان و صفات کا ذکر ہے میں اور فصل بمعنی مفصل یا 13/8
اسکو اپنے معنی مصدری پر رکھکر یہ مبالغہ کا قبیلہ سے مانیں یا مصدر کو فاعل کے معنی میں لیکر فاصل بین
الحق والباطل کیا جائیگا۔ نخبر بہ من وراءنا اس میں ایک وجہ اعراب میں یا نواز
فصل کی صفت ہوگی یا جملہ مستانفہ ہے اور ایک صورت یہ بھی ہے جو مجزوم ہوگا اور جو کہ امر سے
پیشہ جواب ہوگا۔ وسألوه عن الاشربة یہاں الاشربة سے انکے ظروف مراد ہیں جو کہ حضور کے 13/9
جواب سے معلوم ہوا کیونکہ حضور نے جواب میں ظروف کا ذکر فرمایا نیز یہ قصہ ہے کہ شراب حرام ہوگا اور انکے
کی تحریم ابتدا قبل ہو چکی تھی چنانچہ حضور نے انکو چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے منع فرمایا۔
اب یہ اشکال ہوگا کہ مامور بہ چار ہیں یہاں پانچ ہیں۔ ایمان، اقام صلوۃ، ایتاء زکوۃ، صیام
رمضان، اعطاء خمس۔ اسکے علماء نے مختلف جواب دئیے۔ اول یہ کہ ایمان کا ذکر تبرکا ہے باقی
چار مقصود ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضور کا مورد چار کیا ایمان کو ذکر فرمایا اور باقی تین کو راوی نے
اختصارا حذف کر دیا۔ تیسرا یہ کہ مقصود تو اول کی چار چیزیں ہیں اور اعطاء خمس کو تتمہ ذکر
فرما دیا جیسا کہ تم پڑھ چکے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے دریا کے متعلق سوال کیا کہ ہمارے پاس پینے کا پانی
کم ہوتا ہے اسکو اگر پینے کیلئے رکھیں اور وضو میں سمندر کا پانی ہے وضو کر لیں تو کیا ہے تو
آپ نے فرمایا اسکا پانی پاک ہے اور اسکا میتہ حلال ہے حالانکہ میتہ کا نہ سوال کیا تھا نہ اسکی ضرورت
کی ضرورت تھی مگر مقام کا مناسب تھا اس وجہ سے ذکر کر دیا اسی طرح چونکہ یہ لوگ خوب جنگجو تھے
اور حضور کو علم تھا کہ یہ لوگ خوب جہاد میں کام آئینگے اس وجہ سے اعطاء خمس کو ذکر کر دیا۔
چوتھا یہ کہ وان تعطوا کا عطف اربع پر ہے یا آپ نے انکو ان کو یہ چار کا حکم دیا اور اسکا 13/11
سوا اعطاء خمس ارشاد۔ نیز سب کا پہلا جواب کہ تاکید جیسا کہ ... ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ
اسمیں ایمان کا تذکرہ نہیں ہے صرف چار امور کو ذکر کیا گیا اور جن چار ظروف سے منع
فرمایا وہ یہ ہیں اور اسکے آنے کا حکم اس وجہ سے دیا کہ چونکہ عام لوگ اسکے اندر نبیذ بناتے تھے اور
ایک قسم کی انکو لت تھی اور عیاشی کی عادت ہوگئی تو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ان ظروف کا انکے
سے یہی ارادہ تھا بالکل توجہ رکھی تو نبیذ دل ہو جانے پر چونکہ یہ برتن ایسے تھے ان میں نشہ
کے رکھنے سے نشہ پیدا ہو جاتا ہے تو اگر انکے استعمال کی اجازت دیتے تو ہو سکتا تھا اس
نشہ میں مستی ہو جاتے اور پھر شراب کی حسب عادت آتے۔ وہ چار اشیاء یہ ہیں۔ اَلْحَنْتَم
وَالدُّبَّاء وَالنَّقِیْر وَالْمُزَفَّت حنتم بعض نے سبز گھڑا اور بعض نے سبز گھڑا کو بتایا جسکے اندر 13/12
شراب رکھی جاتی تھی۔ دباء کدو کو اندر سے بالکل کھوکھلا کرکے ایک قسم کا برتن بنا لیتے ہیں

17 نقیر منقور اسم مفعول کے معنی میں ہوگا ایک قسم کے لکڑی کا پیالہ ہوتا ہے مزفتا زفت سے ماخوذ ہے 13/12
تارکول کو کہتے ہیں اس پیالہ پر بھی زفت ہوتا تھا

اب مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ نبیذ دیکھیں کیا اب بھی یہ اشیاء حرام ہیں یا نہیں امام مالک اور امام
احمد کے نزدیک ان کی حرمت اب بھی باقی ہے اور امام صاحب اور امام شافعی کے نزدیک انکی حرمت
اب باقی نہیں رہی اب ان کا استعمال جائز ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے باب الاشربۃ میں اس کے
متعلق احادیث آئیں گی۔ یا یہ کہا جائے گا یہ نہی تنزیہی پر محمول ہے۔ اب حدیث پاک کا ترجمہ سنیے

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وفد عبد قیس کا جب آنا ہوا نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے فرمایا کون قوم ہے یا فرمایا کون وفد ہے ان لوگوں نے جواب
میں عرض کیا ربیعہ ہیں آپ نے فرمایا خوش آمدید قوم یا وفد کو آئے ہو اس حال میں کہ نہ رسوا
ہونے والے ہو اور نہ نادم ہو پس اہل وفد نے عرض کیا اور کہا اس وفد نے کہا
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق ہم نہیں قادر ہیں اس بات پر کہ آئیں ہم آپ کے پاس مگر ماہ
حرام میں اور ہمارے اور آپ کے درمیان یہ قبیلہ ہے کفار مضر پس حکم دیجئے ہمیں کسی فیصلہ والی
بات کا جس کی خبر دیں ہم ان لوگوں کو جو ہمارے پیچھے ہیں اور داخل ہوں ہم اس کے ذریعہ
سے جنت میں۔ اور سوال کیا آپ سے انہوں نے مشروبات کے متعلق پس آپ نے حکم دیا ان کو چار چیزوں کا
اور منع کیا چار چیزوں سے حکم دیا ان کو ایمان باللہ کا پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان
کیا ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے کہا آپ نے گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے
علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا زکوۃ دینا رمضان کا روزہ
رکھنا اور یہ کہ عطا کرو غنیمت سے خمس کو اور منع کیا ان کو چار چیزوں سے یعنی سرخ یا سبز گھڑا
اور کدو کا بنا ہوا برتن اور لکڑی کا برتن اور تارکول ملے ہوئے برتن سے اور فرمایا آپ نے
حفظ کرو ان کو اور خبر دو ان کی اپنے علاوہ کو ۔ ۱۲

18 وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ الخ 13/13
حضرت عبادہ کی کنیت ابوالولید ہے عصابہ دس تک نفوس نہیں ہوتا یہ اسم جمع ہے دس سے چالیس
تک کے لئے استعمال ہوتا ہے عصب سے مشتق ہے جس کے معنی سختی اور قوت کے ہیں تو چونکہ ان
آپس میں ایک دوسرے کو قوت ہوتی ہے اس وجہ سے عصابہ کہتے ہیں بایعونی بایعوا بیعۃ سے بیع
بھی اسی سے ماخوذ ہے مبایعہ کے معنی ایک دوسرے کے ہاتھ ملانا اور ایک دوسرے کا ہاتھ
پکڑنے کے ہیں چونکہ اہل عرب کے یہاں دستور تھا کہ بیع ہوتا تھا ہاتھ ملانے سے اس وجہ سے اس معاملہ کو

18 بیع کہے گئے۔ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں بیعت الاسلام، بیعت جہاد وغیرہ وغیرہ۔ اسی بیعت کا نام 13/13
بیعت النساء ہے اور قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے " اذا جاءک المؤمنات یبایعنک
علی ان لا یشرکن باللہ شیئا الخ۔ علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا۔ یعنی شرک کرنے سے بچنے کا اقرار
نہیں کیا۔ شرک کی دو قسمیں ہیں ایک جلی، ایک خفی۔ شرک جلی تو اصنام پرستی اور آگ وغیرہ کی
پرستش کا نام ہے اور شرک خفی ریا ہے۔ ریا یا دکھاوے کو قرار دیا ہے بعض لوگوں نے ریا کو بھی
شرک خفی قرار دیا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شرک جلی بھی گناہ ہیں اسی وجہ سے شرک خفی
کا بھی ذکر ہوا۔ اور بعض نے اس کے عام معنی قرار دیئے تاکہ دونوں کو شامل ہو جائے [illegible]
جملہ [illegible] بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ صوفیا کرام جو لوگوں سے بیعت لیتے ہیں یہ بدعت ہے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ حالانکہ اس حدیث میں اسی بیعت کا ذکر ہے یہ بیان
حضور نے بیعت جہاد کی نہ شرک سے بچنے پر بیعت لی ہے اور یہی بیعت صوفیا کرام لیتے ہیں ولا تسرقوا 13/14
سرقہ یعنی چوری [illegible] الاخذ مال الغیر خفیۃ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ظاہر ہو اور
صورت [illegible] اور باطن ایسا کہ قرار دیا ہے بعض نے کہا کہ دونوں قرار دیں اور بعض
لوگ کہتے ہیں کہ صوفی قرار دیا ہے اور [illegible] بچتی اور [illegible] ہو جائیں گی
یاد رہے کہ [illegible] [illegible] حدیث میں آتا ہے کہ نماز میں بھی [illegible] ہے
[illegible] نماز کی چوری کیا ہے تو آپ نے فرمایا نماز کی چوری یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ
[illegible] تمام اقسام اس میں داخل ہیں ولا تزنوا۔
جیسا کہ [illegible] [illegible] زنا میں وہ زنا بھی داخل ہے
جو دوسرے اعضا سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ العینان تزنیان والاذنان تزنیان
والیدان تزنیان۔ آنکھوں کا زنا [illegible] ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور [illegible] دیکھنا ہے شہوت سے
غیر محرم [illegible] [illegible] بچنا [illegible] شرک کی چیزیں اور غلط اعتقادات سمجھا
ولا تقتلوا اولادکم اور اولاد کی تخصیص اس وجہ سے کی کہ اہل عرب اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے 13/14
چنانچہ قرآن پاک میں ہے ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم الخ یعنی وہ لوگ اپنی اولاد کو
رزق اور کھانے کی تنگی کی وجہ سے مار دیتے تھے حدیث شریف میں اس کی یہی [illegible] اور قرآن نے بھی
[illegible] رزق کا [illegible] اللہ نے [illegible] قتل [illegible] اور قتل کیا [illegible]
[illegible] [illegible] جاننا چاہیے [illegible] تمام [illegible]
[illegible] [illegible] استعمال کرتا ہے [illegible] اولاد [illegible]

18 اپریشن کے ذریعہ قرار مکین کو نکالدینا۔ ایسی دوا استعمال کرنا جس سے مادۂ منویہ کی طاقت ختم ہو جائے 13/14
یا وضع حمل کی دوا کا استعمال کرنا سب اسی میں داخل ہے۔ اسی طرح تعقیم اور منی کو بے محل خرچ کرنا
قتل اولاد ہی کے حکم میں ہے کیونکہ اگر یہ منی قرار مکین میں جاتی تو اس سے ولد پیدا ہوتا لیکن جب اس کو
تم نے غیر محل میں صرف کر دیا تو گویا اپنی اولاد کو قتل کر دیا۔ اسی طرح استمناء بالید یا ہاتھ کے ذریعہ منی نکالنا
زنا کرنا۔ لواطت کرنا تمام اسی میں داخل ہیں کیونکہ ان تمام میں اضاعت مادہ ہے اور قتل اولاد
حکماً ہے۔ اب اگر استعمال کیا جاتا ہے تو ان صورتوں میں اضاعت مادہ نہیں ہے مگر اس سے اولاد پیدا ہوتی ہے
وہ محل صرف نہیں ہے بہر حال وہ اسی میں داخل ہو گا۔ مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اگر حقیقۃً محل صرف
لیکن شرعاً بیشتر میں محل صرف وہ ہے جس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور اس صورت میں نتیجہ مرتب
نہیں ہوتے چنانچہ والد زنا کا کوئی درجہ نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ ہمیشہ ذلیل رہتا ہے حتی کہ خود جس شخص
کے مادہ سے وہ پیدا ہوا وہ بھی اس سے نفرت کرتا ہے۔ حضور کا ارشاد مقدس ہے کہ تناکحوا تناسلوا فانی مباہی بکم
کے اوپر فخر کروں گا تو اگر وضع حمل کی وہ تمام صورتیں جو اختیار کی جائیں گی تو بہر حال نوع بشر کا
مقصود فوت ہو گا۔ ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم بہتان کہتے ہیں 13/14
الکذب الذی یبہت السامع اور بعض لوگ اس سے بھی مراد لیتے ہیں۔ اپنے قریب کا ہے بین ایدیکم اور
ارجلکم ان دونوں لفظوں کے مختلف معنی اور مطالب علماء نے بیان فرمائے۔ اول یہ کہ ہاتھ اور پیر ان کا ذکر
وجہ مراد ہے یہ کہ یہ یعنی اس کے عقیدہ کو جتنا کہ وہ تم میں ایدیکم سے مراد حال اور ارجل
سے مراد استقبال مطلب یہ کہ بہتان نہ زمانہ استقبال میں کرو اور نہ زمانہ حال میں کرو۔ دوسرے یہ کہ بین
ایدیکم سے مراد ہے اور ارجل وہی تاکید کیلئے ہے یعنی جو چیز تم نے دیکھی اور جانی اس کو افترا
افترا مت کرو۔ چنانچہ ہاتھ اور پیر کے درمیان قلب ہے یعنی قلب سے افترا نہ کرو جس کی وجہ سے
مشترک اولاد ہو کر میں لوگ مشتبہ ہو جاؤ۔ بعض کہتے ہیں کہ دستور تھا کہ جن عورتوں کا بچہ پیدا
نہ ہوتا تھا تو وہ دوسرے کا بچہ اپنی گود میں لا کر شوہر سے کہتی تھی کہ یہ تیرا لڑکا ہے تو یہ
اس سے منع کیا گیا کہ دوسرے کی اولاد کو اپنی طرف منسوب نہ کرو۔ ولا تعصوا فی معروف 13/15
معروف معرفت سے مشتق ہے یعنی وہ شئ جس کا مطلب معلوم ہو جائے ہیں انہیں سے
کہا گیا لفظ معروف اور دوسرا لفظ منکر ہے چنانچہ معروف اپنے معنی سے اوامر کو شامل ہے
تمام مستحبات واجبات اور مباحات کی حفاظت وغیرہ سب اسکے اندر داخل ہیں اور منکر میں
تمام منہیات افعال قبیحہ داخل ہیں۔ فاجره على الله میں على سے اگرچہ وجوب سمجھ میں 13/15
آتا ہے لیکن اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ لا یجب على الله شئ۔ بہر حال بیان تفصیل کرنے

ہوگا یعنی اگر بندہ سے ان اعمال کا صدور ہو گیا تو اللہ ان پر اپنا فضل فرما دیگا جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ
جس شخص کو دنیا میں سزا مل گئی تو وہ اس کیلئے کفارہ ہے۔ اسی سے امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دنیا کی
حدود رافع اثم ہیں یعنی حدود لگنے سے بھی توبہ کے بغیر گناہ رفع ہو گا کیونکہ قرآن پاک میں
جہاں حدود کا تذکرہ ہے وہاں توبہ کا بھی ذکر ہے۔ اسی طرح حضرت ماعز کا واقعہ ہے کہ جب لوگوں نے انکو
برا کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ تمام عالم پر بانٹ دی جائے
تو سب کو کافی ہو۔ معاف کر دیئے گئے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ نے بھی توبہ کی ہوگی تبھی تو ہے۔ اسی طرح
حضرت [illegible] کا واقعہ ہے کہ دنیا میں مقید ایک آدمی نے اگر [illegible] کیا تو [illegible]
جب اس کا فیصلہ ہو گیا تو اس سے فرمایا کہ توبہ کر لو اور آپ نے بھی بخشش کی دعا کی تو معلوم ہوا
کہ بغیر توبہ کے رفع اثم نہیں ہوگا۔ رہا اس حدیث کا جواب جس میں کفارہ کہا گیا ہے جواب یہ
ہے کہ اصل میں یہ کفارہ تھا ان کا یعنی توبہ کا اب وہ متعین کفارہ ہو گیا اور
ضرورت میں ہر کا ہے یا یہ کہا جائے کہ کفارہ کے معنی ستر کے ہیں تو اس سے یہی مراد ستر اثم ہوا
تو ہمارے مذہب کا مستدل ہوا۔ تو حضور نے تین قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا ایک وہ جنہوں نے ان احکام
کو پورا کیا سوائے [illegible] کے دوسرے وہ لوگ جنہوں نے پورا نہ کیا [illegible] واقع ہو گئی الغرض دنیا
میں انہوں نے اظہار کر دیا تھا کسی اور طریقہ سے اس فعل کا اظہار ہو گیا تو دنیا میں سزا ملنی
ہو گئی تو وہ کفارہ ہو گیا تیسرے وہ لوگ جن سے غلطی ہو گئی اور دنیا میں چھپ گیا اور
نہ انہوں نے اظہار کیا اور نہ کسی اور طریقہ سے وہ ظاہر ہوا تو ان کے متعلق فرمایا کہ اس کا معاملہ اللہ
کی طرف مفوض ہے اگر چاہے معاف کر دے اور چاہے سزا دیدے۔ اب حدیث کا ترجمہ سنئے

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال
یہ ہے کہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی بیعت کرو مجھ سے اس بات پر کہ شریک نہ کرو گے کسی کو
اللہ کے ساتھ اور نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ قتل کرو گے اپنی اولاد کو اور نہ بہتان
باندھو گے جس کو تم گھڑ لو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان اور نہ معصیت کرو گے کسی نیک کام
میں پس وہ شخص جس نے پورا کیا تم میں سے پس اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور وہ شخص کہ پا
لے کوئی کام ان چیزوں میں سے پس عذاب دیا گیا وہ دنیا تو وہی کفارہ
ہے اس کیلئے اور جس شخص نے کوئی کام کیا پھر اللہ نے دنیا میں پردہ ڈال دیا پس اللہ کی
طرف مفوض ہے اگر چاہے معاف فرما دے اگر چاہے عذاب دیدے

پس ہم نے اس پر بیعت کر لی آپ سے

19 عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اضحی او فطر الخ 13/17
راوی کا نام سعد بن مالک ہے خدرہ ایک قبیلہ ہے اسکی طرف منسوب ہیں بہت مشہور اور جلیل القدر
صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم عید الفطر یا عید الاضحی میں عیدگاہ جاتے ہوئے عورتوں کی
طرف گذرے یہ مرور بعض لوگوں نے کہا ہے قصدا تھا اور بعض نے کہا اتفاقا تھا اور
میں وہ عورتیں مل گئیں آپ نے انکو وعظا و نصیحتا تنبیہ کر دیا ورنہ مقصود یہ نہیں تھا۔
معشر اس جماعت کو کہتے ہیں جو چند ایسے افراد پر مشتمل ہو جنکا مقصد ایک ہو۔ اب بعض
لوگوں نے کہا ہے کہ اسکا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے اور بعض نے صرف عورتوں کیلئے کہا اور عام
جمہور کی رائے یہ ہے یہ لفظ دونوں کو شامل ہے تصدقن آپ نے ارشاد فرمایا صدقہ کرو اس
صدقہ سے زکوۃ مقصود ہے جو فرض ہے اور وجوبا لیتے ہے اور اگر نفل صدقہ مراد ہے تو وہ
استحبابا لیتے ہوگے۔ اور آپ نے عورتوں کی وجہ بیان فرمائی کہ اریتکن اکثر اہل النار 13/18
کہ تمکو میں نے دوزخ میں کثرت سے دیکھا۔ اب یہ کہاں دیکھا کب دیکھا اسمیں مختلف اقوال ہیں
ایک قول یہ ہے کہ بطور وحی کے آپکو معلوم ہوا۔ دوسرا یہ کہ آپکو کشف ہوا ہوگا۔ تیسرا یہ کہ صورۃ
مثالیہ دوزخ کی پیش کی گئی ہوگی اسمیں دیکھا۔ چوتھا یہ کہ لیلۃ الاسراء میں دیکھا ہوگا۔
پنجم ایک مرتبہ حضور نماز کسوف پڑھا رہے تھے اثناء صلوۃ میں آپ آگے تشریف لے گئے اور پھر
پیچھے کو ہٹے۔ نماز کے بعد صحابہ کرام نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے جنت پیش کی گئی
تو میں نے چاہا کہ پھل توڑ لوں مگر پھر توڑا نہیں۔ پھر دوبارہ دوزخ دکھلائی گئی تو میں اسکے شعلوں
کی لپٹ سے بچنے کیلئے پیچھے کو ہوا اور اسکے اندر عورتوں کو کثرت سے دیکھا۔ ان عورتوں نے
وجہ پوچھی تو بتلایا کہ تم کثرت سے لعنت اور ملامت کرتی ہو اور عشیر کی ناشکری کرتی ہو۔ لعنتا
کے معنی آتے ہیں الابعاد عن رحمۃ اللہ اور عشیر سے مراد یا تو خاوند ہے اور یا مطلق محسن
مراد ہے اور انکو سے یہاں ناشکری مراد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی
ناقص العقل والدین اور عقلمند آدمی کی عقل کو لیجانے والا نہیں پایا۔ ان عورتوں نے پوچھا
ہماری عقل کا نقصان کیا اور ہمارے دین کا نقصان کیا۔ آپ نے عقل کا نقصان تو یہ بتلایا کہ
عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے گویا ایک مرد کی شہادت کے مقابلہ میں
ایک عورت کی شہادت نہیں ہو سکتی بلکہ دو عورتوں کی شہادت مثل ایک مرد کی شہادت کے ہوگی
اور نقصان دین یہ ہے کہ بعض اوقات ایسے گذرتے ہیں کہ ان میں نماز نہیں پڑھ سکتی ہو اور نہ
روزہ رکھ سکتی ہو اور وہ ایام حیض و نفاس ہیں۔ لب کے معنی خالص عقل کے ہیں۔

13/18 ترجمہ:- ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۹
عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کا گذر ہوا عورتوں کا ادھر تو آپ نے ارشاد فرمایا صدقہ
دو کہ تم کو جہنم میں دیکھا گیا ہے عورتوں نے اس حال میں عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس سبب
سے ہے آپ نے فرمایا کہ تم بہت لعن طعن کرتی ہو اور ناشکری کرتی ہو خاوند کی نہیں دیکھا میں نے
ناقص عقل اور دین اور زیادہ لے جانے والا کامل عقل والے کی عقل کو تم میں سے کسی سے
زیادہ۔ انہوں نے کہا ہمارا عقل و دین کا نقصان کیا ہے آپ نے کہا کیا نہیں ہے عورت
کی شہادت مرد کی نصف شہادت انہوں نے کہا ہاں پس فرمایا آپ نے یہ اس کی عقل کا نقصان
ہے۔ آپ نے فرمایا کیا نہیں ہے (کہ) جب حیض والی ہوتی ہے تو نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی۔ انہوں نے
کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

حدیث باب سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ صدقہ سے اللہ کا غصہ و غضب دفع ہوتا ہے
اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں لہٰذا ان کو وہ امور سپرد
نہیں کئے جا سکتے جو مردوں کا حق ہیں مثلاً امامت صغریٰ ہے کہ عورتوں کو ناقص
عقل و دین ہونے کی وجہ سے امام نہیں بنایا جا سکتا چہ جائیکہ امامت کبریٰ کی اہل ہوں جیسا کہ خلفا
یہی حدیث باب میں آیا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ عورتیں کتنی ہی عقلمند
ہوں لیکن جہنم رسید ہونے کی چند باتوں اور وجوہات کا نتیجہ ہیں اسی وجہ سے آپ نے ان کو مردوں
کے مساوی نہیں قرار دیا۔ اکثر یہ عورتیں مردوں کی عقلوں کو کیسے بہکاتی ہیں
رستہ چھڑا دیتی ہیں چونکہ یہ مخلوق نازک اور حسن و جمال سے آراستہ ہوتی ہیں اسی وجہ سے اپنے
حیلہ و مکر سے اچھے اچھے عقلمندوں کو جال میں پھانس لیتی ہیں جیسا کہ اکثر واقعات کے شاہد ہیں۔

13/21 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تع کذبنی ابن آدم الخ 20
یہ حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی اس کو کہتے ہیں جس کو حضور نے خواب میں پایا ہو یا اللہ تعالیٰ سے سنا ہو
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم میری تکذیب کرتا اور گالی دیتا ہے ابن آدم کے لفظ سے
حقارت کی طرف اشارہ فرمایا کہ اول تو آدم ہماری مخلوق اور پھر اس کی اولاد جو ناپاک پانی سے
پیدا ہوئی اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ہم کو تکلیف اور سب و شتم کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں مناسب
نہیں تھا کیونکہ ہم نے اس کو پیدا کیا اور اس پر انعام کیا تو مخلوق کا خالق کو تکلیف دینا کتنی گراں
ہونے والی بات ہے۔ لیکن اس کو تو اپنے انعام پر شکر کرنا چاہئے تھا اور اصل یہی تھا اور پھر اس کا یہ
جرأت کرنا کہ وہ ہم کو گالی دے۔ بہرحال تکذیب تو یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ مجھ کو پیدا

21 نہیں ہے کہ تخلیق خلائق کا دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مجھ کو مشکل نہیں تو دوبارہ پیدا کرنا 13/21
تو یقیناً آسان ہوگا حالانکہ کسی شئی کو اول مرتبہ بلا نمونہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اور جب وہ
تیار ہو گئی تو اب دوبارہ اسکو دیکھ کر بنا دینا کچھ مشکل نہیں ہے تو جب میں نے اسکو بلا نمونہ پیدا
کر کے دکھا دیا تو دوبارہ اسکے پیدا کرنے میں کیا دقت ہے اور یہ حال بندہ کا مجھکو گالی
دینا یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے کوئی تو کہتا ہے عزیر ابن اللہ اور کوئی کہتا مسیح ابن اللہ یعنی بیٹا ہے
حالانکہ انا الاحد الصمد الذی لم الد ولم اولد الخ یہ دلیل عقلی ہے اسبات 13/24
کی کہ میں اولاد وغیرہ سے منزہ ہوں کیونکہ میں احد ہوں تو اگر میرا کوئی اولاد ہو جاتا تو یقیناً
وہ میرا ہم جنس ہوگا تو پھر میرا احد ہونا باقی نہیں رہیگی چنانچہ اسیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا صاحبزادہ نہ ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو یقیناً وہ بھی نبی ہوتا تو پھر آپ خاتم النبیین ہوتے
دوسرا یہ کہ میں صمد ہوں بے نیاز ہوں کسی کا محتاج نہیں ہوں اور اولاد کی ضرورت عام طور پر
لوگوں کو احتیاج کے وقت اور ایسے وقت ہوتی ہے جبکہ وہ کچھ اپنے کام لینا چاہے اور
اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں لہذا اولاد سے منزہ ہیں اور نہ والد ہوں اور نہ کسی کا ولد
ہوں اور نہ کوئی میرا مثل اور ہم جنس ہے لہذا اس سے زوجہ کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ زوجہ
اگر ہم جنس ہو تو پھر اسکے ساتھ وہ فعل مخصوص ہو سکتا ہے اور نہ اولاد ہو نہ زوجہ اور نہ
اولاد وغیرہ ان تمام سے ہر طرح منزہ ہیں کیونکہ یہ تمام ہم جنسیت کا تقاضہ کرتی ہیں۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تعالیٰ نے
کہ ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ اسکے لئے مناسب نہیں ہے اور گالی دیتا ہے
مجھکو اور حال یہ ہے کہ اسکے لئے مناسب نہیں ہے بہر حال اسکا تکذیب کرنا مجھکو وہ اسکا قول ہے کہ
نہیں دوبارہ پیدا کریگا اللہ تعالیٰ مجھکو اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے پہلی مرتبہ پیدا کرنا مجھ پر زیادہ آسان
دوبارہ پیدا کرنے سے اور بہر حال اسکا مجھکو گالی دینا اسکا یہ قول ہے کہ میں نے اولاد بنا لیا
حالانکہ میں یکتا اور بے نیاز ہوں نہ والد ہوں اور نہ مولود ہوں اور ابن عباس کی روایت
میں صاحبۃ کا لفظ وارد ہے یعنی زوجہ اور ولد بنا لیا فائدہ میں اس سے بیان ہوں

اور اس حدیث میں صاحبۃ اور زوجہ کا لفظ نہیں ہے ۱۲

22 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ یؤذینی ابن آدم 13/25
یؤذینی بمعنی ایصال المکروہ الی الغیر ہے یہاں حقیقی معنی مقصود نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم مجھکو
تکلیف پہونچاتا ہے یا بہ الفاظ دیگر رنج کا کام دیتا ہے زمانہ کو اور حال یہ کہ زمانہ میں ہوں
سبّ کے معنی ایصال التکلیف بالقول ہے یا محمد [illegible] انا الدھر کا مختصر معنی بیان زمانہ

22 محققین کا ذکر کیا ہے ۔ شتم باب ایذا حدیث میں سے ہے ۔ معلوم ہوا کہ تمام شتم باب ایذا سے معلوم ایذا ہونا وغیرہ کی تحقیق جو کچھ آپ فرما رہے ہیں ہے اور یہ تنبیہ حقیقی کا علم اللہ کو ہے ۔ معلوم ہوا کہ حدیث کا متن بیان ہیں اور بعض متعذر ہیں بیچ خالق اور بعض مخلوق اور بعض کا تعلق مخلوق سے ہے ۔ بعض کا تعلق حق میں ہے متعذر ہے کو شبہ ہوا لیکن امام خطابی کا یہ معنی زمانہ کی ادراک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا تمام معاملات قبضہ میں ہیں فعل وقول کا بنا ہوا اور کسی حدیث سے یہ اللہ کا نام معلوم نہیں ہوا ۔ بعض نے اس کو مترادف کے معنی میں لیا ہے امام راغب فرماتے ہیں کہ دہر کا مطلب قصہ ایام کا بیان ہے ابن الاثیر ۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ان کو مصیبت پہنچتی تو وہ جاہل لوگ کہتے یا خیبۃ الدہر تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ دہر تو میں ہوں یعنی دکھ اور سکھ کا ان کو دینا مجھ ہی کا کام ہے ۔ 13/25

ترجمہ: ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے[2] کہ زمانہ کو برا کہتا ہے اور حالانکہ میں زمانہ ہوں میرے قبضہ میں امور ہیں رات دن کو میں پھیرتا ہوں ۔

23 وعن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احد اصبر علی اذ 13/27

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے جو تکلیف دہ چیز کو سنتا اور وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے لیے ولد کا دعویٰ کرتے ہیں اگر وہ اس تکلیف کے باوجود اللہ تعالیٰ صبر فرماتے ہیں کہ کوئی عذاب اور کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتے بلکہ ان کو عافیت اور رزق عطا فرماتے ہیں اور ان دو چیزوں کو خصوصیت سے اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ دونوں چیزیں بڑی ہیں ۔ اس حدیث سے صبر کی صفت کا علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صبر فرماتے ہیں الصبور ہے یہ بھی اہل علم کا یہی ہے تشبیہ و تعطیل سے لیکن صبر کا معنی مخصوص ہے اور صبر خلق در وازہ و حکم دیا کہ ایک بات قابل ذکر اور غور طلب ہے وہ یہ کہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث جس میں اور معاملات کو ذکر کیا گیا تھا وہ اسے لکھ دیا تھا کیونکہ اس حدیث کا ان تمام کو کتاب الایمان سے تعلق رکھنا ضروری ہے باب الایمان میں الایمان کی ... اور منافی تمام اشیاء کو ذکر کیا جاتا ہے تمام ذکر اس حدیث میں منافی ایمان امور ہے ۔ چنانچہ اسباب کو ذکر کیا گیا ہے ۔

ترجمہ: ۔ ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نہیں زیادہ صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسا شخص جو کسی تکلیف دہ بات کو سنے کہ لوگ اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کو عافیت دیتا اللہ تعالیٰ ان کو اور رزق دیتا ہے ان کو (رواہ البخاری [illegible])

13/27 عن معاذ قال کنت ردف النبی علی حمار ¹ وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ ² 24

حضرت معاذ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا ایک حمار پر - یہ حدیث اول ہے اور ایک بعد والی حضرت انس سے مروی حدیث دونوں کا مضمون اور خصوصہ ایک ہے صرف اتنا فرق ہے اور دونوں واقعہ حضرت معاذ کی تعیین کرتے ہیں - اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ردیف بنانا جائز ہے اور دوسرا حمار کی سواری کا جواز ہے جبکہ بعض لوگوں نے اس سے سستی کا مطلب لیا ہے حضور کا حمار پر سواری فرمانا آپ کا کمال تواضع وانکسار پر دال ہے باوجود اتنے جلیل القدر اور بلند مرتبہ کے حمار پر سواری کو ناپسند نہ کیا - اس حمار کا نام میں اختلاف ہے بعض نے اس کا نام عفیر اور بعض نے یعفور بتایا ہے حضرت معاذ کا ردیف ہونے سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے جس سے اشارہ ہو رہا ہے کہ صاحب دابہ کا حق مقدم ہے الا یہ کہ وہ کسی کو اجازت دیدے اور تحقیقی قول یہی ہے کہ یہ خود اس واقعہ کا حال ہے کہ آپ نے حضرت معاذ کو آواز دی اس اور اس میں حضرت کریم ہے یقین مسلم کی روایت ہے اور خود اسی کتاب میں جو آگے حدیث حضرت انس کی ہے اس میں تین مرتبہ آواز دینے کو ذکر کیا گیا ہے اور وجہ یہ تھی کہ کمال اصغاء مقصود تھا - دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ایک اہم بات دینی تھی جو حیات دائمی میں منتشر ہوں اتنے خالی الذہن ہو جائیں اور دوبارہ آواز دینی تا کہ توجہ کامل ہو جائے تاکہ یقین ہو جائے کہ ہمیں جو بات ارشاد ہو رہی ہے وہ اہم ہو گئے یقین غور کرنے کے بعد جو بات کہنا ہے وہ ہے یہ کہ ارشاد فرمایا ما حق

14/2 العباد علی اللہ - یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ علی تو وجوب پر دال ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شی واجب نہیں لہٰذا یہ حق العباد علی اللہ کہنا غلط ہو گیا - اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مشاکلۃ کے طور پر کہہ دیا کیونکہ پہلے علی العباد کہا تھا اب علی اللہ کہہ دیا - دوسرا جواب یہ ہے کہ حق کے معنی حقیقی ہیں یعنی اللہ پر لازم بندوں کا ثابت ہے - تیسرا جواب یہ ہے کہ علی کو استحقاق کے لئے مانا جائے بطور تفضل کے نہیں جیسا کہ آپ نے حقوق بیان کر دئیے تو حضرت معاذ نے دریافت کیا کہ اس کی خبر لوگوں کو دیدوں تو آپ نے فرمایا

14/3 لا تبشرهم فيتكلوا اس کی خبر نہ دینا کیونکہ پھر وہ لوگ اللہ کے وعدہ پر اعتماد کر لیں گے اور نیک اعمال چھوڑ کر بیٹھیں گے - یہاں پر اعتراض وارد ہوگا کہ جب آپ نے منع فرما دیا تھا تو پھر اس کو حضرت معاذ نے کیوں بیان فرمایا اس کے مختلف جوابات ہیں - ایک تو یہ کہ آپ نے بشارت سے منع کیا تھا اخبار سے مطلقاً منع نہیں کیا اور یہ اخبار ہے تو یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ بشارت اخبار کو مستلزم ہے - دوسرا جواب یہ ہے کہ عوام لوگوں کے متعلق منع کیا تھا خواص کو بتانے کی اجازت دے رکھی تھی تیسرا جواب یہ ہے کہ کتمان علم بتلا دیا مرتے وقت پہلے اس خوف سے بتلا دیا کہ کہیں میں کتمان علم کی وعید میں داخل نہ ہو جاؤں

24 چنانچہ اگلی حدیث میں اسکی توجیہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عند موتہ تأثماً بتایا ہے۔ آپ نے پہلے منع فرمایا پھر تبلیغ 14/3
اسکے بعد [illegible] کا ارادہ فرمایا اسوجہ سے حضرت معاذ نے اسکو بیان کردیا۔ [illegible] یہ ابتدائی واقعہ تھا لیکن جیسا
عمل میں پختگی پیدا ہوگئی تو آپ نے بیان کردیا۔ ایک بات یہ بھی واضح ہوئی کہ جہاں کتمان علم پر وعید آئی ہے وہ عام
نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ کتمان فرض ہوتا ہے جبکہ عوام لوگوں کے سامنے فتنہ کا اندیشہ ہو اور بیان کرنے میں خوف غلط
فہمی کا ہو تب کتمان ضروری ہے چنانچہ آپ نے منع فرمایا ہے [illegible] کیا ہے میں نے بتا دیا [illegible]
تحقیق یہ ہے کہ [illegible] تعلیم [illegible] علوم جو [illegible] اشخاص میں اور احوال و اشخاص کے اعتبار سے بھی ہوتا
اور عدم بیان فرض ہوتا ہے چونکہ یہ حدیث اور آئندہ حدیث بعض کے اعتبار سے ایک ہی
تو موضوع بیان ہیں دونوں جگہ جیسا [illegible] چند الفاظ پر دوسری حدیث کا بحث کرنے سے
اسکے بعد دونوں کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور نے شہادت دینے پر تحریم نار کا
حکم دیا [illegible] شہادت پر [illegible] عمل نہیں کیا [illegible] اور اعمال کا بھی فرمایا ہے [illegible]
اسکا [illegible] حضرت معاذ [illegible] بھی [illegible] اگر چہ کچھ دن
سزا [illegible] پڑے۔ حضرت [illegible] شہادت سے مراد حقوق ہیں کہ اسکے حقوق جن میں [illegible]
ادا کیے جاتے ہیں اسکے اندر تمام اعمال اور [illegible] داخل ہوگئے۔ [illegible] فصہ اور [illegible]
ہے [illegible] کا [illegible] سے [illegible] تک [illegible] الف
عدم النار پر [illegible] کا ہے۔ اب دونوں حدیثوں کا ترجمہ سنیے!

ترجمہ:۔ حضرت معاذ سے مروی ہے کہ میں ردیف تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گدھے پر نہیں تھا
میرے اور آپ کے درمیان مگر کجاوہ کی لکڑی (مراد اس سے قرب ہے، میں بالکل قریب تھا) پس
فرمایا آپ نے اے معاذ کیا جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے
میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول اعلم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسکی عبادت کریں
اور نہ شریک کریں اسکے ساتھ کسی کو اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ عذاب نہ دے اس شخص کو جو
شرک نہیں کرتا۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا نہ بشارت دیدوں اسکی ساتھ لوگوں کو، فرمایا
کہ نہ خبر دے انکو کیونکہ وہ بھروسہ کر بیٹھیں گے (اسمیں اتفاق کیا بخاری و مسلم نے)

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور معاذ آپکے ردیف تھے ایک سواری پر، آپ نے
فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے کہا لبیک وسعدیک، یہ کلام تین تین مرتبہ سوال و جواب ہوا آپ نے فرمایا
نہیں ہے کوئی شخص جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہیں صدق
دل سے مگر یہ کہ حرام کر دیتا ہے اللہ اسکو آگ پر۔ کہا اے اللہ کے رسول کیا نہ خبر دوں اسکی ساتھ لوگوں کو

24 تاکہ وہ خوشی حاصل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت وہ مجبور ہے کہ بیٹھنے لگے لیکن خبر دی اور کہا کہ ساتھ خوشی حاصل نہ 14/3
رہنے دینگے وقت گناہ سے بچنے کا نہ (دیکھیں پر اثر ق یا بخاری وغیرہ)۔
اشکال کا معنی مجبور کرنا تأثم کا معنی گناہ سے بچنا۔

26 عن ابی ذر قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض 14/8

ابو ذر کی کنیت ہے اور اسم گرامی جندب ہے نہایت زہد و سخاوت کا مالک تھے اور صحابہ کرام میں شمار کیا
کرتے تھے چنانچہ صدقہ اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی تمام مال صدقہ اور اللہ کیواسطے خرچ کر دیتے تھے کبھی جمع نہیں کیا
جمع کرنے کو معیوب سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے پاس ایک درہم ہے تو گویا دوزخ کا ایک
نشان اس کے پاس موجود ہے حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں نے ان سے شکایت کی تو ان سے کہا کہ آپ یا پھر
دوسرے شہر چلے جائیں چنانچہ آپ ایک دوسرے مقام پر جا کر قیام فرما گئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وعلیہ ثوب ابیض وھو نائم ۲ یہ دو حالتیں اس وجہ سے بیان کیں تاکہ
ترکیب نوم یا وضع ہو جائے کہ انکو یہ واقعہ اچھی طرح حفظ ہے اور یاد ہے دوسرے چونکہ آپ حبیبا
خلیفہ در جگہ تمام محبت کو بھی اور محبوب کی ہر حالت قابل بیان ہوتی ہے اسوجہ سے آپ نے یہ حالت
بیان فرما دیں اس لئے ذکر کی تھیں کہ آپ کو سوتا ہوا دیکھ کر ابوذر واپس ہو گئے کیا تو اسوجہ سے کہ آپ آرام
فرما رہے ہیں بیدار کرنا ادب کے خلاف ہے دوسرے اسوجہ سے کہ اگر واپس نہ جاتے تو وہیں بیٹھ جاتے
اور جب حضور کو معلوم ہو جاتا تو شاید آپ کو کسی مصلحت کی بنا پر تکلیف ہوتی کیونکہ بیٹھا ہے تو کوئی اسباق
کو برا سمجھتے ہیں کہ سوتے وقت کوئی ان کے پاس بیٹھے ہنگامہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ چلے گئے اور
جب دوبارہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے آپ نے ارشاد فرمایا ما من عبد
الخ یا تو حضرت ابوذر کے آنے کا مقصد اسی کا سوال تھا اور آپ پر منکشف ہو گیا اسوجہ سے بغیر سوال
کے آپ نے بیان شروع کر دیا چنانچہ آنحضرت ایسا ہوتا کہ کوئی سائل آتا تو اسکا حال آپ پر منکشف
ہو جاتا تھا یا حضرت ابوذر تو محض شرف صحبت کیلئے حاضر ہوئے تھے اور آپ نے اتفاقاً یہ بات ارشاد
فرما دی کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے تو جنت میں داخل ہوگا اس لئے کلمہ ایمان کا ہر درجہ ہے۔ آپ نے صرف معبودیت
اور الوہیت کو ذکر فرمایا تھا کہ رسالت بھی ایمان کا جزء ہے پورا کلمہ بیان فرمانا چاہیے تھا
رسالت کیا جواب یا تو یہ کہ پہلے رسالت معروف تھی اسوجہ سے بیان نہیں کیا۔ دوسرا جواب یہ کہ لا الہ
الا اللہ علم کا درجہ ہے یعنی معروف کے طور پر اسکو ذکر فرما دیا اور مقصود پورا کلمہ ہے جیسا کہیں کہا
الحمد پڑھو تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ صرف اتنا ہی الفاظ پڑھ لے کافی ہے بلکہ پوری سورۃ مراد ہے اور یہ
مسئلہ معروف ہے کے طور پر بیان فرما دیا۔ آپ نے ثم مات علی ذٰلک کی قید لگا کر دفع کر دیا کیونکہ 14/9

26 اگر یہ نتیجہ وقتی طور پر مومن نہ ہو تو بھی دخول جنت نہ ہوگا (نعوذ باللہ منہ) چونکہ آپ نے وقت شہادتین پر دخول 14/9
جنت کا حکم فرما دیا تو حضرت ابوذر کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا کہ وان زنی وان سرق حضور اگر
وہ زنا اور چوری کا مرتکب بھی ہو جنت میں داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا اور چوری کا
مرتکب بھی ہو دخول جنت ہوگا۔ حضرت ابوذر نے حضرت سرقہ اور زنا کی تخصیص کی چونکہ ایک تعلق حق
اللہ سے ہے اور دوسرا کا حق العباد سے اور احکام میں بھی ان دو کا معاملہ مشہور ہے تخصیص کا ضرورت نہیں ہے تو
مقصود راوی کا صرف ان دو کو بیان کرنا نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ دیگر کبائر کا ارتکاب کرنے پر بھی دخول
جنت کا مستحق ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ استحقاق بعض کا تعلق مال سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق شہوت سے ہوتا ہے
یا یہ کہا جائے کہ انسان میں دو قوتیں ہیں ایک قوت بہیمیہ اور ایک قوت غضبیہ اول سے زنا
کا صدور اور ثانی سے سرقہ اور دونوں کا صدور ... وقوع میں ہوتا ہے تو آپ نے دونوں کو ذکر فرمایا
اور اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے فرمایا کہ باوجود ان کبائر کا ارتکاب کرنے
کے بھی دخول جنت مرحمت فرمائیں گے مگر چونکہ حضرت ابوذر کو استعجاب خوب تھا اسلئے دوبارہ سہ بارہ
سوال کیا تو آپ نے دوبارہ سہ بارہ سوال کا یہی جواب ارشاد فرمایا اور تیسری بھی وانہ جواب فرمایا
آپ نے تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا کہ اچھا چاہے استعجاب کرے اور ناک کو غبار آلود اور مٹی میں ملائے
تب بھی ہوتا تو یہی فیصلہ دخول جنت ہوگا یہ رغم کا معنی غبار آلود کرنا ہے یعنی ناک کا غبار آلود کرنا چاہئے
مرے اور دونوں چاہئے کہ وہ صرف دخول کا مرتب ہو مگر ایسا نہ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت
شہادتہ پر اسکو مومن کہا جائیگا تو اس سے معتزلہ کا تردید ہوگئی کیونکہ انکے نزدیک شہادتہ سب
بالاتفاق ہی مومن ہو جاتے ہیں بغیر اسکے ... وہ ... سے اسی طرح معتزلہ کا بھی
رد ہوگیا کیونکہ وہ ایسے شخص کو نہ مومن اور نہ کافر کہتے ہیں بین بین جیسا کہ کتاب الایمان کی
بحث میں بالتفصیل گزر گیا۔ **الا دخل الجنۃ** یہ استثناء مفرغ ہے اصل عبارت یہ ہوگی کہ ما من عبد 14/9
فی حال من الاحوال الا حال استحقاق دخول الجنۃ۔ اب یہی یہ بات کہ کبائر کے ارتکاب سے
دخول جنت کیسے ہوگا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا فضل پر موقوف ہے چاہے وہ اسے
مغفرت سے معاف کردے اور ہو سکتا ہے کہ اعمال کی سزا بھگتنے کے بعد دخول جنت ہو تو معاقبتا
اور انجام اسکا جنت ہوگی۔ اب حدیث کا ترجمہ سنئے!

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا کہ میں آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اس حال میں کہ آپ پر سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے پھر میں آیا تو بیدار ہو چکے تھے آپ نے فرمایا نہیں ہے
کوئی بندہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا پھر مر گیا اسی پر مگر وہ داخل ہوگا جنت میں میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور

26 چوری کی ہو۔ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ میں نے پھر کہا کہ اگرچہ وہ زنا اور چوری کی ہو 14/9
آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا
فرمایا کہ جو چوتھی بار ابوذر کی ناک کے خاک آلود ہونے تک۔ یعنی اگرچہ ابوذر اس کو ناگوار ہو وہ یقیناً جنتی
ہو گا ہی۔ اور حضرت ابوذر جب اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ ابوذر کی
ناک خاک آلود ہو (متفق علیہ)۔

28 عن عبادة ابن الصامت[1] قال قال رسول الله الخ وعن عمرو بن العاص[2] قال اتيت النبي الخ 14/4
اس حدیث پاک میں توحید و رسالت کے بعد حضرت عیسیٰ کو بیان کیا گیا اور پھر جنت اور جہنم کی حقانیت کا ذکر ہے حضرت
عیسیٰ کے بارے عبد اللہ اور ابن اللہ ہونے کا اعتقاد کرنے والے نصاریٰ کی تردید مقصود ہے کیونکہ ان
میں ایک فرقہ ان کو ابن اللہ اور ایک فرقہ ثالث ثلاثہ اور تیسرا فرقہ الوہیت کا قائل تھا چنانچہ تینوں
فرقوں کی تردید ہو گئی کہ آپ صرف عبد ہیں نہ ابن اور نہ ثالث ثلاثہ ہیں اور زیادہ سے زیادہ جو مرتبہ
آپ کا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آپ رسول ہو جائیں اس پر الوہیت آپ کی نہیں جا سکتی وابن امتہ
کا قول کیا تاکید کیلئے ہے البتہ اسلام نے کیا اور غلط عقیدہ کی تردید مقصود ہے گویا بعض نصاریٰ کا زعم
کو بھی ضرور رد فرمانا تھا تو رسالت سے مشرف کیا کہ وہ اللہ کی کنیز کا بیٹا بندہ ہیں اور رہی وکلمته القاها
الى مريم الخ اور آپ اللہ کا کلمہ ہیں اور آپ کو کلمۃ اللہ کہنے کی توجیہ یہ ہے کہ آپ کلمہ سے پیدا ہوئے آپ کلمہ
کن سے پیدا ہوئے۔ یا یہ کہ آپ نے بچپن میں ہی کلام کیا۔ یا یہ کہ کلمہ بمعنی حجت کے ہیں چونکہ آپ اللہ
کی قدرت پر حجت اور دلیل ہیں بغیر باپ کے تخلیق فرما دی۔ یا یہ کہ کلمہ کے معنی عربی میں بات کرنا
کے آتے ہیں یعنی رب تو بات ہی کا مطلب ہے۔ دوسرا مطلب مثال سے واضح ہو گا کہ جس طرح ان کو دوسرے
شخص کی طرف اور عام جس سے بات کرتے تھے پہنچا دیتے ہیں کہ آپ اللہ کی طرف سے پیغام لائے ہیں اسلام کبھی
پہنچاتے ہیں اور وہ جب ان میں کوئی بات ہے تو اسلام بیان ہو گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو تین
غلط عقیدے تھے ان کو باطل کرنے کیلئے کہا گیا روح اللہ یہ اعتبار سے عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہیں ان کو
عاجز اور مجبور ہیں یہ اللہ کا بندہ اللہ سے ہو سکتے ہیں۔ ایک توجیہ یہ کہ بیان کرنے کا طریقہ ہے لوگوں
کو نفع خوب ہوا تھا وروح منه یہاں من تبعیض کیلئے نہیں بلکہ تسخیر و تخلیق کیلئے ہے یعنی وہ
اللہ کا بعض اور جزء نہیں ورنہ رسول اللہ میں لازم آئیگی اللہ تعالیٰ کی تجزی اور تجزی کا نتیجہ خاصہ ہے
تو جسم ہونا لازم آئیگا واللہ منزہ عنہا۔ مریم کے معنی عابدہ کے ہیں۔ دوسری حدیث جو اس میں ہے
حضرت عمرو بن العاص کی اس کے چند الفاظ پر بحث سنیئے پھر دونوں حدیثوں کا ترجمہ ہو جائیگا۔
تشترط ماذا کا اشتقاق ہے اور یہ صدر کلام کا مقتضی ہے اور یہاں تشترط کا جواب اراد ہے ورنہ 14/15

28 جو اس حدیث کے اصل میں تھا یعنی تشترط بماذا تشترط بغیر کو حذف کر دیا اور اس کی دلیل یہ ہے الاسلام یھدم 14/15
ما کان قبلہ یہاں اسلام سے اسلام حربی مراد ہے کیونکہ ذمی کا اسلام حقوق العباد کو ختم نہیں کرتا اسی کا
وہ ذمی کیونکہ جب سے ہمارے حقوق اس پر واجب ہو گئے اور ذمہ ہم کو ادا کرنا واجب ہوا تو ان کا بخشش میں
گر گئے۔ اور اس حدیث میں ہجرت سے پہلے اسلام مراد ہے۔ ایک سوال ہوتا ہے اگر یہ حقوق معاف ہو جاتے
تو آپ نے حدیث میں فرمایا اور اسلام ہی کیوں نہیں کہا اور اس سے کم درجے کی بعض اعمال ایسے ہیں
اس کا عموم آپ نے ذکر کیا یعنی گناہوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے فقط ہجرت اور حج ہو گناہوں کا خاتمہ اور یہ
ہیں اگر ہجرت سے صغائر کا خاتمہ ہوتا ہے اور حج سے بعض کے نزدیک کبائر بھی معاف ہو جاتے ہیں
اور اکثر کے نزدیک صرف صغائر معاف ہوتے ہیں مگر چونکہ آپ نے حجۃ الوداع میں دعا مانگی تھی کہ جو
حقوق العباد معاف ہو جائیں تو وہ قبول ہو گئی تھی اس سے استدلال کیا کہ سب معاف ہو جاتے ہیں
لیکن دوسرے لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ دعا صرف ان لوگوں کے لئے تھی جو وہاں موجود تھے یا یہ حدیث
ضعیف ہے تحقیق یہ کہ اگر یہ دعا قبول ہو گئی یا اس سے وہ حقوق العباد مراد ہیں کہ جن کا ابھی علم ہو اور
ادا کی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ ان کو معاف کر دیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب ہجرت اور حج کرتا
جاتا ہے تو عام طور پر سب حقوق معاف کرا لیتا ہے یا ادا کر جاتا ہے اور استغفار وغیرہ کا
ہمیشہ ورد رکھتا ہے تو یقیناً وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جائے گا لہذا حدیث میں اگر صغائر و کبائر تمام
مراد لیں تب بھی اشکال نہیں۔ مترجم دونوں حدیثوں کا ختم!

ترجمہ:- حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے گواہی
دی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اس حال میں کہ وہ تنہا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور
اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی باندی کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے
ڈالا ہے مریم کی طرف اور اللہ کی روح ہیں اور جنت اور نار حق ہے اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا
جس عمل پر بھی وہ ہو۔ ۲- حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آیا اور کہا اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ
میں بیعت کروں آپ نے دست مبارک پھیلا تو میں نے سکیڑ لیا آپ نے ہاتھ کو لیا آپ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو
اے عمرو میں نے کہا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کیا شرط لگاتا ہے میں نے کہا
بخشش کر دے اللہ میری۔ آپ نے فرمایا کیا نہیں جانتا ہے تو اے عمرو کہ اسلام ختم کر دیتا ہے ان تمام
گناہوں کو جو اس سے پہلے تھے اور ہجرت ان تمام کو جو اس سے پہلے تھے اور حج ختم کر دیتا ہے ان تمام
جو اس سے پہلے تھے اور دو حدیثیں بعد میں کہ مصنف نے کتاب الایمان میں ادا کی ہیں یقین ہو حضرت
ابوہریرہ سے مروی تھیں مگر مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ ہم نے تغیر کر دیا اور ان کو باب الریاء میں ذکر کیا گیا

29 الفصل الثانی:- عن معاذ قال قلت یا رسول اللہ اخبرنی بعمل یدخلنی الجنۃ ویباعدنی 14/9
عمل پر تنوین یا تو تعظیم کا ہے یا نوعیت کا ہے یعنی کیا ایسے قسم کا عمل بتائیے یا ایسا عظیم عمل بتائیے جو سبب
بنے دخول جنت اور مباعدت نار کا۔ اعتراض ہوا کہ دخول جنت کے بعد مباعدت نار کا کیوں
ذکر کیا دخول جنت سے یقیناً مباعدت نار ہو گا اس کا جواب دیا گیا یباعدنی سے دخول اولی کی طرف
اشارہ کیا ہے آپ نے فرمایا تو نے ایک بڑا عظیم سوال کیا ہے کیونکہ ایسے اعمال کہ جن کے ذریعہ
دخول جنت ہو وہ یقیناً بہت ہی دشوار ہوتے ہیں لیکن انہ لیسیر علی من یسرہ اللہ جس کو
اللہ توفیق دے اور اس کی مدد کرے تو پھر آسان ہو جاتے ہیں۔ تعبد اللہ ترکیب میں دو احتمال
ہیں۔ یہ جملہ انشائیہ ہو جائے اور امر کا صیغہ ہو۔ دوسرا یہ کہ مبتدا محذوف کی خبر ہو ای ان تعبد
اللہ یعنی وہ اعمال جن کے ذریعہ دخول جنت اور دوزخ سے مباعدت ہو وہ یہ ہے کہ اللہ کی توحید بیان
کی جائے اور اس کے ساتھ شرک بالکل نہ کیا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا الا ادلک علی ابواب الخیر 14/21
خیر یعنی لغتاً میں عام ہیں ہر اچھی چیز کو خواہ وہ ایمان ہو یا اس کے تمام متعلقات وغیرہ وغیرہ
سب اس میں داخل ہیں۔ ابواب سے مراد طرق ہیں کیونکہ ہر شی کی تحصیل اس کے راستوں اور
طریقوں کے ذریعہ ہو گی۔ قرآن پاک میں ہے واتوا البیوت من ابوابہا۔ اسلام ہر شی کے ابواب
اور ذرائع ہوتے ہیں۔ اسلام ہونے سے ایمان مراد ہے اور اس کے ابواب نوافل کے
قبیل میں چونکہ فرائض وغیرہ سے تو ایمان کا وجود ہوتا ہے لیکن چونکہ ہر شی کے دو سبب ہوتے ہیں ایک
نفس وجود کا دوسرا تکمیل کا۔ اب یہاں بعض وہ اسباب جو کہ بیان فرماتے ہیں ایمان کی تکمیل کے طریقوں
میں سے آیا ہے الصوم جنۃ جنۃ کے معنی ڈھال کے ہیں یعنی جس طرح انسان کی حفاظت دشمن سے
ڈھال کرتی ہے اسی طرح شیطان جو کہ عدو مبین ہے انسان کا اس سے حفاظت روزہ کے ذریعہ ہوتی ہے
یا جنۃ بمعنی شہوات و اغراض کا اعتبار ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے جو اولاد کا شوق رکھے وہ
شادی کرے لیکن اگر وہ اس پر طاقت اور قدرت نہ رکھے تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے الصدقۃ تطفئ 14/21
الخطیئۃ صدقہ کیا کرو کیونکہ اس کے ذریعہ سے گناہ بجھتے ہیں جیسے آگ پانی کے ذریعہ بجھتی ہے یہاں پر تشبیہ
معقول از ازالہ میں دینی مقصود ہے جس طرح پانی ڈالنے سے آگ کی حرارت یقیناً بالکل ختم ہو جاتی ہے اسی طرح
صدقہ سے بھی گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر خطیئہ سے پہلے نار محذوف مانیں تو تشبیہ تمام چیزوں کے
اعتبار سے ہو گی صرف ازالہ کے اعتبار سے نہیں یعنی صدقہ گناہوں کی آگ کو اس طریقہ سے بجھاتا ہے جس طرح
آگ کو پانی۔ صدقہ سے مراد یا تو نفلی ہیں یعنی زکوٰۃ تو فرض ہے جس طرح اس سے پہلے صوم میں صوم سے
مراد غیر فرض صوم ہے۔ یا یہاں صدقہ سے مراد نافلہ ہی جیسا کہ اوپر مراد ہو سکتا ہے غیر کی چیز ابواب

29 خیر سے بہے وصلوۃ الرجل فی جوف اللیل جوف کا معنی وسط کا ہیں بعض نے اس صلوۃ سے مراد 14/22
نماز تہجد لیا اور بعض نے ما بین المغرب والعشاء مگر محققین کا رجحان اسی طرف ہے کہ اس سے تہجد مراد ہے
پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تتجافی جنوبہم عن المضاجع الخ اس کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں ایک
یہ کہ اس سے تہجد مراد ہے آیت کا ترجمہ یہ کہ علیحدہ رہتے ہیں ان کے پہلو خوابگاہوں سے اور اپنے
رب کو پکارتے ہیں خوف کی وجہ سے اور جنت کی امید کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے چونکہ اہل عرب
کی عادت خوب عشاء کے بعد جلدی سونے کی تھی اور یہ لوگ جلدی نہیں سوتے تھے بلکہ اس وقت نماز میں ہوتے
وہ سوتے نہیں تھے۔ اس سے صلوۃ العشاء کا انتظار کرنا ہے بعض نے اس کی تفسیر [illegible] کہا کہ
یعنی عشاء کی نماز ہی ایسی ہے کہ اس سے پہلے سونے کو مکروہ کہا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ [illegible]
الصوم جنۃ ہے یعنی [illegible] الجواب [illegible] ہے۔ پھر آپ نے فرمایا الا ادلک برأس
الامر وعمودہ وذروۃ سنامہ امر سے مراد دین ہے اور ذروہ بضمۃ الذال ہے بلندی کو 14/23
معنی میں ہے سنام بفتح السین کوہان کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا دین کا اصل الامر اسلام ہے اسلام سے مراد
شہادتین ہے یعنی انسان جب تک شہادتین کا اقرار نہیں کرتا اس وقت تک دین کی کوئی شئی
حاصل نہیں ہوگی اور جب اقرار کر لیا تو اس کی مضبوطی کے لئے عمود کا ہونا ضروری ہے چنانچہ پابندی سے
نماز ادا کرنا ہے لیکن اس کی بلندی اور کمال جہاد کے ساتھ حاصل ہوگا۔ علماء نے بیان فرمایا اسلام کو اس
امر کے ساتھ تعبیر فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام اعمال اسلام کے موقوف علیہ ہیں۔ اور جہاد کو ذروۃ
سنام قرار دینا کہ جہاد کی صورت میں اسلام کو تفوق اور علو حاصل ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے پانچوں وقت کی نماز
اور صلوۃ کو ذکر فرمایا [illegible] میں جو صوم و زکوۃ [illegible] ہیں [illegible] دیکھا [illegible] میں جو کلام
کا ذکر آیا تھا اس کے اعادہ کی ضرورت نہ سمجھی اور ان دونوں کا اعادہ [illegible] کی وجہ سے اور اس لئے کہ
[illegible] میں خوب ہوتا ہے۔ اور جہاد کی زیادتی اس وجہ سے کردی تا کہ معلوم ہو جائے کہ دین کی
رفعت و بلندی اسی سبب سے ہے اور نماز [illegible] ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا ان تمام کی
مضبوطی کا ذکر کوئی شئی تمہیں نہ بتادوں یا نبی اللہ [illegible] میں یا رسول اللہ اور [illegible] یا نبی اللہ
یا [illegible] ملاک [illegible] ہیں اور چونکہ حضور نے فرمایا [illegible]
تو [illegible] سے [illegible] میں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک
پکڑ کر فرمایا کف علیک ھذا یعنی اپنی زبان کو روک لو [illegible] آپ نے [illegible] بیان فرمایا [illegible]
زبان کو روکیں [illegible] نفوس [illegible] ہوتا ہے [illegible] جاتے [illegible]
تفصیل سے [illegible] یعنی [illegible] اقوال قبیحہ کہنے سے [illegible] کیا

29 وہ اس امر میں داخل ہیں یا اور اب ترک جاہ جاتا ہے یا وہ بھی داخل میں ہیں یا نہیں۔ حدیث اور یہاں میں 14/23
عصبیہ ومن حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فضول اور لایعنی کلام اگرچہ وہ مباح
ہے تو اس سے نفاق ہوتا ہے مگر چونکہ بعض مباحات ایسے ہیں جن میں خیر ہے اور بعض ایسے ہیں جن میں
شر کا احتمال ہے تو چونکہ انہیں دونوں کا احتمال ہوا لہذا مباحات بھی لغو میں داخل ہیں۔ اب ترجمہ
ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول خبر دو مجھ کو ایسے عمل کی جو جنت
میں داخل کرے اور دوزخ سے دور کرے آپ نے فرمایا تو نے امر عظیم کا سوال کیا ہے اور تحقیق وہ آسان ہے
اس شخص پر جس پر اللہ آسان کردے۔ عبادت کر اللہ کی اور نہ شریک کر اس کے ساتھ کسی کو اور نماز قائم کر۔
زکوٰۃ ادا کر۔ رمضان شریف کے روزے رکھ۔ بیت اللہ کا حج کر۔ آپ نے فرمایا نہ دلالت کروں تجھ کو ابواب
خیر پر۔ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ بجھاتا ہے گناہوں کو جیسا کہ بجھاتا ہے پانی آگ کو۔ اور آدمی کی نماز درمیان رات
میں پھر آپ نے پڑھا تتجافی جنوبہم الخ سے یعملون تک۔ پھر آپ نے فرمایا نہ دلالت کروں تجھ کو
اصل دین اور اس کے عمود اور اس کی کوہان کی بلندی پر میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا راس
دین اسلام اور اس کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا نہ خبر دوں تجھ کو ان تمام
کو مضبوط بنانے والی شیء میں نے کہا ہاں اے اللہ کے نبی پس آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا روک
ہے تجھ پر اس کو میں نے کہا اے اللہ کے نبی کیا بالتحقیق البتہ ہم مواخذہ کئے جائیں گے جو تکلم کیا تو
آپ نے فرمایا روئے تجھ کو تیری ماں اے معاذ نہیں اوندھے منہ گرائے جائیں گے لوگ آگ میں ان کے منہ یا ناک کے بل مگر ان کی
زبانوں کی کھیتیاں یعنی ان کی بیہودہ باتیں انتہیٰ۔ غیبت گالی گلوچ۔ حصائد حصیدہ کی جمع ہے
کوہان کے سرے کو کہتے ہیں۔ اور وجوہہم اور مناخرہم میں او شک کیلئے ہے یہ راوی کی طرف سے ہے

(روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے)

30 وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب للہ الخ وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ الخ 14/26
اس پہلی حدیث میں صنعت طباق و مطابقہ پائی جاتی ہے کیونکہ دو دو متضاد اشیاء کا اجتماع ہوا ہے
پہلے حب اور بغض اور پھر عطا اور منع کو ذکر فرمایا۔ اس حدیث میں استکمل الایمان اور دوسری روایت
میں استکمل ایمانہ وارد ہوا ہے۔ اس حدیث سے مقصود بیان کرنا ہے کہ ہر شئی میں للہیت پیدا ہونی چاہئے
تب ہی ایمان کی تکمیل ہوگی۔ اور ان چار چیزوں کو اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ انسان ان
ان چار کو خاص طور سے اپنے واسطے کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اعمال کا تعلق یا انسان کے قلب سے ہے یا
خارج سے تو اول دو یعنی حب اور بغض انسان کے قلب سے متعلق تھا ذکر کردئے اور باقی آخری دو
انسان کے خارجی امور کو ذکر کردیا۔ اور مقصد یہی ہے کہ ہر شئی میں للہیت پیدا ہو جانا چاہئے تو ان

74/26 باب میں بھی اسی مضمون اور مقصود کیطرف اس حدیث کا ذریعہ اشارہ کیا گیا فرمان صوفی زکی کا 30
محبت کے معنی بیان کیے ہیں شاہ مرادم المنیر نا مجرد الحب فی اللہ کا نام محبت والبغض کا مطلب یہ ہے کہ
محض اس سے محبت اسلئے کرنا کہ وہ اللہ کا بندہ اور اسکی مخلوق ہے اسکے حسن اسکے احسان اور
کمال یا کسی اور غرض صحیح یا فاسد کیوجہ سے محبت نہ ہو۔ اسلام بغض بھی اپنا کسی غرض کیوجہ سے
نہ کرے مثلاً وہ نماز نہیں پڑھتا۔ داڑھی منڈواتا ہے۔ حرام پیتا ہے یا اور کسی امر کا
امتثال اور نہی سے اجتناب نہیں کرتا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو حب اللہ ہے اور ایک
حب فی اللہ ہے اول کا مورد رب ہے اور ثانی کا مورد رب نہیں کیونکہ وہ تو کسی کے لئے نہیں ہو سکتا
مطلب تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات کا اندر محبت کیجائے جو کہ اللہ کی ذات کا ادراک بھی
مشکل ہے چہ جائیکہ اس میں محبت ہو چنانچہ اگلی حدیث حضرت ابو ذر کی جو ہے اسکا اشارہ
یہی ہے کہ حب فی اللہ سے الحب اللہ مراد ہے یعنی دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے دونوں کا ترجمہ
ترجمہ :- حضرت ابو امامہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی
محبت کی اللہ کیلئے اور بغض اور دیا اور روکا اللہ کیلئے تحقیق اس نے ایمان کامل کر لیا۔
روایت کیا ابو داؤد نے اور ترمذی نے۔ حضرت انس سے روایت کیا عبارت میں تقدیم و تاخیر کے
ساتھ۔ حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ فرمایا اعمال میں سب سے افضل اللہ کیلئے محبت
کرنا اور بغض کرنا ہے (روایت کیا اسکو ابو داؤد نے)

15/5 عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ من سلم المسلمون" و عن انس قال قلما خطبنا" 35
اس حدیث میں من سلم المسلمون آیا ہے اسکا تعلق محبت کی وجہ سے ہے یعنی المومن وہ ہے کہ
مومن سے کامل مومن مراد ہے کامل مومن وہی شخص ہے جس سے لوگ امن حاصل کریں اپنے
مال اور جان پر۔ کیونکہ یہ تو مومن کا لفظ اور مومن کی تعریف ہے جو امن کا لفظ ہے اور دونوں کا
مادہ کیطرف اشارہ فرمایا۔ اسلام الحیا ہم والایمان میں بھی کمال کے معنی ملحوظ ہونگے
حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ جب بھی ہمیں آپ نے خطبہ فرمایا تو یہ الفاظ ضرور ارشاد فرمایا
امانت کا تصور بہت محدود کیجئے نہیں لا ایمان کے ہم کی نظر میں امانت کے معنی میں بہت ہی
وسعت ہے امانت کے معنی ایمان کے ہی ہیں۔ اس صورت میں جنس شی کی نفی ہوگی اور ایمان
کمال سے توحید مراد لیجئے یعنی جسکو توحید ازلی حاصل نہ ہوگی اسکو ایمان ہی حاصل نہ ہوگا
کیونکہ ایمان نام ہی توحید کا ہے اور امانت کا معنی وہ یہی مراد ہو سکتے ہیں جو ہم نے
بیان مراد ہوتے ہیں۔ اس صورت میں جنس ایمان کی نفی نہ ہوگی بلکہ کمال ایمان کی نفی ہوگی۔

35 یعنی کامل ایمان جیسا حاصل ہوگا جیسا آدمی امانت میں خیانت نہ کرے۔ قرآن پاک میں ہے ان اللہ لا یحب الخائنین۔ اسی طرح امانت کا مفہوم تمام احکام پر حاوی ہے تمام احکام تکلیفیہ تکوینیہ امانت ہے۔ پس گویا پورے دین کا نام امانت ہے اس صورت میں لا ایمان لمن لا امانۃ لہ میں من لا وضوء لہ من لا صلوۃ لہ من لا صوم لہ وغیرہ تمام احکام داخل ہوں گے اور مقصود کمال ایمان کی نفی ہوگی۔ علامہ نے بیان فرمایا کہ امانت جیسا کسی شخص کا مال اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اس کو رکھنا اور اس کے حقوق ادا کرنا ہوتا ہے۔ پس جیسا ہر ایک کا حق ادا کرنا امانت ہے تو ہر ایک تمام حقوق کی ادائیگی پر [illegible] ہے اسی طرح لا دین لمن لا عہد لہ میں عہد سے یا تو عہد الست مراد ہے یا یہی عہد و پیمان جو ہم آپس میں کرتے ہیں اگر اول مراد ہو تو جنس دین کی نفی ہوگی اور اگر [illegible] اللہ کی ربوبیت کا [illegible] الست [illegible] یقینا [illegible] ہو جاتا ہے اگر عام معنی مراد ہوں تو کمال دین کی نفی ہوگی۔ یہ دونوں حدیثیں [illegible] ہیں۔ 15/5

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سالم رہیں اور کامل مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی [illegible] اپنے جان و مال کو۔ بیہقی کی روایت میں ہے کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اللہ کی فرمانبرداری کے لئے اور کامل مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو ترک کر دے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ بہت کم خطاب کرتے تھے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ فرمایا کرتے تھے نہیں ایمان اس شخص کا جس کی امانت نہیں اور نہیں ہے دین اس شخص کا جس کے عہد و پیمان نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

36 الفصل الثالث:۔ عن عبادۃ بن الصامت قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 15/6

اس حدیث کا باب میں تحریم نار کو [illegible] کر دیا [illegible] اور [illegible] کا حکم [illegible] ہوگا [illegible] دخول جنت [illegible] موقوف ہوگا [illegible] بیان [illegible] مختلف ہیں [illegible] جو [illegible] [illegible] ہے [illegible] ہوتی ہے [illegible] مخصوص [illegible] ہوتا ہے [illegible] خصوصیات [illegible] ہے لیکن [illegible] استعمال [illegible] ہے [illegible] لیکن یہ جیسا ہے [illegible] اعمال سے [illegible] اعمال کو کیا

36 اختیار کرنا ضروری ہے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد تو زنا چوری اور دیگر گناہوں کا ارتکاب بھی [illegible] بیان کیا گیا ہے تو یقینا
یہ کلمہ اپنی تاثیر سے منور ہو جاتا ہے 15/6

ترجمہ:- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جس شخص نے گواہی دی اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے
رسول ہیں تو حرام کر دیا اللہ نے اس پر آگ کو (روایت کیا اس کو مسلم نے)

37 وعن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ ﷺ من مات الخ وعن جابر قال قال رسول اللہ الخ 15/8
حضرت عثمان کی حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے اگر انسان زندگی بھر گناہ کرتا رہا لیکن خاتمہ توحید پر
ہوا تو وہ اس سے محروم نہ رہے گا تو تمام کا تمام بیکار نہ جائے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور
باتیں ان فرقوں کا [illegible] البتہ [illegible] سے [illegible] کیا [illegible] فرقوں کا ہے [illegible] حضور نے دخول
جنت [illegible] شفاعت [illegible] اعمال بھی [illegible] ہیں [illegible] بیان دخول
اول [illegible] نہیں [illegible] مطلق دخول کو بیان فرمایا [illegible] اعمال [illegible] سزا کے بعد یا اس سے قبل ہو
[illegible] دخول [illegible] میں [illegible] الا اللہ [illegible] جنت
میں داخل [illegible] اور [illegible] اعمال پر [illegible] البتہ اکثر [illegible] کے
شفاعت اور اعمال [illegible] کے بعد دخول جنت کو [illegible] فرمایا ہے۔ [illegible]

ترجمہ:- حضرت عثمان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ جانتا تھا اس بات
کو نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا تو داخل ہوگا وہ جنت میں (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حضرت جابر کی حدیث میں ثنتان سے مراد خصلتان ہے یعنی دو عادتیں دو چیزیں [illegible] موجبات میں
[illegible] کس چیز کو واجب کرنے والی ہیں [illegible] حضور کا جواب [illegible] ہے [illegible]
[illegible] اور [illegible] ہے کیونکہ [illegible] اعمال [illegible] اللہ [illegible]
جزا [illegible] ہوتی ہے اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور [illegible] فرمایا
[illegible] ایجاب [illegible] اعتبار سے ہے [illegible] اعمال [illegible] اللہ [illegible]
[illegible] دخول جنت کا اور اعمال [illegible] اس اعتبار سے [illegible] ایجاب ہے [illegible]
[illegible] عند المعتزلہ ایجاب [illegible] اعمال اور [illegible] ایجاب [illegible] ہے

حضرت جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو چیزیں ایسی ہیں جو واجب کرنے والی ہیں
کہا کہ [illegible] کیا ہیں وہ دو واجب کرنے والی اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا [illegible] وہ شخص جو
اس حال میں مرا کہ شریک ٹھہراتا تھا اللہ کے ساتھ کسی کو تو داخل ہوگا آگ میں اور وہ شخص جو اس
حال میں مرا کہ نہیں شریک ٹھہراتا تھا اللہ کے ساتھ کسی کو تو داخل ہوگا وہ جنت میں (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اور ایمان کے [illegible] محض اعمال سے [illegible] حاصل [illegible]

39 15/11 عن ابی ھریرۃ قال کنا قعوداً حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنا ابوبکر وعمر الخ قعوداً مصدر نہیں تو تقدیراً ذو قعود ہے حذف مضاف ماننا ہوگا ای ذو قعود یا مصدر کو فاعل کے معنی میں یعنی قاعدین کے معنی میں لیجئے۔ معنا میں عین کا فتحہ و سکون دونوں جائز ہیں۔ بفتح العین کی صورت میں یہ اسم اور بسکون العین کی صورت میں حرف ہوگا لیکن محقق قول یہ ہے کہ سکون کی صورت میں بھی یہ اسم اور فتح عین کی صورت میں بھی اسم و حرف دونوں ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلقہ بنا کر بیٹھنا جائز ہے البتہ کوئی عذر نہ ہو تو بیچ میں بیٹھنا مکروہ ہے حضور نے جو کسی درمیان حلقہ [illegible] میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر حلقہ باندھا جائے تو صف بندی کا لحاظ جو عقلاً میں لازم ہے لازم آئیگا۔ اور یہاں جو حضرات ابوبکر وعمر کا نام ذکر کیا گیا ہے یہ ان کا خاص طور سے ذکر فرمایا جب کہ دوسرے صحابہ کا بھی تعلق کچھ بیان نہیں کیا تو ان کا نام [illegible] اور اس جملہ [illegible] کا نام لیتے تھے۔ نفر کا استعمال عموماً دس تک میں ہوتا ہے اور بعض نے بیان فرمایا دس سے زیادہ پر استعمال ہوتا ہے من بین اظہرنا اظہر جمع ہے ظہر کی جس کے معنی پیٹھ کے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ حضور ہمارے درمیان تھے۔ کیونکہ جب آدمی دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے تو گویا ان دونوں کی پیٹھ کے درمیان ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ یہ لفظ ظہر

15/12 تحسین کلام کے لئے زیادہ کر دیا گیا۔ فابطأ علینا اس سے پہلے محذوف ہے ای ذھب فابطأ علینا۔ حضور نے آنے میں دیر لگائی اور ہم انتظار میں تھے اس لئے کہ ان لوگوں کو آپ کا انتظار ہوتا تو دیر ہوئی اور یہ انتظار جس قدر اس سے زیادہ ہوتا اگر [illegible] کوئی خاص ضرورت ہے تو مگر جب [illegible] کو پیچھے چھوڑ دیا البتہ کوئی خاص ضرورت پیش آ گئی۔ یہ حالت جب حضور کا انتظار تھا اور اسی میں دیر لگائی تو ہم لوگوں کو خوف ہوا کہ کوئی اور شخص تکلیف نہ پہنچائے۔ فخشینا ان یقتطع فخشینا [illegible] کا عطف [illegible] پر ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ فخشینا کا تعلق اسی سے ہے اور [illegible] کے [illegible] اقتطاع کے معنی ہیں [illegible] الگ کر دینا اور یہاں مراد کسی مصیبت کا پہنچنا ہے۔ یہ حالت صحابہ کرام حضور کو تلاش کرنے لگے ادھر ادھر دوڑے [illegible] اس سے صحابہ کرام کو آپ سے کتنا تعلق اور محبت تھی [illegible] یہی خیال کیا جا سکتا تھا کسی کام میں مشغول ہوں گے اور [illegible] لیکن جو لوگ کو حد درجہ [illegible] سے تعلق ہوتا ہے [illegible] طرح طرح کے خیالات [illegible] پریشان ہو جاتی ہے۔ یہی حال صحابہ کرام کا تھا اور [illegible] ہمیشہ حضور کے پاس رہتے اور سب سے زیادہ صحابہ میں آپ ہی کو حضور سے تعلق تھا [illegible] بات کا [illegible] آدمی جب اپنا [illegible] محبوب [illegible] اتنا

15/12 کر کے تو یقیناً اس کو محبت حقیقی ہو گی چنانچہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آج ہم سب سے پہلے خوف اور 39
خشیت طاری ہوئی اور میں سب سے پہلا آپ کو ڈھونڈنے کو نکلا اور جب بنی النجار انصار کے باغ میں
ڈھونڈتا ڈھونڈتا ایک انصاری کے باغ کے پاس پہنچا جو بنی نجار سے تعلق رکھتا تھا۔ اب یہاں دو شبہ ہیں ایک
تو یہ کہ حضور کو ڈھونڈنے کو نکلے تھے تو باغات میں کیوں گئے گلی میں یا آبادی میں کیوں نہ ڈھونڈا تو آتا جنگلوں
اور باغات میں جانے کی کیا وجہ ہے دوسرے یہ بنی نجار کا باغ ہی کیوں گئے تھے انکو کیسے معلوم ہوا کہ حضور
اس جگہ ہوں گے۔ اول کا جواب یہ ہے کہ شیخ نے بتلایا عادت شریفہ تھی کہ آپ تنہا اور ذکر و سکون وغیرہ کیلئے باغات
میں تشریف لیجایا کرتے تھے اور چونکہ آپ علی حق سے ذکر رضی اللہ عنہ خواہ ہوں گے کہاں گئے آپ المحبوب
اور سکون یا کسی علمی مشغلہ میں تنہا ہوں گے یقیناً کسی باغ میں تشریف لے گئے ہوں گے اس وجہ سے باغات میں ڈھونڈتا
رہا دوسرا شبہ اس کی بابت علم ہوا کہ حضور اس باغ میں ہوں گے تو رستہ جو آپ کا پتہ ہے وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتا
یہاں تک پہنچے۔ جواب ۲ کہ عاشق کو محبوب میں سے ایک خوشبو محسوس ہوتی ہے تو چونکہ ابو ہریرہ آپکے
ہی دھیان میں مستغرق تھے تو کچھ خوشبو کا اثر محسوس کیا ہو کہ حضور یہاں اسی احاطہ کو گھیر رہا ہیں۔

15/13 حائط سے یہاں مراد بستان (باغ) ہے کیونکہ پہلے عرب کا باغات دیوار سے محیط ہوا کرتے تھے اس وجہ سے
باغ کو حائط سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں اس باغ کے چاروں کونے گھومتا رہا

15/14 هل اجد له بابا فلم اجد حضرت فرماتے ہیں کہ ڈھونڈتا رہا کہ دروازہ مل جائے گا لیکن چونکہ بہت خوف زدہ تھے گھبرا رہے تھے
اور پریشانی میں دروازہ دکھائی نہ دیا چنانچہ ادھر ادھر پریشان گھومتے رہے اسی حالت میں دیکھا کہ ایک چھوٹی
سی نہر جیسی کوئی نالی ہے جو خارج باغ سے ایک کنوئیں سے پانی باغ میں جا رہا تھی جس کو ربیع
کہتے ہیں تو میں سمٹ کر اس جدول میں گھس کر باغ میں داخل ہوا۔ اب یہاں دو شبہ پیدا ہوتے
اول یہ کہ حضور اس باغ میں بلا اجازت کیسے داخل ہوئے۔ دوسرے حضرت ابو ہریرہ بلا اجازت بغیر دروازہ
نہ ہونے کے کیسے داخل ہوئے ہیں۔ اول کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو وراثۃً اجازت ہو یا عادت اہل
عرب چونکہ باغ میں ہر شخص کو جانے کی اجازت ہوتی ہے حضور کو تو بطریق اولیٰ جانا مباح ہے یا چونکہ
قرآن پاک میں حبیب اللہ وارد ہے اور چونکہ حضور کی ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں تو حضور تمام
امت کے اب ہوئے اور حدیث میں ہے کہ ولد و مالہ لابیہ تو حضور کی اولاد بیٹ کے گھر سے اجازت ہو گی ہی ہو گی
اور یہی جواب حضرت ابو ہریرہ کا بغیر اذن کے داخل ہونا ہیں دئے جاسکتے ہیں یعنی وراثۃً یا عادۃً عرفاً
اجازت ہوگی۔ حضرت ہے کہ جیسا آپ اندر داخل ہوئے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا جس سے معلوم ہوا یہ اول فعل
قبیح نہیں ہے اگر ممنوع ہوتا تو آپ منع فرماتے۔ چنانچہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لیجاتے ہوں
اور کسی شخص کا اثر نہیں تو بغیر اذن کے داخل ہونا جائز ہے چنانچہ تقاضا رہا تھے کہ

مسائل بیان کئے تھے جو سپاہی لوٹ کر جگہ والی آنحضرت میں آ کر وہ بھی گھر میں غسل و آرام [illegible] کا ارادہ [illegible]
خود کا ہونا دیکھیں تو بلا اجازت داخل ہو سکتے ہیں اور چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کو جنابت [illegible] کا خیال
تھا اسوجہ سے داخل ہو گئے پیچھے آ کر بیٹھ رہے جیسا غالباً تھی اور [illegible] کے غسل کرنے کا وہم تھا اسوجہ
ادب کا لحاظ ہو گیا اور حدیثا میں سے رفع عن الاذی الخلاء والنسیان من بئر خارجہ اسکو بھی
طریقہ سے ضبط کیا اول موصوف [illegible] اور دونوں پر تحویل کر کے [illegible] تو اسطرح
میں فاروق ایک شخص کا نام ہے اسکا [illegible] ہوگا [illegible] میں جسم کا [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] ہوگا [illegible] فاغتسلت اسکو [illegible] اللہ [illegible] ضبط کیا
انخنست کے معنی ہیں کو سمجھا لیا فقال ابوهريرة ہمزہ استفہام کا حذف کیا ہے تو سے ابو ہریرہؓ
اور یہ استفہام یا تقریر کے طور سے یا چونکہ دروازہ وغیرہ بند تھا اور حضورؐ کو شبہ ہو گیا کہ آنے [illegible]
میں ہمارا جیسا ہونا کو تعجب ہوا کہ یہاں سے تم آ گئے اور آپ نے فکر ہے کہ یہاں ہو گیا علم ہوا اس
صورت میں یہ استفہام استعمال کا [illegible] ہوگا یا یہ استفہام حقیقۃ ہے چونکہ حضورؐ [illegible] تھے اور یہ عالم
مشہور [illegible] کیونکہ مشہور تھے اور جیسا [illegible] اللہ [illegible] تم کہاں تھے قال کنت جنبا
حضورؐ نے حال معلوم کیا کہ کیا حال ہے تم یہاں کیسے آ گئے اور حال کا دریافت فرمانا اسوجہ سے تھا کہ
چہرہ پر خوف اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے نیز چونکہ آپ مشفق علم اور تمام صحابہ آپکے تابع تھے
اور مشفق علم پر فرد کا خیال اپنے اتباع کا حقوق کا خیال [illegible] اسوجہ سے [illegible] دریافت فرمائی چنانچہ
حضرت ابو ہریرہؓ نے تمام احوال بیان کر دیئے آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو خطاب کیا اور اعطائی تعلیم
اپنے تسلیمین [illegible] فرمایا [illegible] جو بھی [illegible] دیتے [illegible] اسکو جیسا
کا [illegible] اب آپ نے [illegible] نہیں [illegible] میں [illegible]
حضرت ابو ہریرہؓ ثقہ تھے مگر زیادتی اعتماد کیلئے [illegible] سمجھ [illegible] سبحان اللہ
دوسرے معلوم کی تائید اور تقویت کیلئے اب [illegible] لطیف نکتہ کیوں ارشاد ہے [illegible] شہادۃ کا
[illegible] کیونکہ تسبیح سے ذہن کا انتقال فوراً [illegible] کیوں ہوتا ہے جیسا کہ [illegible] قرآن
پاک میں جو واقعہ [illegible] ہے اسکی ابتداء تسبیح سے [illegible] کا [illegible]
[illegible] تسبیح سے [illegible] یعنی ان دونوں کا [illegible]
تو یہاں پر بھی حضورؐ نے تسبیح [illegible] صحابہ اور [illegible] شہادۃ کا [illegible] نہیں ہیں مگر
[illegible] یعنی [illegible] تسبیح [illegible] تخصیص [illegible] اور کوئی
[illegible] جو [illegible] کہ [illegible] موجود ہوگی [illegible] تسبیح [illegible] میں

سے ملتہ اور معلوم ہو گئی جو شبہ تھا اور جو رنج [illegible] میں الجھا اور پریشانی تھی گئی [illegible] ۔ اب بیان پر پوشیدہ
ہو کر صرف شہادتین بغیر اعمال صالحہ کے آپ نے جنت کی بشارت کیوں دی ہے؟ [illegible] جو بات ماقبل میں
بیان ہو چکی ہے۔ اور اس بیان سے مقصود [illegible] بیان [illegible] سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ بغیر
اعمال صالحہ کے جنت میں دخول ہو جائے گا۔ دوسرے اگر اعمال صالحہ ہوں تو دخول اولی ہو گا ورنہ دخول
ثانوی کی بشارت [illegible] البتہ جنت کی بشارت [illegible] سے [illegible]
ابو ہریرہ [illegible] میں ابو ہریرہ [illegible] اور [illegible]
ابو ہریرہ [illegible] حضرت عمر [illegible] تمام صحابہ میں تھے اور [illegible] اعمال صالحہ [illegible]
کرتے [illegible] بشارت [illegible] دوسرے یہ بشارت صرف حضرت عمر [illegible]
فرمایا تھا [illegible] بشارت [illegible] ابو ہریرہ [illegible]
پہلے حضرت عمر [illegible] بشارت [illegible]
[illegible] پہلے حضرت ابو ہریرہ کی ملاقات حضرت عمر سے ہوئی اور ابو ہریرہ نے [illegible] بشارت دی
آپ نے ایک چپت اس زور سے سینہ پر مارا [illegible] حضرت ابو ہریرہ [illegible] گر گئے۔ [illegible]
فرمایا کیا وجہ ہے؟ [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] حضرت عمر [illegible]
[illegible] اور حضرت ابو ہریرہ [illegible]
محسوس ہوئی [illegible] آپ نے [illegible]
اور [illegible] میں [illegible]
[illegible] آپ نے [illegible] اور حضرت ابو ہریرہ [illegible]
اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت عمر [illegible]
[illegible] اور [illegible]
حضور [illegible] اور [illegible] حضور [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور [illegible]
[illegible] اور [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] حضرت عمر [illegible]
[illegible] حضور نے حضرت عمر سے فرمایا [illegible]

39

15/14

بشارت سنا دی گئی تو لوگ اعمال پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ چنانچہ حضور نے بھی اس کو روک دیا اور حضرت ابو ہریرہ کو منع فرما دیا
تو یہ سب ارکان کا فرمانا اور آگاہ کر دینا جو رب العالمین نے فرمایا کیونکہ آپ پر صفت جمال کا غلبہ تھا اور چونکہ
سننا تھا کہ تمام صحابہ خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا تھے تو آپ چونکہ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے
اس وجہ سے شفقۃً آپ نے فرمایا کہ جاؤ لوگوں کو بشارت دے دو تاکہ وہ خوش ہو جائیں لیکن حضرت
عمر پر صفت جلال تھی اس وجہ سے آپ نے شفقۃً و خیرخواہی کے طور پر یہ محسوس کیا کہ لوگوں کا عمل پر سے دور اندیشی کی
رو سے چونکہ حضرت عمر نے منع کر دیا بر بنائے خیر خواہی اور سمجھے کہ لوگ ایسی بات سے کہیں کاہل نہ
بن جائیں اور ... سے اور جب حضور نے خود دیکھا اور سمجھا کہ ہو تو وہیں سے حضور نے
گویا یہ منع بھی حضور کی طرف منسوب ہے۔ ترجمہ سنیے!

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ارد گرد اور ہمارے ساتھ جماعت میں حضرت ابو بکر و عمر تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے
ہوئے ہمارے درمیان سے اور آپ نے دیر لگا دی پس دیر کی ہم پر اور ہم ڈر گئے اس بات سے کہ کوئی مکروہ
نہ پہنچے آپ کو ہمارے بغیر اور ہم گھبرا گئے پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ پس تھا میں ان لوگوں میں سے اول جو گھبرا
ہوئے تھے پس نکلا میں اس حال میں کہ ڈھونڈ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں تک کہ آیا میں
ایک انصار کی دیوار کے پاس جو بنی نجار میں سے تھا پس چکر لگایا میں نے اس دیوار کا تاکہ پاؤں
اس کے دروازے کو پس نہیں پایا میں نے پس اچانک ایک جدول ایسی تھی جو داخل ہو رہی تھی باغ
کے بیچ میں ایک باہر کے کنویں سے اور ربیع جدول یعنی چھوٹی سی نہر ہوتی ہے اور پھر سمٹا اور
لومڑی کی طرح اپنے بدن کو سمیٹا پس داخل ہوا میں حضور پر پس
حضور نے فرمایا کیا تو ابو ہریرہ ہے میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا حال ہے تیرا میں نے کہا
آپ ہمارے درمیان تھے اور آپ کھڑے ہو گئے پس دیر لگا دی ہم پر پس ڈر گئے ہم اس سے کہ آپ کو کوئی مکروہ
نہ پہنچ جائے ہمارے بغیر پس گھبرا گئے ہم پس تھا میں اول وہ شخص جو گھبرایا پس میں اس دیوار کے پاس آیا پس
اپنے بدن کو سمیٹا جیسا کہ لومڑی سمٹتی ہے اور تمام لوگ میرے پیچھے ہیں پس کہا یا ابا ہریرہ اور عطا کیا
مجھ کو حضور نے اپنے نعلین اور فرمایا کہ جا میرے ان دونوں نعلین کو لے کر پس جو شخص تجھ سے ملاقات
کرے اس باغ کے پیچھے اس حال میں کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اور اس پر قلب یقین
والا ہے اس حال میں تو اس کو بشارت دو جنت کی پس پہلا وہ شخص جس سے میں ملا وہ
کہ عمر تھے پس کہا عمر نے کہ کیسے ہیں یہ دونوں جوتے اے ابو ہریرہ میں نے کہا کہ یہ دونوں حضور کے
نعلین ہیں بھیجا حضور نے ان دونوں کو دے کر تاکہ میں جس شخص سے ملاقات کروں جو گواہی دیتا

39 لا الہ الا اللہ کی اس حال میں کہ یقین والا ہے اس کا قلب تو بشارت دو اس کو جنت کی تو پہلے ملا 15/14
عمر نے تو مارا درمیان پستان کے میرے پس میں سرین کے بل گر پڑا پس عمر نے کہا لوٹ جا اے ابو ہریرہ پس میں لوٹا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور میں نے رونے کا ارادہ کیا تو اور پیچھے پیچھے آئے عمر اور اچانک
وہ میرے نقش قدم پر تھے پس آپ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے ابو ہریرہ میں نے کہا ملاقات کی میں نے عمر
سے پس میں نے خبر دی ان کو اس چیز کی جس سے تو نے مجھ کو بھیجا تھا پس انہوں نے مارا میرے پستان کے درمیان
ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا لوٹ جا پس آپ نے فرمایا اے عمر کس چیز نے برانگیختہ کیا
تجھ کو اس فعل پر جو تو نے کیا میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ نے بھیجا تھا ابو ہریرہ کو نعلین
کے ساتھ جس شخص سے ملے یقین کرتے ہوئے شہادت دینے کی حالت میں صرف اللہ کی تو اس کو بشارت دے
جنت کی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھیجا تھا حضرت عمر نے فرمایا یا رسول اللہ ایسا نہ کریں
کیونکہ اسی بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ اسی شہادت پر بھروسہ کر بیٹھیں گے پس ان کو چھوڑ دو عمل کرتے رہیں
حالت میں حضور نے فرمایا چھوڑ دو ان کو (روایت کیا اس کو مسلم نے)

چند الفاظ حدیث میں ایسے باقی رہ گئے جن سے متعلق مختصر عرض ہے ورکبنی عمر (یعنی تبعنی) کا معنی
میں ہے اور بعد والا جملہ اس کی تفسیر ہے گویا عطف تفسیری ہے فضرب بین ثدییّ بعض علماء نے کہا
ضربیں عمر نے پہلی ہی تو حاصل ہے لیکن محقق قول یہ ہے کہ سینہ پر ہی مارا جاتا ہے لاستی اس کا
یہ اسم دبر میں سے ہے بابی انت وامی اس سوال ہوگا کہ اب اہم کی حضرت عمر نے ایسے قسم کیا کیا
یہ ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی اجازت کا انکار کیا لیکن علماء جمہور علماء
کے نزدیک مکروہ نہیں اور اس حدیث سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے

40 عن معاذ بن جبل قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الجنۃ شہادۃ 15/26
مفاتیح الجنۃ مبتدا اور شہادۃ خبر ہے اعتراض ہوگا کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت نہیں کیونکہ مبتدا کو
جمع کیا ہے اور خبر کو مفرد لائے اس کے مختلف جواب دئیے اول یہ کہ مبتدا بھی دراصل مفرد یعنی مفتاح
ہے لیکن اس کو جمع اس وجہ سے لائے کہ اس کے افراد بہت تھے اور وہ ان کی ہوتی ہیں تو اس اعتبار
سے جمع لائے ثانی یہ کہ اہل عرب کا قاعدہ ہے کہ وہ مفرد کو بعض اوقات کسی نکتہ کی خاطر جمع سے تعبیر
کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں کوئی اکیلا ناقہ بھی ہو تو کہتے ہیں جیسا قتا تو جانبع مفرد کی بجائے
جمع لائے جس سے اشارہ کیا کثرۃ جو علم کیونکہ اسلام مفاتیح بجائے مفتاح کے لائے ثالث آنکہ شہادۃ
کا مدار اصل جزئیہ دو چیزیں ہیں اور خوف اور رجاء پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے لہذا خبر بھی جمع ہے
رابع شہادۃ جنت کا درجہ میں سے پہلی چیز ہے سب ابواب کی وجہ سے لہذا جمع کا صیغہ لایا گیا ہے

40 خاص شہادۃ مقصود ہے وہ مقصود لاغیبی والا مجمع مقصود حضرت رسول پاک کا اس سے یہ کہ جسکا ترجمہ کوئی شغل 15/26
شئی بغیر ذات کے نہیں کیا کیونکہ شئی اسلام جنت کا دخول و حصول بھی بغیر شہادۃ کے نہیں ہو سکتا خواہ دخول
سے اول مراد ہو یا دخول ثانی۔ آپ نے صرف توحید کو بیان کیا لا الہ کہ رسول اللہ جزو ثانی کو بیان نہیں کیا
کیونکہ وہ بھی ضمناً اسی میں آ گیا۔ یا بطور معہودیت کے صرف لا الہ الا اللہ فرما دیا اور مراد کل کلمہ ہے اور جو ابحاث
پہلی فصل میں گذر گئی ہیں۔ ترجمہ سنئے!

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی کنجیاں شہادت
دینا ہے اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا (روایت کیا اس کو احمد نے) ۔

41 عن عثمان قال ان رجالاً من اصحاب النبی الخ وعن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 15/27
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی وفات کے سبب سے لوگوں کو اتنا غم ہوا کہ وسوسے
دین کے بارے میں آنے لگے اور دین کا اب کیا ہوگا۔ حضور کے وقت میں تو لوگ خوب اسلام میں داخل ہو رہے
تھے اور اب یہ سوچ کر کہ اب حضور تو چلے گئے اسلام بھی کوئی نہیں لانے لگا اور اسی دن سے دین ختم ہو جائیگا
حضرت عثمان بیان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا اور ایک دن غم و فکر میں بیٹھا ہوا تھا
حضرت عمر آ کر گذرے مجھ پر پڑا اور انہوں نے سلام کیا فلم اشعر بہ کی ضمیر میں تین احتمال ہیں اول مردہ کیونکہ 16/2
یعنی حضور کی گفتگو رفتار کا احساس ہی نہیں ہوا۔ دوسرا احتمال حضرت عثمان کی رفتار کا کہ حضرت عمر مجھ پر گذرے اور
آپ کا مجھے پتہ ہی نہیں کہ مجھے گذرتا ہوا بھی نہ دیکھ سکا جو اب۔ کلام کیلئے یہ بات انکو بعد میں معلوم ہوئی اور
اب روایت کا وقت نقل کرتے ہیں کہ اور گذر جاتے تھے ودتم کہ انہیں تسلیم کیا تو اشعر میں ضمیر راجع ہے جو سلام کے
سمجھ میں آتا ہے یا دونوں کیلئے علی سبیل العموم بکل واحد راجع ہو اور یہی زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ
مناسب ہے معلوم ہوتا اور وہ حضرت عثمان کا قول آگے آ رہا ہے واللہ ما شعرت انہ مر ولا سلم
بہرحال جب حضرت عمر کو سلام کا جواب نہ ملا تو وہ شکایت کرنے گئے حضرت صدیق اکبر کے پاس گئے
اب بیان ہوتا ہے یہ تفصیل تاویل ذکر ہیں۔ حضرت عمر نے شکایت اس وجہ سے کی کہ ان کے دل میں یہ خیال
پیدا ہوا کہ ابھی ابھی حضور کا انتقال ہوا ہے کچھ زمانہ بھی نہیں گذرا اور ابھی سے ان کے دل
میں دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا کہ سلام کا بھی جواب نہیں دیا بہرحال چونکہ کوئی غم
اور علاج کر دیا نیز حضرت ابوبکر کیا چاہیں کہ معلوم ہو گیا کہ اشتغال تھا
اپنے شغل سے کرنا چاہئے جو آپ نے ارادہ فرمایا رکھے ودتم چونکہ حضرت عمر نے اور حضرت
ابوبکر سے شکایت کی اور کسی غیر سے تذکرہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے
تو اسی کے سامنے تذکرہ کرے۔ حضرت عمر چونکہ قائل تھے اور حضرت عثمان قائد تھے تو معلوم

41 ہوا اور یہ عقیدہ قائم تھا کہ مذکورہ سلام کا اگرچہ مستحب عمل بھی جائز ہے اور چونکہ سلام کا 16/2
جواب واجب ہے جس میں دونوں بیان ہیں یہ کیا ہوتا ہے وہ واجب ترک کر حسن حالت کے [illegible]
حضرت عمرؓ اور ابتدا ہوا ان دونوں حضرات کو عذر تھا کہ جو پیش حضرت عثمانؓ کو بیان فرمایا گیا
اور دونوں نے سلام کیا اگرچہ ایک کا سلام پہنچا جو عمداً نہ تھا قائم شدہ ہو گیا تھا اگر یہ
رفعت سے اور صحابہ کرام اکثر مستحبات پر عمل فرمایا کرتے تھے اور مستحبات پر عمل کرتے ایک
سلام کرنا سو یہ ہے کہ دونوں نے سلام کیا اور اس کا جواب نہ دینے کی وجہ سے [illegible] کی
تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ اور اس صورت میں حضرت عمرؓ کی قسم یہ
ہو رہی تھی کہ انہوں نے ندا اور اپنا بابا کو جنہیں کہ یہ نے فرمایا والله لقد فعلت 16/4
حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ والله ما شعرت کیونکہ یہاں شعور سے [illegible] کا ادراک ہے یہ
معلوم ہو گیا کہ حضرت عمرؓ جو کچھ کہہ رہے تھے [illegible] فرمایا کہ مجھے احساس ہی نہیں ہوا حضرت صدیقؓ
نے تصدیق فرمائی اور کہا کہ کسی وجہ سے تم کسی کام میں مشغول ہو گئے انہوں نے فرمایا ہاں میں
اس بات میں غور کر رہا تھا کہ عن نجاة هذا الامر [illegible] کے اسباب میں کیا ارشاد 16/7
کیا اس سے بعض لوگوں نے اس سے دین مراد لیا ہے کہ ہم بھی قوم دین کی [illegible] اسلام ترک کیا
اور بعض نے کہا کہ حب دنیا اور معاصی وغیرہ مراد ہیں کہ ان سے نجات کا ذریعہ معلوم ہو سکا
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان سے تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں دریافت
کر لیا ہوں یہ سن کر حضرت عثمانؓ خوشی میں کھڑے ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ تعظیم کے لئے کھڑے
ہو گئے اگرچہ تعظیم پہلے سے بھی تھی لیکن اس وقت معلوم ہوا کہ [illegible] ان کا علم ہے جو
ہمکو نہیں ہے اس وجہ سے کھڑے ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ چاہیے تھا اور تعلیق کی وجہ سے قیام فرمایا
پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ ذریعہ نجات کلمہ ہے جس کو اپنے چچا پر میں نے
پیش کیا تھا مگر انہوں نے رد کر دیا تھا۔ [illegible] حضور کا وہ [illegible] لا الہ الا اللہ کیوں
فرمایا تھا سمجھ ہوں کہ اس سے [illegible] جواب ہے [illegible] اور [illegible] کلمہ کی وجہ سے ایک کا اور
کلمہ کو [illegible] پیش کیا [illegible] لا الہ الا اللہ کو [illegible] دوسرا یہ پیش ہی ایسے شخص کو [illegible] جو ابا
بچپن میں حفاظت [illegible] ان کا [illegible] احسان [illegible] پورا اصل
نجات اس کلمہ کا ذریعہ ہے اگرچہ انہوں نے ستر سے زیادہ سال عمر ہو میں گزارا اس کلمہ کو تھا
ہو جاتا ہے اور دلیل بن جاتا نجات کا۔ دوسری حدیث حضرت مقدادؓ کی سے [illegible]
ترجمہ رسول [illegible] ساتھ [illegible] علی ظهر الارض ظہر ارض سے [illegible] 16/9

41 زمین دار دھے یعنی وہ جو حجاز اور ریگستان میں بال کے دیہات اور دوسری صورتیں یعنی [illegible] کی اوڑھنا 16/9
کہتے ہیں یعنی تمام روئے زمین [illegible] بستیاں سب [illegible] ہر گھر اور ہر جھونپڑی میں کلمہ اسلام داخل ہوگا
خواہ وہ عزت کے ساتھ داخل ہو یا ذلت کے ساتھ یعنی بعض لوگ اسکو اچھی طرح خوشی سے قبول کرینگے
اور بعض لوگ مجبورا یا دل نا خواستہ جزیہ اور قتال کے ذریعہ اسکو قبول کرینگے فیکون الدین کلہ للہ 16/15
یہ اوزاعی کا قول ہے یعنی میرے نزدیک [illegible] ایسی صورت میں تو تمام دین اللہ کیلئے ہوگا بعض کی خوشی
طوعا اور بعض کی [illegible] ۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان یقین کو کہا [illegible] ہے ۔ عثمان رضی اللہ عنہ

(ترجمہ)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کرام حضور کی وفات پا لینے پر اتنے غمگین تھے اور بیتاب تھے کہ
وہ لوگ وسوسہ کرنے لگے اور میں بھی انہی لوگوں میں تھا پس میں بیٹھا ہوا تھا کہ گذرے مجھ پر حضرت عمر
اور سلام کیا لیکن مجھے محسوس نہ ہوا [illegible] سلام [illegible] پس شکایت کی عمر نے ابوبکر سے پھر دونوں
متوجہ ہوئے اور سلام کیا پھر دونوں نے پس ابوبکر نے فرمایا کس چیز نے روکا تجھ کو اپنے بھائی
کے سلام کا جواب دینے سے [illegible] میں نے کہا [illegible] نہیں کیا عمر نے کہا قسم
اللہ کی تحقیق تم نے ایسا ہی کیا میں نے کہا نہیں مجھے محسوس ہی نہیں ہوا کہ آپ آئے اور نہ یہ کہ آپ نے
سلام کیا حضرت ابوبکر نے فرمایا عثمان نے سچ کہا تحقیق کسی امر نے مشغول کر دیا ہوگا تجھ کو اس جواب دینے
سے کہا اور نے میں نے کہا ہاں ۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا ہے وہ امر میں نے کہا وفات دی اللہ نے
اپنے نبی کو قبل اسکے کہ ہم سوال کرتے ان سے اس امر کی نجات کا حضرت ابوبکر نے فرمایا میں سوال کر چکا
ہوں ان سے پس میں کھڑا ہوا [illegible] ان کی طرف اور کہا میرے ماں باپ قربان آپ پر آپ ہی زیادہ
حقدار تھے اس کی نجات کے سوال کا ۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ سے کہا اس امر
کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا وہ شخص جو مجھ سے قبول کرے اس کلمہ کو جو میں نے پیش کیا اپنے
چچا پر پس انہوں نے اسکو رد کر دیا پس یہی کلمہ نجات ہے (روایت کیا اسکو احمد نے)

(ترجمہ)
حضرت مقداد سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ فرماتے تھے نہیں باقی رہیگا
روئے زمین پر کوئی پکا گھر اور کوئی خیمہ مگر داخل فرما دیگا اللہ تعالیٰ اسمیں کلمہ اسلام کو عزیز شخص کی
عزت کیساتھ یا ذلیل شخص کی ذلت کیساتھ یا عزت دیگا اللہ تعالیٰ انکو پس بنا دیگا انکو اس کلمہ کا
اہل یا ذلیل کر دیگا انکو پس ذلیل اور فرمانبردار ہونگے اس کلمہ کے پس ہو جائیگا تمام دین اللہ کیلئے

43 عن وھب بن منبہ قیل لہ الیس لا الہ الا اللہ مفتاح الجنۃ قال بلی الخ 16/15
وہب بن منبہ تابعی ہیں چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی [illegible] تابعی کے قول کو بھی نقل کر دیا تاکہ
[illegible] اس فصل میں یہ حدیث بیان فرمادی ۔ مقصود اسکا [illegible] توحید

43 اور شہادت توحید کا حق ادا نہیں۔ کلمہ وہ ایک مفتاح ہے اور جسطرح مفتاح کے لئے تالا کھولنے کو دندان 16/10
ہوتے ہیں اسیطرح اس کلمہ کے دندان اور اسنان ہیں اور وہ اعمال صالحہ ہیں تو جسطرح بغیر اسنان کا
قفل کا کھلنا مشکل ہے اسیطرح بغیر اعمال صالحہ کے دخول مشکل ہے۔ اس حدیث سے مرجیہ پر رد ہو گیا
کیونکہ انکے نزدیک تو عقیدہ کافی ہے اور عمل کی ضرورت نہیں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے!

ترجمہ:- وھب بن منبہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نہیں ہے لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی انہوں نے فرمایا
ہاں لیکن نہیں ہے مفتاح مگر یہ کہ اسکے لئے دندان ہیں پس اگر تو ایسی مفتاح لایا جسکے دندان ہیں تو
دروازہ کھولا جائیگا تیرے لئے ورنہ نہیں کھلیگا (اس روایت کو بخاری نے ترجمۃ الباب میں)

44 عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احسن احدکم اسلامہ / 16/12
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اضافہ دس سے سات سو تک ہوتا ہے اب رہا یہ کہ اضافہ کیا اس سے
زیادہ بھی اضافہ ہوتا ہے یا نہیں۔ محدثین کی ایک جماعت نصوص کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہتی ہے کہ نہیں
انہی نصوص میں سے یہ حدیث ہے اور قرآن پاک کی آیت مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ اس سے
بھی سات سو تک معلوم ہوا لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ منتہی نہیں بلکہ اس سے بھی بعض اوقات زیادہ ہو جاتی ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں واللہ یضاعف لمن یشاء۔ مقصود اس حدیث کا یہ ہے کہ اسلام کی تحسین
اور کمال سے وقت ہوتا ہے اگر مسلمان کوئی عمل خیر کرے تو اسکا ثواب دس سے سات سو تک زیادہ
ہوتا ہے اور اگر کوئی برا عمل کرے تو اسکا بدلہ وفا اتنا ہی دیا جاتا ہے جتنا ہے یہ اللہ کا عدل
اور شفقت ہے بندوں پر کہ برائی ہو تو اسکا بدلہ برابر اور اچھے کاموں کا اجر ان میں زیادہ دیتے ہیں
خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبقت رحمتی علی غضبی۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے!

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تحسین کرتا ہے تم میں سے کوئی
اپنے اسلام کی تو ہر وہ نیکی جسکو وہ کرتا ہے لکھی جاتی ہے اسکے لئے اس جیسی دس سے سات سو تک
اور ہر وہ برائی جسکو وہ کرتا ہے اسکا مثل لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ ملے اللہ سے یعنی وہ مرجائے یعنی تمام
زندگی ایسا ہی ہوتا رہتا ہے (روایت کیا اسکو شیخین نے)

45 عن ابی امامۃ ان رجلا سأل الخ وعن عمرو بن عبسۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 16/14
اس حدیث کا مقصد صرف ایمان معلوم کرنا نہیں بلکہ کامل ایمان کی علامت معلوم کرنا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا
کہ جب نیک کام کرنے سے اپنے دل میں سرور محسوس کرنے لگو اور برے فعل پر اپنے دل میں رنجیدگی اور کبیدگی
محسوس کرو تو سمجھو کہ ایمان کامل ہے اور ایمان کا تقابل اثم تھا اس وجہ سے پوچھا کہ اثم کی علامت بھی معلوم کر لو
اثم کی پہچان یہ ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا جب کوئی بات دل میں کھٹک ہو تو سمجھو کہ یہی اثم ہے نیز اس سے اجتناب کرو

15/14 مگر یہ مقام تقویٰ والے لوگوں کا ہوتا ہے کہ اندیشہ میں مباح باتوں سے بھی وہ اجتناب کرتے ہیں اور عام لوگوں کے متعلق منشا یہ تھا 45
کہ اوامر و نواہی کے حدود کو اپنا کام ورد کر اثم سے بچاؤ کرو اور ان سے اجتناب کیا جانا چاہئے

ترجمہ: حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا ایمان کی
علامت کیا ہے آپ نے فرمایا جب تجھ کو خوش کرے تیرا اچھا عمل اور رنجیدہ کرے تجھ کو تیرا برا عمل تب تو مومن
کامل ہے اس نے کہا یا رسول اللہ ~~الاثم~~ ما الاثم کیا ہے آپ نے فرمایا جب تیرے دل میں کھٹکے کوئی شی تو
اس کو چھوڑ دے (کیونکہ یہی اثم ہے) (اس کو روایت کیا احمد نے) ۔

عمرو بن عبسہ کی حدیث ابو نعیم نے ... حضور سے دریافت کیا من معك على هذا الامر اس سے مراد
دین ہے یعنی جب آپ نے دین کی تبلیغ کا شروع کیا اس وقت کون آپ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا حر وعبد
حر سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبد سے مراد حضرت بلال مراد ہیں ۔ ... حضرت
خدیجہ اور حضرت علی بھی تو اول الایمان ہونے والوں میں سے تھے ان کو ذکر نہیں فرمایا کہ علی ... حضرت
علی اس وقت بچے تھے اس وجہ سے ذکر نہیں کیا اور حضرت خدیجہ عورت تھیں ... اور ... ذکر کیا
ذکر فرمایا ... حقیقت یہ ہے کہ اول الایمان مردوں میں حضرت ابوبکر اور عورتوں میں حضرت خدیجہ اور
بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ پھر حضرت عمرو نے اسلام کی
خصوصی صفات کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ طیب الکلام واطعام الطعام ۔ یہ دونوں کمال ایمان اور
اسلام کی خصوصیات ہیں اور چونکہ لوگوں پر بے سبب ... طیب الکلام انسان کے ... اس وجہ سے اس کو
مقدم کر دیا اگرچہ ادنیٰ اور اطعام اعلیٰ ہے تو گویا ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے ۔ بہر حال اچھی طرح
گفتگو کرنا اور خوش اخلاقی سے پیش آنا مومن کی شان ہے اسی طرح کھانا کھلانا اور چونکہ یہ دونوں کام
بہت مشکل معلوم ہوتے ہیں خصوصاً کھانا کھلانا تو ہر شخص کے بس کی بات نہیں ۔ اس وجہ سے آپ نے کمال
ایمان کی خصوصیات کو مقرر فرما دیا ۔ پھر انہوں نے سوال کیا ایمان کے متعلق آپ نے فرمایا الصبر والسماحۃ
سماحۃ کے معنی بعض نے زہد اور بعض نے سخاوت اور بعض نے دنیا سے بے رغبتی کا بیان کیا لیکن یہ دونوں کا
کمال ایمان کی نشانی ہے ۔ صبر کی تین قسمیں صبر علی الطاعات یعنی دل کو جما دینا طاعت پر جو فرائض اور
اور سنتیں ادا کرنے کا وقت آ جائے ... نفس نے خواہش کی ... نماز پڑھے ۔ صبر علی المعصیۃ دل
کو جما دینا اس وقت کہ گناہ ... اور عمل قبیح کی دل نے خواہش کی لیکن اس نے صبر کیا ۔ صبر علی
البلایا والمصائب ۔ اور ایمان تینوں مراد ہو سکتے ہیں ۔ پھر انہوں نے کہا ای الاسلام افضل 16/18
اسلام سے ایمان مراد ہے اسلام نہیں ہے جیسا کہ حضور کے جواب سے معلوم ہوا ۔ پھر حضرت عمرو نے صلوٰۃ کے متعلق
سوال کیا تو آپ نے فرمایا طول القنوت قنوت کے معنی مختلف بیان کئے گئے ہیں اکثر نے تحمید قیام

45 قراءۃ خشوع سکون اور ہر ایک بیان درازی ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے [illegible] اتنا [illegible] اور اس 16/18
صلوۃ سے صلوۃ [illegible] نہیں کیونکہ اسمیں طول قیام وغیرہ سے منع کیا گیا اب اس امر میں اختلاف ہے کہ
طول قیام افضل ہے یا کثرت سجود، امام ابوحنیفہ کے نزدیک طول قیام افضل ہے اور امام شافعی
کے نزدیک طول سجود افضل ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب ساجد ہوتا ہے
اور بعض نے [illegible] کے اعتبار سے فضیلت میں فرق بیان کیا اور حدیث [illegible] سوال کیا گیا کہ
فرمایا جیسا کہ [illegible] اشارہ ہے [illegible] کیونکہ [illegible] دونوں کو

48 عن معاذ بن جبل قال سمعت [illegible] انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن افضل الایمان 16/23
کیونکہ اس میں تمام اعمال [illegible] سے بچا رہتا ہے مغفرت یقینی ہے اور [illegible] بشارت سے [illegible]
[illegible] اور دونوں حدیثوں کی تفصیل [illegible] اور [illegible]
تمام [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ [illegible]

ترجمہ:- حضرت عمرو بن عبسہ نے کہا کہ میں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور میں نے کہا یا رسول اللہ کون شخص آپ کے ساتھ تھا اس دین پر، فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام۔ میں نے کہا اسلام کی خاص علامت کیا ہے، فرمایا خوش کلامی اور کھانا کھلانا۔ میں نے کہا ایمان کی خاص علامت کیا ہے، فرمایا صبر و سخاوت۔ راوی نے کہا میں نے پوچھا کون اسلام (مسلمان) افضل ہے، فرمایا وہ شخص کہ سالم رہیں مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے۔ کہا راوی نے میں نے پوچھا کون ایمان افضل ہے، فرمایا اچھی عادت۔ کہا میں نے کونسی نماز افضل ہے، فرمایا طول قیام یعنی قرأت اور خشوع و سکون۔ میں نے کہا کونسی ہجرت افضل ہے، فرمایا ترک کر دے اس چیز کو جو تیرے رب کو ناپسند ہو۔ کہا میں نے کون سا جہاد افضل ہے، فرمایا جس شخص کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی ہو جائے۔ میں نے کہا کونسی گھڑی افضل ہے، فرمایا آخر رات کا درمیانی حصہ۔

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، پانچوں نمازیں پڑھتا ہو اور رمضان کے روزے رکھتا ہو تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ میں نے کہا کیا ان کو بشارت نہ دوں یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا چھوڑ دو ان کو اس حال میں کہ وہ عمل کرتے رہیں۔ اور حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ انہوں نے سوال کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق تو فرمایا تو محبت کرے اللہ کے لئے اور بغض رکھے اللہ کے لئے اور استعمال کرے اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں۔ پھر حضرت معاذ نے کہا کہ اور کیا ہے یا رسول اللہ، فرمایا لوگوں کے لئے پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ناپسند کرو ان کے لئے جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو (روایت کیا اس کو احمد نے [illegible])

۱۶/۲۵

باب الكبائر وعلامات النفاق

اس باب کو کتاب الایمان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ کبائر سے انسان یا تو ایمان سے نکل جاتا ہے کما قال الخوارج والمعتزلہ یا کم از کم ناقص ہو جاتا ہے تو گویا کبائر اور ایمان کے درمیان تضاد کی نسبت ہے اسی طرح نفاق میں بھی انسان ظاہراً مسلمان اور باطناً کافر ہوتا ہے تو اس کو بھی تضاد ہے تو گویا دونوں بابوں میں مناسبت تضاد کی ہے اور نفاق سے مراد اعتقادی ہے عملی نہیں ہے۔ اس باب میں تین بحثیں کبائر کے بارے میں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) بحث اول:- کبیرہ اور صغیرہ میں اختلاف ہے کہ گناہوں کی تقسیم ہے یا نہیں۔ شیخ ابو اسحٰق اور قاضی ابو بکر باقلانی اور ابن القشیری کے نزدیک تقسیم نہیں ہے۔ ابن عباسؓ کی بعض روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم نہیں ہے لیکن ائمہ جمہور علامہ ابن قیم ابن کثیر شیخ الاسلام یحییٰ بن شرف النووی کے نزدیک تقسیم ہے اور انہوں نے اس کا جواب مقدم کیا۔ ابن القشیری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتبار سے چھوٹی سے چھوٹی معصیت بھی کبیرہ ہے لہٰذا بعض کا تقسیم الی الصغیرہ اور بعض کا الی الکبیرہ ہونا صحیح نہیں ہے۔ تو ان کے نزدیک تمام معاصی کبائر ہیں اور جمہور کی دلیل بعض نصوص قرآنیہ ہیں کہ تقسیم معلوم ہوتی ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم الآیۃ تو یہاں لفظ کبائر سے تقسیم معلوم ہو رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ عدد کو بیان کیا اور بعض جگہ نہیں کیا تو عدد کا ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ نیز خود اسباب میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ تقسیم ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تمام کا جواب دیا ہے ہونا تقسیم کا ثابت ہے۔

(۲) بحث ثانی:- کبائر اور صغائر میں اختلاف ہے کہ جب گناہوں کی تقسیم ہو گئی تو اب ان کی تعداد کتنی ہے اس میں بعض نے کہا تین ہیں یا چار ہیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سات ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے نزدیک نو ہیں۔ بعض کا نزدیک ستر ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیثمی نے قول نقل کیا چودہ۔ بعض نے الزواجر عن اقتراف الکبائر میں نقل کیا ستر ہیں۔ ابن عباسؓ سے سات سو روایت اور ابن کثیر نے ستر کے قریب بیان کئے۔ تو ان احادیث میں بھی بیان کئے گئے ہیں سات معلوم ہیں۔ علامہ ابن حجر نے ایک رسالہ لکھا جس میں چار سو قول نقل کئے ہیں۔

(۳) بحث ثالث:- تعداد اور تقسیم کی طرح تعریف میں بھی اختلاف ہے کبیرہ اور صغیرہ کی تعریف کیا ہے؟ امام رافعی نے فتح العزیز میں یہ تعریف بیان فرمائی کبیرہ ما یوجب الحد اور ما ورد علیہ الوعید کو کہتے ہیں لیکن اول تعریف پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ جامع نہیں ہے اس لئے کہ احادیث میں بعض معاصی کو کبیرہ کہا گیا جن کی حد میں حد واجب نہیں ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے ما یوجب الحد اور ما ورد علیہ الوعید دونوں کا مجموعہ کر کے فرمایا۔ بعض نے تعریف کی ما ورد علیہ الوعید الشدید۔ بعض نے کہا جس کے کرنے والے کو لعنت فرمائی جیسے فرمایا گیا ہو وہ کبیرہ ہے۔ شیخ عز الدین نے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ بعض کبائر تو منصوص ہیں اور بعض ایسے ہیں جو غیر منصوص ہیں تو ان کو دیکھا جائے کہ اگر منصوص کبیرہ کا

16/25 نفس کا غلبہ ہو یا [illegible] سے ذکر ہے۔ وہ تو صغیرہ ہے خیال کا [illegible] قول معروف ہے [illegible] اور اگر کوئی
گناہوں کو حقارت سے [illegible] کیا اور کسی شخص مسلمان کو حقارت سے [illegible] ہو یا اس پر اصرار ہو تو [illegible]
[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] گناہ صغیرہ [illegible] نہیں
[illegible] کا فیصلہ [illegible] ہے [illegible] اور اس پر [illegible]
[illegible] کے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] استغفار
[illegible] صغیرہ [illegible]
[illegible] ابو عمرو بن الصلاح نے [illegible]
[illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] صغیرہ [illegible]
[illegible] صغیرہ ہے۔

[illegible] منافق کی [illegible] النبی [illegible] ہیں۔ نفاق [illegible] ایمان [illegible]
ہیں۔ نفاق میں [illegible] قسم [illegible] میں [illegible] تمام اعمال [illegible] قسم
[illegible] ماخوذ ہے نفقاء الیربوع سے [illegible] میں [illegible]
[illegible] ایمان کو [illegible] میں [illegible] اعمال کو [illegible] ہے اور [illegible] میں
[illegible] نفاق کا [illegible] ماخوذ ہے [illegible]
[illegible] ماخوذ ہے [illegible] میں [illegible] اور [illegible]
میں [illegible] ہے۔

۴۹ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ ۲۶
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہایت جلیل القدر صحابی ہیں [illegible] مسلمین میں ان کا
شمار ہے ۳۲ھ میں وفات پائی حضور ﷺ سے قرب اور تعلق کا یہ حال تھا کہ صحابہ کرام فرماتے تھے
کہ ہم سمجھا کرتے تھے کہ یہ حضور کے رشتہ داروں میں ہیں [illegible] علماء کا قول ہے
افقہ الصحابہ بعد خلفاء الاربعۃ ہمارا مسلک فقہ حنفی انہی سے [illegible] ہے رجل سے مراد کون ہے ۲۶
نام تعیین نہیں کی لیکن [illegible] سے معلوم ہوتا ہے [illegible] خود حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں
لیکن بعض [illegible] میں [illegible] ہے [illegible]
[illegible] اور [illegible] روایات [illegible]
جامع ترمذی، سنن بیہقی میں [illegible]

16/24 وہ خود ہی راجع ہے کہ بعد ازاں ہیں الذنب سمع لیع سے آثار سے پیچھے لگا جاتا ہے یعنی میں جو بلا اثر گناہ کا 49
ثمرہ پیچھے لگا جاتا ہے اس وجہ سے ذنب کہتے ہیں۔ ذنوب کی چار قسمیں اوّل جو استغفار اور نفل
حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں۔ گناہ صغیرہ ہے دوم جو حسنات سے قطعاً معاف نہ ہو البتہ توبہ و استغفار
سے معاف ہو جاتے ہیں۔ گناہ کبیرہ ہے سوم جو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے لیکن اگر توبہ نہ کیا اور نفل
حسنات کرے تو بعض روایات میں مشیت ایزدی پر موقوف ہے اور چاہے معاف کر دے چاہے سزا دے
یہ گناہ کبیرہ ہے چہارم نہ توبہ و استغفار سے معاف ہو یہ حقوق العباد ہیں جو ادا یا ابراء کے علاوہ
کسی اور طریقے سے معاف نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کبائر بغیر توبہ کے بھی معاف ہو جاتے ہیں
بوجہ اعمال حسنہ کے لیکن جمہور کے نزدیک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا کیونکہ نصوص قرآنیہ کا اور
بالکلیہ مٹا دیں توبہ کو ذکر کیا گیا۔ امام غزالی نے ذنوب کا بیان کیا ہے جس میں ایک فعل المحذور دوم ترک
المامور پھر دونوں کی دو قسمیں کیا ہیں ظاہر کیا جسم ظاہر سے اور ایک باطن کیا جسم باطن سے
چاروں کی مثال سنئے۔ اوّل قسم کو حکم دیا گیا کہ ایمان لائے اور تصدیق کی لیکن اقرار نہ کیا تو
ترک المامور باطنی جسم سے پیدا ہوا۔ دوم تکبر کیا گیا کسی قوم کا عقیدہ ہو [illegible] کا دل و ذہن کا
اور خیال نہ رکھو لیکن تم کو پتا ہے تو یہاں فعل المحذور باطنی جسم سے پایا گیا۔ سوم حکم دیا گیا کہ قتل نہ کرو
لیکن تم نے قتل کر دیا کسی کو ناحق تو یہ فعل المحذور جسم ظاہر سے صادر ہوا۔ چہارم صوم نماز
کو ادا کرنے کا حکم ہے لیکن ادا نہیں کیا تو ترک المامور جسم ظاہر سے صادر ہوا
ذنوب کی چار قسمیں ہیں ملکیہ۔ شیطانیہ۔ بہیمیہ۔ سبعیہ۔ گناہ ملکیہ گناہ ہے جیسے کہ امور
صفات ربوبیت کو اپنے میں شمار کرنا جیسے فرعون کہتا تھا انا ربکم الاعلیٰ اور گناہ شیطانیہ یہ
حسد ہو کر بغض و عداوت اپنا ملی غرض یہ کرنا اور گناہ سبعیہ جیسے کہ کسی پر اتنا ظلم اور
اختیار کرنا جس کی وجہ سے ان کو جیتا کھا جائے۔ گناہ بہیمیہ جیسے اچھے کھانے پینے کی حرص میں ما
اور اس پر عمل پیرا ہو۔ رب العزت نے شرک کو اکبر الکبائر کیوں قرار دیا ہے اس کا جواب علامہ ابن قیم
دیا کہ انسان کی تخلیق عبادت کے لیے ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون تو اصل اصول
حسنات میں عبادت ہوئی لیکن شرک کے ذریعہ سے اسی اصل اصول کی پامالی ہوتی ہے تو شرک اکبر الکبائر
ہوگا۔ رب العزت نے قرار دیا ہوا اور حضور ﷺ نے بھی شرک کو اکبر الکبائر قرار دیا اور ایک دوسری
حدیث میں تین چیزوں کو اکبر الکبائر قرار دیا۔ الاشراک باللہ۔ قتل نفس اور قول الزور
اور قول زور اور شرک کے بیچ میں کیا مناسبت ہے کہ قرن کیا ہے اور بیان کیا ہے حدیث میں دونوں برابر ہیں
اس کے مختلف جوابات ہیں۔ اوّل یہ کہ قول الزور سے مراد شرک لیا ہے کیونکہ شرک [illegible]

49 بڑا جھوٹا ہوتا ہے تو ہم نے اپنا رشتہ ایسے شخص سے جوڑا تو اور کو جائز نہیں سمجھے تو ہم تعلیم علی حذف 16/27
اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تمام معاملات حضور نے فرمایا بعض جگہ معلوم ہوا کہ اشتباہ ہے ہوتا
تو وہ کون سا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سے بچنا ضروری فرمایا ہے اس کو تو اپنے ایمان کی حفاظت فرمایا
وهو خلقك یہ جملہ حالیہ ہے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا اول یہ کہ شرک ناقابل معافی ہے اور وجود 27
اسباب کا انکار اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان ہی کا نعمت سے دلالۃً الحرمت ہے وجود بخشا ہے لیکن تم اس کی ناشکری کی
دوسرے اسباب تک پہنچو اشارہ ہے کہ عبادت کا تعلق ہوتا ہے تخلیق پر تو تم جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو
اس پر تخلیق پر قادر نہیں ہیں ظاہر ہے کہ باطل معبود قادر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق کی اور وہی
عبادت کا مستحق ہے بلکہ ان سب چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جن کو تم نے ان میں سے کسی کی صفت والا سمجھ لیا جیسی صفت
تخلیق ہو پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد قتل نفس ہے اس کو آپ نے دو قید لگا کر بیان کیا اول ولدک
دوسرے خشیۃ ان یطعم اور دونوں قید یہاں اتفاقی ہیں یعنی مطلق قتل نفس گناہ کبیرہ ہے اور ان دونوں کی
قید لگانے کا اور زیادتی کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کو قتل کرنا قتل نفس سے بھی بڑا گناہ ہے پھر اپنے رشتہ
دار خصوصاً اولاد کا قتل تو اور بھی زیادہ ہے اس لئے کہ شفقت کا بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے اور
پھر اس وجہ سے کہ رزق میں حصہ بٹ جائے گا یہ تو اور بھی قباحت ہے اور یہ اس لئے بھی کہ معلوم ہوتا ہے
کہ حقیقی رزاق تو اللہ تعالیٰ ہیں لیکن تم نے اس کو قتل کیا تاکہ رزق نہ دینا پڑے تو گویا تم نے رزاق
اسباب ہونے کا دعویٰ کیا گویا کہ اس سے اور دونوں قید بیان فرمایا قتل نفس کا گناہ ہے تو یہ دو گناہ اس سے ہوئے
شرک میں تو خود اللہ تعالیٰ کی عبادت سے انکار ہے اور قتل نفس کی صورت میں دوسرے سے مقرون عبادت
کیا تو گویا مقرون عبادت میں دونوں برابر ہو گئے اس لئے آپ نے بیان فرمایا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ
ان تزانی حلیلة جارك بخاری و مسلم میں بابِ تفاعل سے ان تزانی آیا ہے اس صورت میں مطلب 17/1
یہ ہوگا کہ رضامندی سے زنا کیا جائے اور حلیلۃ جارک کا قید بھی اتفاقی ہے قباحت کیلئے بیان
کیا گیا ہے حال آپ نے ان تینوں کو بیان فرمایا کہ اس کے بعد اس قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی
والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون الآیۃ حضور کی
ان باتوں کی فرمایا کہ تصدیق سے مراد یہ تھا کہ اس آیت اور حدیث کا مطلب ایک ہی ہے یا دی
نے واسطہ سے تعبیر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے بعد آیت نازل ہوئی لیکن علامہ علی قاری کا
قول اس بنا پر ہے اور اس سے بعض لوگوں کے نزدیک آیت پہلے ہے اور پھر آپ نے اس آیت کی تفسیر
حدیث پاک سے فرمائی متفق علیه یہ لفظ بہت سی جگہ گزر چکا لیکن آج ہم اس کی وضاحت 2
کرتے ہیں کہ علماء نے اس کے تین معنی و تعبیرات تحریر فرمائے اول بخاری و مسلم حدیث کی اخراج پر متفق

49 ہوگا برابر ہے کہ الفاظ مختلف ہوں یا متحد۔ دوسرے اگر ترجمہ کیا جائے تو ساتھ اتحاد لفظ بھی متفق ہوں۔ سوم یہ کہ 17/2
اتحاد لفظ کیساتھ اتحاد معنی دعویٰ بھی ہو۔ حدیث کا ترجمہ سنئے!

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہا ایک آدمی نے یا رسول اللہ کونسا گناہ بڑا ہے اللہ کے نزدیک آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے پیدا کیا تجھ کو۔ اس آدمی نے کہا پھر کونسا آپ نے فرمایا قتل کرے تو اپنی اولاد کو اس بات کے خوف سے کہ کھائیگا وہ تیرے ساتھ۔ اس نے کہا پھر کونسا آپ نے فرمایا زنا کرے تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے۔ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنے قول والذین لا الخ تک۔ [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ جو اولاد فاقہ کی وجہ سے قتل کیا جائے اس پر اتفاقیا تخمینا ہے

50 وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک الخ ۲

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اجل صحابہ میں سے ہیں۔ سب سے زیادہ احادیث لکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ میں چونکہ یاد کرتا تھا اور عبد اللہ لکھ لیتے تھے اس وجہ سے انکو زیادہ احادیث لینے کا موقع ملا رب العزت میں [illegible] کا کتابت حدیث میں انکی کل احادیث کا ذخیرہ پانچ سو کا ذخیرہ ہے اور ابو ہریرہ کا ان سے کہیں زیادہ ہے جیساکہ پہلے بیان ہو چکا تو پھر انکی احادیث زیادہ کہاں ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی احادیث میں اسرائیلی کتابوں کو شامل کر لیا تھا اس وجہ سے محدثین نے انکی احادیث نہیں لیں۔ دوسرے یہ شام چلے گئے تھے اور حدیث کو لینے اور جمع کرنے والے اکثر مدینہ کے رہنے والوں سے حدیثیں سنتے اور لیتے تھے جو مدینہ میں موجود ہوں۔ تیسرے مدینہ اس وقت علمی گہوارہ تھا اور یہ وہاں سے چلے گئے تھے

۳ الاشراک ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہاں پر اشراک باللہ کہنا چاہئے تھا مگر خود اس کا جواب دیا کہ چونکہ اکثر اہل عرب مشرک تھے تو انکے زعم کے مطابق اشراک کو فرمایا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ کفر عام ہے اور شرک خاص ہے اور ہر خاص میں عام پایا جاتا ہے اس وجہ سے خاص پر اکتفا کیا۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شرک کی دو قسمیں ہیں ایک تعطیل اور ایک غیر تعطیل۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو بیٹھے بٹھائے ڈال کر خود مولیٰ بن بیٹھے جیسے فرعون کا شرک تھا۔ دوسرا شرک وہ ہے جو اس طرح ہو جیسے اہل ہند کا شرک ہے کہ وہ لوگ اللہ کو مانتے ہیں مگر اسکے قرب کو حاصل کرنے کیلئے معبودان باطلہ کی عبادت کو ذریعہ سمجھتے ہیں۔ کفر چار قسمیں ہیں کفر انکار۔ کفر عناد۔ کفر جحود۔ کفر نفاق۔ کفر انکار وہ ہے کہ جہاں قلب اور زبان دونوں سے انکار ہو جیسے مشرکین عرب کا۔ کفر عناد وہ ہے کہ قلب سے تو اقرار ہے مگر زبان سے انکار جیسے امیہ ابن ابی الصلت وغیرہ کا کفر ہے۔ کفر جحود وہ ہے کہ قلب سے اللہ کا عرفان تھا اور زبان سے اقرار مگر پھر بھی نہ مانتا جیسے ابو طالب کا کفر۔ اپنے بھتیجے کو مانتے تھے اور تصدیق کرتے تھے دل سے بھی اور زبان سے بھی مگر دین [illegible] انکار کر دیا اور کفر نفاق یہ ہے کہ زبان سے اقرار اور قلب سے

17/۳ انکار جیسا کہ ابن خلف اور اسکے ساتھی۔ بہر حال اکبر الکبائر تین شے کو بیان فرمایا اور اسکے بعد دوسری چیز 50
عقوق والدین ہے یعنی والدین کی نافرمانی کرنا۔ اب کیا اس نافرمانی کی حد کیا ہے؟ جیسا کہ کتاب الفروع میں
ابو محمد ابن عبد السلام فرماتے ہیں کہ ان کا پتہ نہ چل سکا کہ ماننا فرض کا درجہ انکار کرنا فرض کا اور مجھے اس بارے
میں کوئی ضابطہ معلوم نہیں ہو سکا اگر کوئی چیز والدین ناخوش ہوں عقوق لازم آتا ہے اور ان کی حد نہیں ہے
ابو عمر ابن الصلاح نے فرمایا کہ وہ امور واردہ میں جنہیں عام طور سے نافرمانی پر اختلاف کیا جاتا ہے الجن نافرمانی
کرنا گناہ کبیرہ ہے اور صغیرہ اور شبہ بیان کیا گیا جن امور سے شریعت نے منع کر دیا انکے علاوہ میں نافرمانی
کبیرہ ہے۔ تیسرا کبیرہ قتل نفس ہے اور چوتھا کبیرہ یمین غموس ہے۔ یمین کی تین قسمیں لغو، منعقدہ
غموس اور یمین ہے صرف غموس کو کبیرہ قرار دیا اس وجہ سے کہ یہ کفارہ کا محل نہیں ہے۔ اب ترجمہ سنئے

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کبائر اکبر الکبائر تو شرک کرنا
اللہ کے ساتھ والدین کی نافرمانی کرنا، نفس کو قتل کرنا اور یمین غموس ہے روایت کیا اسکو بخاری نے اور انس کی
روایت میں یمین غموس کی بجائے شہادۃ زور ہے۔ اس پر اتفاق کیا شیخین نے۔

٤ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات 52

اس حدیث پاک میں شرک کے بعد ایک کبیرہ سحر کو قرار دیا اس کے اندر چند بحثیں ہیں غور سے سنو۔

بحث اول :- اس بات میں کہ سحر کی حقیقت ہے یا نہیں۔ امام جعفر شافعیہ میں سے امام ابو بکر جصاص حنفیہ
میں سے اور امام ابن حزم ظاہریہ میں سے ان کے نزدیک سحر کی کوئی حقیقت نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ
جمہور علماء کے نزدیک سحر کی حقیقت ہے محقق ابن ہمام کی بھی یہی رائے ہے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں
کہ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ سحر سے انقلاب ماہیت ہوتا ہے یا نہیں۔ جن لوگوں کے نزدیک
سحر کا کوئی اثر نہیں اور اس سے انقلاب ماہیت نہیں ہوتا تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکی کوئی حقیقت
نہیں اور جو انقلاب ماہیت کے قائل ہیں یعنی اس کے اثر کے قائل ہیں ان میں دو فریق ہو گئے ایک
وہ جو کہتے ہیں کہ اس سے ماہیت بدل جاتی ہے اور ایک وہ جو کہتے ہیں کہ ماہیت نہیں بدلتی مگر
صرف اثر ہوتا ہے جیسے تندرست کو مریض اور ایلام محسوس ہوتا ہے چنانچہ محقق ابن ہمام ابن حجر وغیرہ
یہی کہتے ہیں کہ اس سے ایلام ہوتا ہے فقط۔

بحث ثانی :- اقسام سحر کے بیان میں ہے۔ امام فخر الدین رازی نے سحر کی آٹھ قسمیں بیان فرمائی ہیں
اول سحر الکلدانیین والکسدانیین۔ یہ وہ فرقے تھے کواکب کی عبادت کیا کرتے تھے اور انکا زعم تھا کہ
ان سبع سیارہ کواکب کی روحانیت ہمارے کو نفع دیتی ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
انہی لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ان لوگوں کے پاس سحر تھا۔ ثانی سحر اصحاب الاوہام قوۃ الاوہام میں

52 اتنی قوی ہو جاتی ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ میں اپنے ذریعہ سے جیسا کچھ چاہتا ہوں ۔ ثالث: شعبدہ بازوں کا سحر ہے 17/4
اور شعبدہ بازی کو دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ کی صفائی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ۔ اور یہی کچھ فرعون کے
ساحر بعینہٖ ایسا ہی ہوتا تھا ۔ رابع: آلات کی ترکیب سے کوئی چیز تیار کیا جائے جیسی وہ ہے وہ خود کہتا
کرتے تھے امام فخر الدین فرماتے ہیں کہ وہ بھی ہنر مندوں کے اعمال ہی گویں ۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ
آلات نصاریٰ کا ایسا ہی جادو تھا ۔ خامس: سحر بعض الادویہ مثلاً مقناطیس ۔ یعنی ایک قسم کی دوا ہے
جس کے ذریعہ بھی دوسری چیزوں کو اپنی طرف کھینچا جاتا ہے ۔ سادس: شیطانوں کی عبادت اور تقرب
اور ان کی معاونت سے حاصل ہو ۔ سابع: سحر بالنمیمہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نمیمہ دو حال سے خالی نہیں
اگر اصلاح کی نیت سے ہو تو کوئی حرج نہیں ۔ اور اگر نیت فساد کی ہے تو وہ سحر نما اور فعل حرام ہے
ثامن: سحر بتعلیق القلب مثلاً کوئی کہے کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور میں نے جنات کو قبضہ میں کر رکھا
ہے تو اگر کوئی آدمی ضعیف القلب اور ضعیف العقل ہو تو وہ سچ سمجھ کر یقین کر لیتا ہے اور اس
عقیدہ کے مطابق جو کام کرتا ہے وہ سحر کا اثر سمجھا جاتا ہے ۔ آگے چل کر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اقسام
میں اکثر کو سحر کہہ دیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ۔ اور ان کو سحر اس وجہ سے کہا گیا کہ ان کے معنی میں
دقت و لطافت ہے اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے اور یہی امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں

بحث ثالث: ساحر کی سزا کے متعلق علماء کا اختلاف ہے ۔ امام مالکؒ کے نزدیک ساحر کافر ہے
اور قاتل کو قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب حنفیہ اور حنابلہ کا نقل کیا گیا ہے ۔ امام شافعی فرماتے
ہیں کہ ہم ساحر سے پوچھیں گے اگر اس نے سحر میں ایسی بات کہی ہو جو کفر ہو تو کافر ہے اگر اس کو جائز
جانتا ہے ۔ اسلام میں حرام کیا ہوا حلال سمجھ لیا ہے اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ سحر میں کوئی خوف نہ ہو تو
یا یہ سمجھتا ہے کہ اس میں صرف اسم کا اثر ہوتا ہے تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں ۔ مسئلہ جو کوئی جادو سکھاتا ہو اگر جادو کے
سیکھنے اور سکھانے سے کسی کو ضرر پہنچائے تو وہ قتل کیا جاوے ۔ امام خرقی نے یہی جواز نقل کیا ہے ۔
ساحر کے حکم میں بھی اختلاف ہے بعض روایات میں حنفیہ کے نزدیک اس کا قتل معلوم ہوتا ہے اور بعض سے
معلوم ہوتا ہے کہ قتل نہیں ۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قتل ہے امام شافعی کے نزدیک قتل نہیں
مگر سحر اور معجزہ میں کیا فرق ہے ؟ فرق یہ ہے کہ سحر تو کچھ اقوال و افعال کی تعلیم پر ہوتا ہے معجزہ
کرامت اور معجزہ وہ ہے جو عقل و تعلیم سے نہیں ہوتا بلکہ خرق عادت کے طور پر عطا ہوتا ہے ۔ امام الرازی کا
قول ہے سحر ، کرامت اور معجزہ میں کیا فرق ہے ؟ فرق یہ ہے کہ کرامت میں تحدی نہیں ہوتی
اور معجزہ میں تحدی ہوتی ہے اور تحدی کے معنی ہیں کہ وہ چیلنج ہوتا ہے کہ کوئی ایسا کر کے دکھائے
دوسرا فرق یہ ہے کہ معجزہ مشہور ہوتا ہے جو نبی کا دعویٰ ہے تو مخبر [illegible] ~~[illegible]~~

52 ~~کا مخصوص~~ ابن جریر امام المفسرین سے نقل کر کے کہا کہ سود کا مصداق ان سے ہوتا ہے اور اس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے 17/4

ابن جریر نے مفصل ان کا ذکر کیا اور فاروق جیسے لوگوں میں صادر ہوا ہے اگر وہ مشتبہ ہو تو موافق اور صحیح

ہے تو کر دیتا ورنہ ترک کرتے۔ چوتھی چیز ہے اکل الربوا یعنی سود کا لینا ہے کہ اپنے قول کا 6

بیان کیا علماء نے۔ ربوا کا لغوی معنی ہے زیادتی ایک عوض ہے جیسا عرب کا دستور تھا وہ بعض شرح

ربوا کو اکل سے تعبیر فرمایا ہے مقدم چونکہ اکل ربوا کا اعلیٰ فرد ہے اس وجہ سے اس کو ذکر فرمایا۔ ربوا

شریعت میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عقد میں بلا عوض شرط کی گئی ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک ربوا

الفضل دوم ربوا النسیئہ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تحقیق اثمان

میں اور مطعوم میں علت ہے اور حنفیہ کے نزدیک قدر اور جنس ہے۔ پانچویں چیز ہے اکل مال الیتیم یعنی یتیم کا مال کھانا 6

ہے یتیم سے معنی ہیں قطع کرنا چونکہ اس سے تمام وسائل معاش منقطع ہو جاتے ہیں اس وجہ سے اس کو

یتیم کہا جاتا ہے۔ یتیم کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یتیم الانسان وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو۔ دوم یتیم

الجواہر جیسی کوئی نظیر نہ ہو جیسے در یتیم یعنی بے نظیر اور یکتا موتی۔ سوم یتیم الحیوان

وہ نابالغ حیوان کا بچہ جس کی ماں مر گئی ہو۔ چھٹی چیز ہے لڑائی کے میدان سے بھاگنا ہے

یعنی جب دشمن کے مقابلہ میں جہاد ہو رہا ہو اور دشمن کا لشکر دوگنا ہو تو بھاگنا حرام ہے۔ اور اگر دشمن سے کئی گنا

زیادہ ہو تو بھاگنا جائز ہے۔ دوم کفار کا لشکر دوگنے سے زائد ہو یعنی اگر دشمن

ہو تو زیادہ حکم نہیں ہے صورتوں میں حنفیہ کی بعض روایات ہے جو اس کے اکثر سے متعلق ہو ہے

امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار ہے تو پھر فرار جائز نہیں ہے اگرچہ کفار کا لشکر

دوگنے سے بھی زائد ہو۔ حالانکہ فقہ کی کتابوں میں ضعف کی صورتوں میں بھی جائز ہے جیسا کہ ضعف

عدد کی صورت میں جائز ہے۔ ساتویں چیز ہے تہمت لگانا ہے محصنات غافلات مؤمنات کو

یعنی پاکدامن کی تہمت لگانا ہے کہ مطلب اس سے یہ ہے کہ پاکدامن مؤمنات کو زنا کی تہمت لگانا

جن سے بالکل بے خبر ہوں۔ مومنات کی قید اتفاقی ہے کیونکہ مردوں کو تہمت لگانا بھی حرام ہے

محصنات کے معنی ہیں پاکدامن ہونا۔ غافلات عفیفہ ہونا اور بھولی بھالی ہونا۔ ابن حجر

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچو سات ہلاک کرنے

والی چیزوں سے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا اور

اس نفس کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن

پیٹھ پھیرنا یعنی بھاگنا اور پاکدامن، مومن، غافل عورتوں کو تہمت لگانا

(مسلم، بخاری، نسائی، ابوداؤد)

53 ۱۷ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن الخ

اس حدیث پر ایک بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ظاہر میں [illegible] اور [illegible] شخص کی موت [illegible]
[illegible] اللہ پر ہو [illegible] جنت میں داخل ہوگا [illegible] اور دخول جنت ایمان پر [illegible]
ہوگا [illegible] میں ہے اور اس حدیث میں [illegible] ہوگیا کیونکہ [illegible] اسلام [illegible] ایمان کی
نفی کر دی گئی ہے [illegible] علماء نے مختلف جوابات دیئے ۔ اول اس مؤمن سے کامل مؤمن مراد ہے یعنی [illegible]
کرنے والا کامل الایمان [illegible] ہے [illegible] الایمان [illegible] ہے [illegible] میں [illegible]
سے معلوم ہوتا ہے [illegible] ایمان کا ایک شعبہ ہے اور [illegible] نہیں ہوگا تو ایک شعبہ ایمان
کا فوت ہوگیا [illegible] اعمال میں نقصان آگیا ۔ دوم اس سے وہ مؤمن مراد ہے جو نور ایمان سے [illegible]
کیونکہ [illegible] ۔ سوم مؤمن سے [illegible] مراد ہے [illegible]
چہارم امام محمد بن جریر طبری [illegible] یہ مؤمن کا مطلب [illegible] یعنی مؤمن [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ۔ پنجم مؤمن سے مراد مطیع ہے یعنی اس فعل کے وقت وہ مطیع
نہیں [illegible] ہوگیا اور عاصی ہوگیا ۔ ششم مؤمن کا مفعول محذوف ہے ای من عذاب اللہ یعنی
اس فعل کے وقت وہ عذاب سے مامون نہیں [illegible] اللہ [illegible] عذاب [illegible]
ہفتم لا یزنی [illegible] معنی میں نہی کے ہے [illegible] المؤمنین یعنی [illegible] ایمان میں زنا [illegible]
ہشتم یہاں ایمان کی نفی [illegible] ۔ نہم [illegible]
[illegible] ہے یعنی [illegible] اعمال کو [illegible] میں نفس الایمان [illegible]
دہم اس سے ایمان کی نفی کرنا مقصود ہے [illegible] ۔ یازدہم
[illegible] کوئی شخص اپنے [illegible] مقتضی کے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] مؤمن [illegible] نفی کر دی گئی کیونکہ وہ اپنے ایمان کے مقتضی پر عامل نہیں
[illegible] تمام اعمال میں [illegible] یرفع الناس الیہ [illegible]
[illegible] اس شخص کو دیکھ رہے ہوں [illegible]
[illegible] لیکن [illegible]
[illegible] اس حال میں [illegible]
متفق علیہ [illegible] کیونکہ [illegible] ۱۰
میں [illegible] تشبیک [illegible] ایمان کی [illegible] تشبیک کے معنی ہیں
ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا ۔ [illegible] ترجمہ [illegible]

53 ۱۲/۱۰ ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں زنا کرتا ہے زانی جس وقت کہ وہ زنا کرے اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہیں چوری کرتا ہے چوری کرنے والا جس وقت کہ وہ چوری کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہیں پیتا ہے شراب جس وقت کہ وہ پیتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہیں لوٹتا ہے ایسا لوٹنا کہ اٹھاتے ہیں لوگ اس لوٹ میں اس کی طرف اپنی آنکھوں کو جس وقت کہ وہ لوٹتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہیں خیانت کرتا تم میں سے کوئی جس وقت کہ وہ خیانت کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو پس بچو تم بچو تم۔ اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نہیں قتل کرتا جس وقت کہ قتل کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ کیسے ایمان ختم ہوتا ہے؟ آپ نے تشبیک کی (انگلیاں ڈالیں) اور پھر دوسری دفعہ تشبیک کھولی کہا کہ اگر وہ توبہ کرے تو اسطرح ایمان واپس آ جاتا ہے اور بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ لا یکون مومنا تاما ولا یکون له نور الایمان۔

55 ۱۳ وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیة المنافق ثلث الخ

اعتراض [illegible] صاحب علیہ الرحمۃ نے ابو ہریرہ کا نام لیا عنہ نہیں کہا فرمایا [illegible] سے پہلے جو حدیثیں گذری ہیں وہ بھی انہی کی تھیں تو [illegible] پہلی والی حدیث میں عنہ کہا تھا اور یہاں صاحب کا دستور ہے کہ [illegible] پہلی حدیث کا نام لے لیتا ہے [illegible] دوسری حدیث [illegible] عنہ [illegible] رجع علی ما قبلہ [illegible] جواب اول [illegible] اس سے پہلے [illegible] عبارت گذری ہے تو ہم

۱۳ مستقلاً [illegible] کی عنہ کی ضمیر [illegible] راجع [illegible] دوم [illegible] ما قبل میں [illegible] روایۃ ابن عباس گذری [illegible] کو راجع کرے۔

۱۴ آیۃ المنافق ثلث یہاں آیۃ کا لفظ مفرد ہے اور ثلث میں لفظ جمع کا ہے تو [illegible] مطابقت [illegible] جواب آیۃ کے دو معنی آتے ہیں لغتاً میں علامت کے معنی آتے ہیں اور اصطلاح میں [illegible] کلام [illegible] کو کہتے ہیں تو [illegible] میں لفظ علامت اور [illegible] میں لفظ آیۃ [illegible] آیۃ کا لغوی معنی یعنی علامت مراد ہیں۔ اعتراض [illegible] علامۃ المنافق مبتدا ثلث خبر [illegible] جمع اور [illegible] مفرد ہے تو خبر اور مبتدا میں اتحاد نہ رہا [illegible] جواب [illegible] علامت [illegible] جمع [illegible] [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] ہے جو [illegible] صادق آتا ہے [illegible] ثلث [illegible] جو [illegible] ہے [illegible] علامہ عینی فرماتے ہیں [illegible] علی الحذف ہے ای آیۃ المنافق معدودۃ ثلثا

اعتراض [illegible] کہ اس حدیث میں تین علامتیں ہیں اور اگلی حدیث میں عبد اللہ بن عمرو کی روایت میں چار علامتیں بیان کی ہیں تو دونوں میں جمع کیا ہوگا؟ جواب نمبر ۱ اول [illegible] مفہوم عدد [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] کو پہلے تین علامتوں کا علم تھا اور پھر بعد میں چار کا علم ہوا تو ان کو بیان فرما دیا

دوم علامت حصر کی نہیں فرمایا کہ مفہوم العدد حجت نہیں بعض ۔ سوم ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ایک وقت تین کی وحی ہوئی ہے علامت زائد کیا ۔ دیکھو الخصوص کہ عبداللہ بن عمرو والی حدیث میں تین کی علامت ہیں اور ایک دیگر خصوصیت چنانچہ آپ نے اس حدیث میں فرما بھی دیا کہ کان منافقا خالصا ۔ رہا یہ کہ مشہور اعتراض وارد ہوگا وہ یہ کہ ان اشیاء کو منافق کی علامت قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ منافق کی قرآن پاک میں مومن ہونے سے نفی کی گئی ہے حالانکہ یہ صفات مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں لہذا انکو منافق کہہ کر خاص کرنا صحیح ہے جواب۱ یہ ہے کہ امام نووی نے فرمایا کہ کوئی اشکال نہیں اسلئے کہ منافق سے مشبہ بالمنافق مراد ہے ابن حجر اس معنی کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ یہاں منافق سے مجازی معنی مراد ہیں یعنی جیسے ان میں منافقت کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ جواب۲ حضور نے ایک خاص منافق کیلئے یہ علامتیں بیان فرمائیں ۔ جواب۳ اپنے زمانہ کے منافقین کیلئے یہ ارشاد فرمایا چنانچہ سعید بن جبیر ابن عمر ابن عباس حسن بصری رضی اللہ عنہم ان تمام کا یہی مذہب ہے ۔ جواب۴ جس کی عادت یہی ہو گئی ہو اور ہمیشہ ان خصلتوں میں مشغول رہتا ہے وہ اس کا محمل ہے ۔ جواب۵ امام خطابی نے فرمایا کہ یہ جملہ انذار و تحذیر ہے ۔ جواب۶ مطلب یہ ہے کہ یجر الی الکفر والنفاق الاصلی ۔ جواب۷ نفاق العمل مراد ہے چنانچہ امام ترمذی نے جمہور سے یہی نقل کیا اور ابن حجر امام قرطبی سے بھی یہی منقول ہے ۔ جواب۸ امام نووی فرماتے ہیں کہ مشبہ بالمنافق مراد ہے اور اس جواب میں اور جواب۱ میں فرق معلوم نہیں ہوتا بہرحال ان تین علامتوں میں سے اول علامت یہ ہے کہ بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے دوم یہ کہ وعدہ خلافی کرتا ہے لیکن مطلقاً وعدہ خلافی علامت نفاق نہیں بلکہ علامت اس وقت ہے جبکہ وعدہ کرتے وقت دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں اسکو پورا نہیں کرونگا لیکن اگر اس وقت پختہ ارادہ ہے پورا کرنے کا مگر کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو معذور ہے ۔ رہا یہ کہ جو حدیث عبداللہ بن عمرو کی ہے اسکا مضمون اور اسکا مضمون ایک ہی ہے لیکن وہاں ایک خصلت علامت میں زیادہ ہے وہ یہ کہ جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ فحش بکتا ہے ۔ امام نووی اور امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ کل مجموعہ پانچ علامات ہیں ۔ اول کذب دوم خیانت سوم وعدہ خلافی چہارم فجور فی الخصام پنجم معاہدہ کے بعد غداری لیکن ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مجموعہ پانچ نہیں بلکہ چار ہے کیونکہ غدر کا مفہوم غدر میں معاہدہ سے وعدہ ہی مراد ہے چنانچہ مسلم کی روایت میں واذا وعد غدر کا الفاظ آئے ہیں لہذا وعدہ غدر اور وعدہ اخلاف ایک ہی ہیں ۔ اب دونوں حدیثوں کا ترجمہ سنئے ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت رکھی جائے تو

55 خیانت کرے۔ ان الفاظ میں تو صحیح بخاری کی تحدید ہے لیکن امام مسلم کی روایت میں آیۃ المنافق ثلث ١٧/١٤
اس میں یہ زیادہ ہے وان صام وصلی وزعم انہ مسلم یعنی منافق کی تین علامتیں ہیں اگرچہ وہ
شخص نماز روزہ کرتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ میں مسلمان ہوں لیکن جب اس میں یہ تین علامتیں ہوں
تو وہ منافق ہے۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار علامتیں
جس شخص میں پائی جائیں گی وہ خالص منافق اور جس شخص میں ان چار خصلتوں میں سے ایک
خصلت پائی جائے تو ہوگی اس میں ایک خصلت نفاق کی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب امانت
رکھی جائے خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب معاہدہ کرے تو غداری کرے
(یعنی اس معاہدہ کو توڑ دے) اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔

57 عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ ١٧
اس حدیث میں منافق کو بکری سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا حال یہ ہے کہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے کبھی ایک
ریوڑ اور کبھی دوسرے میں جاتی ہے یہی حال منافق کا ہے کہ کبھی مسلمانوں کے پاس جب مال غنیمت کی خواہش
ہو اور کبھی اپنے قبیلہ والوں کے پاس تو بکری جو بے تاب ہے تو تشبیہ دی کہ بکری میں دونوں کا ایک حال ہے
منافق میں صفت ہمیشہ نہیں ہوتی بلکہ بزدل اور کمزور ہوتا ہے۔ اب ترجمہ سنو:
ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے
جو حیران ہو دو ریوڑ کے درمیان بھاگتی ہے کبھی ایک ریوڑ کی طرف اور کبھی دوسرے ریوڑ کی طرف

58 الفصل الثانی: عن صفوان بن عسال قال قال یہودی لصاحبہ اذھب بنا الی ھذا النبی ١٩
اس حدیث میں دو یہودی کی بات کو یہودیوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ ایک نے دوسرے کو کہا اذھب بنا الی ہذا النبی
تو جب وہ موسیٰ کا معتقد ہے تو یہودی کہنا غلط ہے۔ اس کا جواب شیخ عبدالحق نے دیا ہے کہ دراز
زمانہ میں جو نبی آیا تو پکارا جاتا ہے۔ جواب ۲: بعید ہے کہ یہودی نے اپنی تحقیر کی غرض سے
کہا ہو کیونکہ اپنے کلام میں ہنسی استعمال کیا اور وہ مشرکانہ تھا جواب ۳: یہودی کو یہ نہیں معلوم
تھا کہ یہ نبی ہیں تو اس کو نبی معلوم نہیں ہو سکتا جو لوگ اس میں ہیں اور مشکوٰۃ کا ہے نہیں
انکو کوئی معتقد ہوگا۔ لکان لہ اربع اعین عنہ تو ربیع بن نشر ہے ساتھ میں یہ ہے کہ اربع ٢٠
اعین سے مراد کنایہ ہے یعنی انکو بہت زیادہ خوشی ہوگی کیونکہ وہ خوش ہو جائیگا۔ عبارت اور ابن ملک
فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ضعفا فی الاعضاء ہو کر ضعفا فی القوۃ مراد لیتے ہیں یعنی نبی اگر یہ انکو
پہنچے تو انکو خوشی حاصل ہوگی۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ ضعفا سے مراد کنایہ ہے کیونکہ سرور کا اثر اعضاء
پر پڑتا ہے شیخ عبدالحق اور فرماتے ہیں کہ اربع اعین دو آنکھیں تو اپنی اور دوسری دو مراد ہیں

[illegible]

58 17/20

گویا کوئی اثر جسم میں نہیں پہنچتا تو نہ کوئی دل [illegible] اور آنکھوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ [illegible] کو قرآن [illegible]
اور دوسری قسم میں قرآن کا متشابہ ہونا ہے [illegible] کا اشتباہ ہے [illegible] ہمیشہ [illegible] میں اللہ [illegible]
اور کافروں کو ہمیشہ [illegible] ہے [illegible]
آیت [illegible] متشابہ [illegible] چار آنکھوں [illegible]
بہر حال وہ دونوں حضرت [illegible] پاس [illegible] آیات بینات کے متعلق سوال کیا۔ ابن [illegible]
میں اختلاف [illegible]
[illegible] متشابہ کا ذکر کیا گیا ہے [illegible] بعض [illegible] آیات بینات [illegible]
آیات نسخ [illegible] ذکر قرآن پاک میں ہے [illegible]
[illegible] میں سوال و جواب میں [illegible] سوال آیات نسخ کے متعلق [illegible]
[illegible] اور جواب [illegible] احکام [illegible] سوال [illegible]
[illegible] سوال نسخ کا تھا اور جواب میں [illegible]
[illegible] کا جواب [illegible] جواب میں ان آیات نسخ کا [illegible]
[illegible] احکام [illegible] ذکر کر دیا [illegible] آیات نسخ [illegible] قرآن
میں موجود ہیں [illegible] اور وہ آیات نسخ [illegible]
[illegible] ابن عباس [illegible]
میں [illegible] سال [illegible]
[illegible] سال [illegible]
[illegible] سال [illegible]
[illegible] سوال آیات نسخ کے متعلق تھا [illegible]
[illegible] القرآن [illegible] احکام [illegible] سوال
[illegible] جواب [illegible] احکام [illegible]
[illegible] میں موجود ہیں اور [illegible]
[illegible] سوال آیات نسخ کا
متعلق [illegible] جواب میں احکام [illegible] بیان [illegible]
[illegible] سوال [illegible]
[illegible] سوال [illegible] آیات نسخ کے متعلق اور احکام [illegible] کے متعلق [illegible] سوال [illegible]

58 17/20 مگر اس کو قضا میں چھپا رکھا تھا تو قریب رہتا جو بیان دیا جو اس کو قضا میں تھا یا دونوں کا مشق سوال ہو اور
قریب معلوم ہو تا جو بیان دیا ہو پر کیا اور ان دونوں نے خفا رہ حتی کہ ادا کیا ہو پر جان لی اور اپنے حد احکام [illegible] اول
یہ اشتراک سے کہ شرک و مشترک کی مستقیم کر کیا ہے جس کا یہ فرق شرک جلی یہ کہ غیر اللہ کو معبود بنایا جائے اور شرک خفی
یہ کہ نیت میں غیر اللہ ہو گو ریا ہو جس کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کا نام دیا ہے اور عدم استقامت اور [illegible]
24 خود نفس کو قتل نہ کرو اور اسی طرح اور ابتداء شمار کرنے فقبلا یدیہ ورجلیہ اس سے معلوم ہوا کہ تقبیل
جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور بقیہ ائمہ کے نزدیک جائز ہے امام اور ان [illegible] کہ اگر وہ صاحب
فضل و کمال سے ہو اور اس سے فضل کی امید ہو تو تقبیل سے تو جائز ورنہ نہیں | وقالا نشهد انك نبی
اس میں اشکال ہو گا جب انہوں نے شہادت دی ہے تو یہودی کیوں رہے اس کا جواب حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے دیا
کہ کیا موقوف ہے اور ایک اذعان قلبی پایا کہ تصدیق سے مراد نبوت ہے تو یہ بعد ہو یا فقال انکم کیا ہو ایمان
کیوں نہیں لاتے انہوں نے جو عذر پیش کیا ہے اس کے متعلق علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ حضرت
داؤد علیہ السلام نے تورات پڑھی تھی اور اسی انتظار [illegible] کہ آخر زمان ہے کہ نبی پیدا ہوں گے تو یہ
کیسے دعا کر سکتے تھے [illegible] فرماتے ہیں کہ رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی [illegible] ابو داؤد
میں [illegible] کا ذکر نہیں [illegible] امام [illegible] ابن ماجہ [illegible]
ترجمہ:- حضرت صفوان بن عسال نے فرمایا کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی کو کہا چلو اس نبی کے پاس
لیکن [illegible] نے اس یہودی کو کہا نبی نہ کہو کیونکہ اگر وہ سن لیا تو اس کی [illegible] جائیں گے ان کی چار آنکھیں
پس وہ آئے [illegible] حضور [illegible] سوال کیا ان دونوں نے آپ سے نو آیات [illegible] متعلق پس آپ نے فرمایا
نہ شرک کرو [illegible] چوری [illegible] زنا [illegible] قتل اور اس نفس کو جو حرام کر دیا اللہ نے مگر حق کے ساتھ اور
نہ لے جاؤ بے گناہ آدمی کو کسی بادشاہ کے پاس تاکہ وہ قتل کرے اور جادو نہ کرو اور نہ کھاؤ سود کو اور پاکدامن
عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور نہ پیٹھ پھیرو لڑائی کے دن [illegible] اور تم پر خاص [illegible] یہود [illegible] ہفتہ کے دن
زیادتی نہ کرو [illegible] پس ان دونوں نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور [illegible] ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ
نبی ہیں [illegible] آپ نے فرمایا پس کون سی چیز منع کرتی ہے تم کو اس سے کہ تم اتباع کرو میری ان دونوں نے کہا تحقیق
داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اپنے رب سے کہ ہمیشہ ہوتا رہے ان کی ذریت سے کوئی نبی اور ہم ڈرتے ہیں
کہ اگر ہم آپ کی اتباع کریں تو قتل کر دیں گے ہم کو یہود (روایت کیا اس کو ترمذی ابو داؤد اور نسائی نے)
اور [illegible] توضیح :- [illegible] جب داؤد علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی [illegible] ہوتا [illegible] یقیناً قبول
ہو گی اور بنی اسرائیل میں ہی نبی پیدا ہو گا اور [illegible] الایمان [illegible] ایمان لائیں تو وہ
لوگ ہم کو قتل کر دیں گے [illegible] حدیث [illegible] صفوان بن عسال [illegible] میں زیادہ [illegible]

نسبتاً بیان کی۔

ذ سے میرا حقیقتاً [illegible] ترمذی میں [illegible] ۱۳

59 عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الخ ١٧/٢٦

یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن چونکہ اس کے مضمون کا ثبوت ملتا ہے احادیث میں اس وجہ سے
نقل کی ہے اس میں ایمان کی تین بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے
اس کی تکفیر نہ کی جائے کسی گناہ کی وجہ سے کیونکہ کسی گناہ سے وہ ہرگز کافر نہیں ہوتا جب تک ضروریات کا انکار نہ کیا
جائے کہ ایمان سے خارج ہو کر کافر ہو جاتا ہے اور دوسرا۔ دوسرا اصل اصول یہ ہے کہ کسی عمل بد کی وجہ
سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرو اس لئے کہ وہ ہرگز [illegible] تا انکار نہ کیا جائے تکذیب۔ اسلام سے خارج
ہو جاتا ہے اگرچہ ایمان سے نہیں ہوتا۔ تیسرا اصول بنیادی یہ بتایا ہے کہ جہاد ابد تک جاری ہے جب سے
مجھ کو بھیجا ہے نبی بنا کر اور جاری رہے گا اس امت کا آخری دجال سے جہاد و قتال ہو گا اتیا
منذ بعثنی فرمایا دیا ہے کیونکہ بعثت ہی سے فرض نہیں ہوا ہے ہجرت کے بعد مدینہ آ کر جہاد
شروع ہوا اس کے دو جواب علماء نے دیئے اول یہ کہ منذ بعثنی سے مراد منذ بعثنی الی الکل ہے یا منذ بعثنی الی
المدینہ ہے آخر ھذہ الامۃ سے یا تو عیسی علیہ السلام یا مہدی علیہ السلام مراد ہیں یا دجال سے قتال ہوگا ١٨/١
آپ اس امت کا فرد ہیں جبکہ آپ تو نبی ہیں یا امتی جو ہو گیا ہو تو رہا رفع نزول اور رفعا
نبی کا اعتبار سے آپ امت محمدیہ میں داخل ہیں **لا یبطلہ** اس جہاد کو نہ کسی ظالم بادشاہ کا ظلم نہ کسی ٣
عادل بادشاہ کا عدل باطل کر سکتا ہے۔ اس کے تین مطلب بیان کئے گئے ہیں اول بادشاہ ظالم ہو یا عادل
رعایا کو جہاد اس کے ساتھ مشترک کرنا فرض ہے دوم تمام عالم میں جائے ظلم عمیقہ ہو اور یا تمام میں
عدل ہو تو تنہا امام لشکر کا بادشاہ عادل ہو جہاد ہی جاری کیا جائے گا [illegible] خود فرمایا [illegible]
سے حاضر ہوا نہ [illegible] عون المعبود میں بیان فرمایا۔ سوم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ
ظالم ہو تو رعایا کو یہ [illegible] ہمارا بادشاہ تو ظالم ہے جہاد سے حیا نہ کریں یہ معنی یا عادل ہو تو [illegible]
فرض نہیں یا [illegible] قال اور [illegible] تمام ہو گیا ہے۔ جہاد کے الیوم الغیاب [illegible] جاری ہو گیا [illegible]
[illegible] فقیہ اللہ تعالی کی تردید کی وہ لوگ کہتے تھے کہ [illegible] یہ لوگ جہاد کے ذریعہ غالب ہیں
پھر یقینا کیا وہ ختم ہو جائے گا تو کہہ دیا ہے نہیں یہ حکم جہاد کا ذریعہ اسلام کا جھنڈا سربلند
رہے گا تیسرا اصل بنیادی چیز تقدیر کے مقدرات پر ایمان لانا ہے تکذیب تقدیر کا رد ہو گیا

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں اصل ایمان میں سے ہیں
اول یہ کہ رک جانا اس شخص کے قتل سے جو لا الہ الا اللہ کہے اس حال میں کہ نہ تکفیر کرے اس کی کسی گناہ کی وجہ سے
اور نہ خارج کرے اس کو اسلام سے کسی عمل کی وجہ سے۔ جہاد جاری رہے گا جب سے بھیجا مجھ کو اللہ نے نبی بنا کر
یہاں تک کہ قتال کرے اس امت کا آخری شخص دجال سے نہیں باطل کرتا ہے اس جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور نہ عادل
کا عدل اور ایمان لانا تقدیر پر (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

.60 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنی العبد خرج ۔۔الخ ۱۸/۲

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور ایمان کی شکل پر سایہ دیتا یا بادل یا ظلہ [illegible] وہ جو ہوتا ہے کہ کھلتا [illegible] اور وہ ایمان اس کے سر پر سائبان کی طرح سایہ ڈال دیتا ہے اس سے اشارہ ہو گیا اسباب کی طرف ۔ اگر زانی بعینہ مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ ایمان اس کو دوبارہ لیتا ہے فاذا اخرج من ذلک العمل خرج الخ یعنی فرمایا ۳ کہ جب وہ اس عمل سے فارغ ہو جاتا ہے ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اذا تاب یعنی توبہ کر لے اس عمل سے تو وہ ایمان اس کے اندر آ جاتا ہے ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضرت عطاء کی حدیث سے تائید ہوتی ہے جو اس حدیث میں آتی ہے کہ تو ایمان سینہ سے جدا ہو جاتا ہے جواب یہ ہے کہ عطاء کی حدیث میں یہودیوں کی منافقانہ چال بیان کی گئی تھی اور حماد کی بیان کردہ دوسری حدیث میں منافقین کی تردید کی گئی ہے یہی فرق ہے ۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ چونکہ ان احادیث کے ذریعہ تعبیر اور خوارج قدریہ وغیرہ کے عقائد کا ضمنا ذکر آ گیا کیونکہ بعض ان کی تردید تھی اور ان کے عقائد یقینا نفاق سے خالی نہ تھے [illegible] شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں ذمہ کی خوبیں تعلیم کی گئی ہے تو کبائر کا ذکر ہوا اس وجہ سے باب کے تحت لانا مناسب ہے ۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ ان تمام تشکیلات کو استعمال کی ضرورت نہیں کیونکہ دونوں میں کبائر کا ذکر ہے یہی مناسبت ہے باب الکبائر سے

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عبد زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور ہو جاتا ہے اس کے سر پر سائبان کی طرح جب جبکہ نکل جاتا ہے وہ اس عمل سے تو لوٹ آتا ہے اس کی طرف ایمان (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابو داؤد نے)

6.1 الفصل الثالث:- عن معاذ قال اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ٤

معاذ نام کے بہت سے صحابہ ہیں لیکن جب مطلقا معاذ بولا جائے یا پایا جائے تو اس سے مراد حضرت معاذ بن جبل ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ کو منسوب الی الاب کر کے ذکر کیا جاتا ہے ۔ مقام اوصانی کو بیان اور اس کے بعد الا [illegible] میں لیا ہے کلمات سے مراد احکام ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ شرک نہ کرو اگرچہ تم قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے ۔ سوال ہوگا کہ اگر وہ جلا دیا گیا یا قتل کر دیا گیا پھر اشراک کا تحقق کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تو احراق یا قتل پر پہنچ جائے اور اس کی دھمکی دی جائے ۔ دوسرا اشکال وارد ہوگا کہ اکراہ کی صورت میں تمام مسلمین کا اتفاق ہے کہ کلمہ کفر زبان سے کہہ سکتا ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں کہنا چاہئے [illegible] جواب اول یہ ہے حضرت معاذ کی خصوصیت ہے ۔ دوسرا یہ کہ حضرت معاذ کو عزیمت کی تعلیم دی گئی ہے

61

۱۸
ع

ہونے میں رفع ہوتا ہے۔ محترم مصنف نے [illegible] فرمایا ہے کہ آپ نے بالغ کا [illegible] اٹھا دی [illegible]
کو منع کیا جاتا ہے۔ شرط کی دو قسمیں ہیں ایک شرط تعلیق دوسری شرط [illegible] اول کا تعلق جو اسباب کا وجود [illegible] ہے
دوسرے کا تعلق جو اسباب کا وجود [illegible] نہیں ہے۔ سبب سے پہلے آپ نے [illegible] کو بیان کیا جو ان [illegible] کا وجود کا
سبب حقیقی ہے [illegible] سبب کا [illegible] ہیں۔ اب ان کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] ان کی تفصیل [illegible] تیسری چیز [illegible]
کو [illegible] آتا ہے [illegible] اپنے [illegible] قید [illegible] ہے [illegible]
[illegible]
کا کیا حکم ہے۔ امام [illegible] اور حنفیہ [illegible] امام شافعی [illegible]
قتل عمد ہے امام اعظم نے [illegible] ہے [illegible] نہیں ہے۔ چوتھی چیز [illegible] ہے
کیونکہ [illegible] سبب ہے زوال عقل کا اور انسان عقل [illegible]
[illegible] اور جب عقل ختم ہو گئی تو یقیناً [illegible] ہو گی۔ پانچویں چیز
[illegible] سے بچنا اور چھٹی چیز [illegible] کو چھوڑ دینا [illegible] ساتویں چیز [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حق العبد [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آٹھویں چیز
اپنے مال [illegible] خرچ کرنا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] دسویں چیز [illegible] اللہ [illegible]
[illegible]
[illegible] ترجمہ کیا جائیگا

۱۸/۹ عن حذیفۃ قال انما النفاق کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

انکا لقب صاحب السر تھا کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو تمام منافقین کا نام اور علامات خاص طور پر بتلا دی تھیں وہی فرماتے ہیں کہ انما النفاق کا مطلب یہ ہے کہ منافق کی نسلیں اور منافق جو حضور کے ۱۰ زمانہ میں تھیں اب ختم ہو گئے اب صرف کافر اور مسلمان باقی ہیں حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ انکا مطلب یہ کہ منافقین کا ایک تو وجود تھا حضور کے زمانہ میں تھا اب وہ معاملہ ختم ہو گیا یعنی اب اگر کوئی منافق کرتا تو کہتے ہیں تو مومن تھا جب ظاہر ہوتا نہیں ہو گا بلکہ وہ زندیق ہو گا اور اس پر [illegible] قتل کا ہو گا اب رہا یہ حضور کے سامنے ایسا معاملہ کیوں نہ ہوتا تھا [illegible] (۱) ان میں دینی مصلحت و مشورہ تھا کہ یہ لوگ بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے تھے (۲) اگر ان منافقین کو قتل کرتے تو جو لوگوں کا حال میں رہ کہتے کہ آپ نے تو دینداروں کو حضور نے قتل کر دیا جس سے لوگوں کے دلوں میں اسلام سے نفرت پیدا ہو جاتی (۳) تالیف قلب کے لئے ایسا کرتے تھے اور اب جو قضیہ میں ہے یہی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب اسلام واہل السیف [illegible] ہو گئے ہیں فاما الیوم فانما ھو الکفر والایمان [illegible] [illegible] احکام کا نفاذ ہو گا یا اسلام کا احکام کا [illegible] ہے

۱۱ باب فی الوسوسۃ

مصنف علیہ الرحمۃ نے قبل میں باب الکبائر اور علامات نفاق باب الایمان کو بیان کیا اور دونوں کا منشا بیان کر چکے ہیں اب وسوسہ کو بیان کرنا ہے مناسبت یہ ہے کہ جو احکام ما قبل میں ذکر کئے گئے اور ان تمام کا سبب یہی ہے دوسرے یہ کہ ایمان اور نفاق کا تعلق قلب سے ہے اور یہاں وسوسہ کا تعلق بھی قلب سے ہے وسوسہ کا معنی صوت خفی یا حدیث النفس کا ہے اس کی دو قسمیں اختیاری اور غیر اختیاری علماء کہتے ہیں کہ جو خیال دل میں آتا ہے اگر وہ معاصی کی طرف ہو تب تو وہ وسوسہ ہے اور اگر افعال حمیدہ کی طرف ہے تو الہام ہے [illegible] علماء فرماتے ہیں کہ وسوسہ کی پانچ قسمیں ہیں اول ہاجس جو خیال دل میں آئے اور فوراً ہی نکل جائے دوم خاطر جو خیال ذہن میں آ کر کچھ دیر جم جائے اور کرنے نہ کرنے کا خیال نہ آئے اور [illegible] تو اس کو کرنے نہ کرنے کا خیال پر تردد ہو گیا اگر یہ دونوں خیال برابر ہیں تو اس کا نام حدیث النفس اور اگر اس کے ایک میں ترجیح ہو گئی رجحان ہو کر [illegible] پیدا ہو جائے تو ھم اور اگر کرنے کا پختہ ارادہ ہو تو عزم پہلے تین یعنی ہاجس خاطر حدیث النفس ان تینوں پر نہ ثواب ہے نہ عذاب [illegible] گرفت نہیں اور اگر [illegible] [illegible] [illegible] پر ثواب ملتا اور ھم کا [illegible] اور عزم [illegible] پر ثواب اور [illegible] عقاب

۱۸/۱۱ مرتب ہوگا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اکثر محققین فقہا و محدثین اسی پر ہیں کہ بعد ارادہ و عزم پر بھی [illegible] 62
عزم کی بنا پر حسنہ میں ثواب اور سیئہ میں گناہ ہوگا۔ اب رہ گئے خطرات اور اسباب جن کے قبیل وساوس ہیں ان پر مواخذہ ہوتا ہے
یا نہیں۔ ۲۔ شیخ محدث فرماتے ہیں ابو ہریرہ کی حدیث جو آگے آ رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] جیسا کہ [illegible]
وساوس پر مواخذہ نہیں فرماتا لیکن حضرت ملا علی قاری نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے کہ عزم پر مواخذہ ہوگا اور کسی
دوسرے پر مواخذہ نہیں فرماتا۔ البتہ عزم پر مواخذہ فرماتے ہیں چنانچہ وہ اس حدیث کو عزم کے علاوہ باقی پر محمول کرتے ہیں

۱۱ **الفصل الاول — عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز الخ** 63

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے وساوس سے
درگزر فرما دیا ہے۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ قبیل از وساوس میں عزم داخل نہیں ہے کیونکہ اس میں درگزر
نہیں کیا جاتا ہے۔ حضور نور بخشی فرماتے ہیں کہ اور [illegible] کہ [illegible] درگزر [illegible]
۱۲ یہی اس حدیث کا ترجمہ ہے اور اس پر گرفت ہے **ما لم تعمل بہ او تتکلم** یعنی جب تک عمل یا بیان
نہ کئے گئے ہوں جن کو دوسروں پر ظاہر کیا جائے تو ان میں بالکلیہ گرفت نہیں [illegible]

عن امتی یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے امت دعوت نہیں۔ امت دعوت میں ان تمام لوگوں کو
شامل فرماتا ہے جن کی طرف حضور مبعوث ہوئے خواہ وہ کافر منافق۔ یہاں تک کہ [illegible] اور امت اجابت وہ لوگ
جو حضور پر ایمان لائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ تجاوز فرماتا اور درگزر فرماتا ہے میری امت سے ان چیزوں میں جو کہ ان کے سینوں نے
وسوسہ کیا جب تک اس پر عمل نہ کیا یا اس وسوسہ کے بعد تو (عملیات میں) اور نہ تکلم کیا (قولیات میں) حدیث
سے مراد اس حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ حال کو عمل قرار دیا ہے اور اگر کسی نے عزم کر لیا تو عامل ہوگا
وسوسہ کا اور اگر مصمم ہو گیا تو [illegible] کان المعمول فیہ ہوگا اور [illegible] وسوسہ کا [illegible] ہوگی۔

۱۳ **وعنہ قال جاء ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النبی الخ**
ناس سے مراد صحابی ہیں بوجہ تنوین [illegible] ما یتعاظم [illegible] ان میں سے کوئی
[illegible] وجہ تطبیق [illegible] قبیل من خلق اللہ
۱٤ کیف ہو — [illegible] **او قد وجدتموہ** [illegible] عاطفہ [illegible] ہمزہ استفہام [illegible]
[illegible] معطوف [illegible] او قد وجدتموہ **قال ذالک صریح الایمان** ذالک کا
مشار الیہ میں [illegible] ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مشار الیہ
وجدان ہے جو وجدتموہ [illegible] ملا علی قاری نے فرمایا کہ مشار الیہ [illegible]

64 دونوں قول اپنی جگہ صحیح ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ وسوسے ان کے دلوں میں آنا دونوں چیزیں علامت ایمان ١٨/١٤
ہیں اس لئے کہ چور وہیں آتا ہے جہاں مال ہوگا۔ پتہ چلا ہے کہ جتنا ہو اچھے کا خود وسوسہ شیطان کیطرف سے ہوتا
ہے اور شیطان چور ہے بہر حال جہاں ایمان کی دولت ہوگی وہیں وہ بھی پہونچیگا۔ سوم علامہ خطابی
اور حافظ تورپشتی فرماتے ہیں کہ ذلک اشارہ ہے اس تعاظم کے یعنی گناہ کا اور وسوسہ کو عظیم سمجھنا یہی
عین ایمان ہے اسکا مطلب لوگوں کے قلوب میں ایمان کی حلاوت اور لطافت کی لذت ہوگی تبھی تو
ان وساوس سے پریشان ہوکر اسکو عظیم تصور کرینگے چہارم صاحب ابن الملک فرماتے ہیں کہ اشارہ
ایسے وہ باتیں ہے جو ان میں ادعا ہونیکا مجموعہ ہے سوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان سوال کرتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا کیا سو جنت یہ یہ جتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر خلاق ہے اگر وہ مخلوق ہوگا تو کیسے
شئ ہی خالق ہوتا خود ہی ہوگا اور اسکو معلوم جتنا دیکھتا ہے وہ بہر حال آئیگا بہر حال ان تمام کا
مجموعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق نہیں ہے بلکہ خالق ہے اور یہی حق خالق سمجھنا عین ایمان ہے

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
پس انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ ہم پاتے ہیں اپنے نفسوں میں ان خیالات کو جنکے کہنے کو ہم میں سے ہر ایک
عظیم سمجھتا ہے آپ نے فرمایا کیا وہ خیال حاصل ہوا اور تم اسکو پاتے ہو صحابہ نے فرمایا ہاں آپ نے
فرمایا یہ صریح ایمان ہے (روایت کیا اسکو مسلم نے)

65 عنہ قال قال رسول اللہ یاتی الشیطان احدکم الخ وعنہ قال قال رسول اللہ لا یزال الناس الخ ١٥
اس حدیث پاک میں وسیعا قسم کا اعتراض بیان کیا گیا اور وہ من خلق اللہ ہے کہا فرمایا اور اپنے
رب سے وسوسہ سے بچنے کیلئے استعاذہ کی تعلیم دی اور اسپر کوئی دلیل نہیں بتلائی اسکی وجہ یہ ہے کہ
اگر دلیل معلوم ہو جاتی تو جیسا شیطان کا وسوسہ آتا ہے یہ دلیل اسکے سامنے پیش کیجاتی نیز اپنے علم کی
کثرت و غرور کیوجہ سے اسکو باطل کردیتا اور اسکے بعد یا تو ہیں کہ کردیا کہ اسکا اعتقاد خود ہی کرلو اور
بہر حال آپ نے اسکی تعلیم دی۔ دوم یہ کہ اشارہ کردیا اسبات کیطرف کہ اللہ تعالیٰ کا وجود بدیہی ہے اور
دلیل نظر و تدبر کا محتاج نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے اس حدیث میں
لفظ شیء دونوں جگہ ہے اسکے مطالب علماء نے مختلف بیان کئے ہیں (۱) اسکی کیفیت کیا ہے
سوال کرینگے (۲) اپنے جی سے سوال کرینگے (۳) شیطان سے سوال ہوگا اور ہذا خلق اللہ الخلق ١٧
یہ بیان ہے ھذا کا یا اس سے بدل ہے۔ اب اس حدیث میں آپ نے استعاذہ کی تعلیم فرمائی اسلئے
کہ ان الفاظ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے تو ایسا آدمی آپ نے تعلیم دی اسطرح حدیث کا ترجمہ

ترجمہ:۔ حضور نے فرمایا ہمیشہ لوگ سوال کرتے رہیں گے حتی کہا جائیگا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا پس
آخر پیدا کیا اللہ کو پس جو پائے اسمیں سے کوئی شی پس چاہئے کہ وہ کہے آمنت باللہ الخ (اسکو مسلم نے بخاری)

66 عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد الا ١٨/١٨

دنیا کا دستور چلا آرہا ہے کہ جتنے انسان پیدا ہوتے ہیں اتنے ہی شیطان کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تمام افراد انسان کا ساتھ گمراہ کرنے کے لیے ایک شیطان لگا رہتا ہے اور اس شیطان کو قرین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اسلم کو بعض نے ماضی اور بعض نے اسم فاعل و مضارع شمار کیا۔ جاننا چاہیے کہ جو فرشتے انسان کے ساتھ ہیں انکی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں انکو حفظہ کہتے ہیں دوسرے وہ جو اعمال لکھتے ہیں انکو کراما کاتبین کہتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ فرشتے تمام اعمال لکھتے ہیں یا بعض۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ قتادہ اور حسن بصری کی رائے ہے کہ سب اعمال لکھتے ہیں خواہ وہ ثواب و عقاب سے متعلق ہوں یا نہ ہوں۔ ابن عباس کی رائے ہے کہ صرف انکو لکھتے ہیں جنکا تعلق ثواب و عقاب سے ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ آیت ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کا ظاہر یہی ہے کہ تمام اعمال کو لکھیں۔ اب رہا حفظہ میں سے اس قرین سے کونسا فرشتہ مراد ہے آیا حفظہ یا کراما کاتبین یا سب ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ کراما کاتبین مراد ہیں اور نہ حفظہ میں سے بلکہ ایک ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ حضور نے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ انسان کے ساتھ رہتا ہے جو نیکی کی باتوں کی رغبت دلاتا ہے اور ایک جنات

٢٠ میں سے ہوتا ہے جو بری باتوں کا حکم کرتا ہے تو صحابہ نے عرض کیا کہ وایاک یعنی آپ پر بھی یہ دونوں قرین مقرر ہیں آپ نے فرمایا وایای کہ مجھ پر بھی مقرر ہیں۔ علامہ طیبی علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے کہ قیاس تو یہ تھا کہ صحابہ انت کہتے اور آپ جواب میں انا فرماتے لیکن چونکہ ایاک و ایای میں مقدر تھا فعل کی تاکید تھا ضمیر منصوب کا استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں فعل محذوف یعنی جعل مقدر سمجھا جاسکتا ہے اور وایاک اور وایای کا مطلب یہ ہوگا یعنی صحابہ نے پوچھا کہ الٰہی نے آپکو بھی مراد لیا ہے آپ نے فرمایا ہاں ایای یعنی مجھے بھی مراد لیا ہوں۔ اب اس کلام سے وہم پیدا ہوا صحابہ کو کہ حضور پر بھی جب قرین مقرر ہیں تو آپ میں اور صحابہ میں کوئی فرق نہ رہا تو اس وہم کو نبی علیہ السلام سابق سے رفع فرمانے کے لیے یہ جملہ فرمایا ولکن اللہ اعاننی علیہ اعانت کا صلہ جب علی آتا ہے تو اس کے معنی ہیں امداد کے غلبہ کے مدد کرتا تو اللہ نے میری شیطان قرین کے مقابلہ میں میری مدد و اعانت فرمائی ہے۔ فاسلم اس کے معنی و صیغہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرکے حضرت سفیان بن عیینہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ فاسلم کا یعنی انا یعنی میں سالم و محفوظ رہتا ہوں تو گویا متکلم کا صیغہ ہوا اسلم یسلم سے۔ امام ابو محمد دارمی نے اسکو ماضی کا صیغہ بفتح المیم پڑھا اور فرمایا اس کے معنی مطیع و منقاد ہو گیا ہیں۔ علامہ نووی اور طیبی فرماتے ہیں کہ علماء خلاف اسکو ماضی کا صیغہ ضم میم سے پڑھتے ہیں لیکن قاضی عیاض اور ابن تیمیہ نووی ترجیح ان کا ہے حضور کا ... دیکھا

66 بفتح میم ہے تو ماضی کا صیغہ ہے جس کا صورت میں یہ احتمال ہوگا کہ اس صورت میں تو معنی یہ ہوں گے کہ وہ ۱۸/۲۰
مسلمان ہوگیا حالانکہ شیطان کی جبلت میں تمرد اور سرکشی ہے اور جبلی امور جیسا کہ نہ گردو پیش (خاتم)
ورنہ اس کا ہونا ممکن نہیں، تو پھر ماضی کا صیغہ بفتح المیم قرار دینا کیسے صحیح ہوا؟ اس کا جواب دیا ہے کہ حضور کی
خصوصیات میں سے ہو جائیگا کہ آپ کا قرین مسلمان ہو جائے اسی لیے علامہ طیبی وابن حجر نے یہی قول پسند فرمایا
اور امام طحاوی نے بھی اسی کو ترجیح دی اسی طرح امام عبد الرؤف مناوی فرماتے ہیں کہ آپ کے قرین کا مسلمان
ہونے میں کوئی بعید نہیں ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ بعید نہیں کہ آپ کا قرین مسلمان ہو جائے
فضل الٰہی سے اور جو حدیث کے الفاظ میں اس سے بھی اسلام کی تائید ہوتی ہے ورنہ شیطان کیسے
خیر کی تعلیم اور حکم کرسکتا ہے یقیناً وہ مسلمان ہو گیا تبھی تو ایسا کرتا ہے لیکن علامہ طیبی اسی کو ترجیح
دیکر سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہ بضم تخفیف کا صیغہ ہے بہر حال خود حضور نے تمام امت کو بتلا دیا کہ یہ
متکلم کا صیغہ ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمادی ہے اور میں سالم رہتا ہوں دوسرے یہ کہ
ماضی کا صیغہ ضمیر قرین کی طرف راجع اور اس کے معنی یا اسلام لانے کے ہیں یا مطیع و منقاد ہونے کے مطلب
یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمادی ہے اسکی بناء پر وہ قرین مسلمان ہو جاتا ہے یا مطیع و منقاد ہو جاتا ہے
سوم یہ کہ تخفیف کی صورت میں ترجیح یہ ہوگی کہ میں اس سے زیادہ سالم رہتا ہوں اس کے شر سے۔

68 عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یجری من الخ ۲۱
لفظ یجری میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ یہ مصدر ہے اور منصوب بنزع الخافض ہے یعنی شیطان خون کی طرح ہر وقت
بدن میں دوڑتا رہتا ہے اور مجاز ہوگا اس بات سے کہ وہ برائی و بہکانے پر قادر ہے اور خون کی طرح تمام
رگوں میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ دوسرے یہ کہ ظرف کا صیغہ ہو اور یہ اپنی حقیقت پر محمول ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
اس کو ایسا جسم لطیف بنایا ہے جو رگوں میں خون کی طرح ساتھ ساتھ چلتا پھرتا ہے دوسرے یہ مجاز ہو کہ خون
کی طرح اس کے وساوس اندر دوڑتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری حدثنا وبانی نظام [illegible]
فرماتے ہیں امام بیہقی شعب سے نقل فرمایا کہ شیطان کا ہر چیز سے وساوس ڈالنا ان کے تابع ہو جاتا جسم میں [illegible]
ہے اور وہ [illegible] رہتے ہیں اس [illegible] خیر میں اور [illegible] فعل میں [illegible] جس طرح
آیات کا شان نزول ہوتا ہے ایسے ہی احادیث میں سے بعض کا شان ورود ہوتا ہے
اس حدیث کا شان ورود یہ ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ
آپ کے پاس مسجد میں تشریف لائیں جب وہ جانے لگیں تو حضور ان کو چھوڑنے کیلئے دروازہ تک تشریف
لائے جب وہ جانے لگیں تو حضور نے دیکھا کہ دو آدمی اور جا رہے ہیں یعنی صحابہ کرام میں سے تو آپ نے
ان دونوں کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں ٹھہرو یہ صفیہ جا رہی ہیں اس پر ان دونوں نے عرض کیا

68 یا رسول اللہ صلعم اور آپ کی اہلیہ (نعوذ باللہ منہ) ان پر کسی قسم کا خیال دل میں نہیں لاسکتے) تو آپ نے ۱۸/۲۱
یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح رہتا ہے ایسا مجھے تم لوگوں کا گمان تھا پس اس لئے یہ
فرمایا چنانچہ علامہ نے لکھا ہے کہ اگر ان دونوں کے دل میں ذرا سا بھی اس قسم کا خیال حضرت صفیہ کے بارہ میں
آجاتا تو وہ لوگ کافر ہو جاتے۔ یہ حدیث بخاری شریف میں حضرت علی بن حسین سے مروی ہے۔

69 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی آدم مولود ۲۲
یمسہ الشیطان۔ مس سے یا تو حقیقۃً چھونا مراد ہے یا چوکے مارنا جیسا کہ دوسری روایت میں لفظ طعن بالید سے تعبیر آیا
ہے دونوں صورتوں میں مراد ہے۔ اور بچہ اس وجہ سے روتا ہے کیا شیطان جس کو لگ جاتا تو تکلیف ہوگی
اس وجہ سے روتا ہے۔ نیز شیطان کو چونکہ ابن آدم سے عداوت ہے تو اس عداوت کا اظہار اس طرح
اور چوکے مارنے سے کرتا ہے اور تکلیف دیتا ہے۔ علامہ ظہیر شاہ صاحب یہیں فرماتے ہیں کہ
یہاں مس سے طعن بالید چوکے مارنا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ کہ بچہ کے دل میں ایسے وساوس ڈالتا ہے
جو بچپنا غیرہ کو نہیں ہوتے تھے یا آئندہ خیر کا نہیں ہوتا جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ روتا ہے
اور چوکا مارنا اس وجہ سے مراد نہیں کہ اس وقت حفاظت کسی کی خاص کر رہے ہیں غیر مریم وابنھا
اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان دونوں کی خصوصیت ہے حافظ نے باب بدء الخلق وذکر الانبیاء صفحہ ۵۰۹ پر
حضرت ابو ہریرہ کی حدیث نقل کیا ہے جس میں یہ ہے کہ کل بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبیہ باصبعیہ حین یولد
غیر عیسیٰ بن مریم۔ تو اس سے معلوم ہوا صرف حضرت عیسیٰ کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ رہتا ایک سوال
تو پہلی حدیث میں صرف حضرت عیسیٰ کا ذکر تھا جب میں علیحدہ کا ذکر نہیں ہوگا کیونکہ ان کی والدہ کا تعلق
بیان فرمادیا۔ جواب ۲ وہاں طعن کا ذکر ہے اور یہاں اس حدیث میں بچہ کا ذکر ہے اور طعن ومس
میں فرق ہے۔ جواب ۳ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اس وجہ سے دی کہ حضرت مریم کی والدہ نے دعا مانگی تھی
وہ دعا حضرت مریم کی والدہ کی تھی جس کو قرآن پاک میں ذکر کیا ہے کہ وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان
الرجیم۔ اس پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث سے ان دونوں ہی کا خاصہ ہے اور خاصۃ الشیء
ہوتا ہے جو ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ تو معلوم ہوا یہ خاصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نہیں پایا تو یہ دونوں
آپ سے افضل ہوئے۔ جواب ۱ یہ فضیلت بیان فضیلت جزئیہ ان دونوں کی ہے اور فضیلت کلیہ
حضور ہی کی ہے تو کیا ہوتا ہے۔ جواب ۲ شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ یہ کیا عجیب فضیلت حضور ہی کی خصوصیت
ہے تو مخصوص ہیں اگرچہ آپ اپنے عموم میں ہیں مگر ان دونوں ہی کا ذکر خاص کیا گیا ہے کیونکہ
متکلم اپنے عموم میں داخل نہیں ہوا کرتا۔ خصوصیت کا ہونا ضروری ہے
ضروری اور مخصوص ... خفاجی نے اس کو ترجیح دی۔ دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ سے ہی

69 روتا ہے [illegible] اور یہی اس کی مقصود [illegible] بچہ [illegible] شیطان کا [illegible] ۱۸/۲۳

[illegible] اور [illegible] معنی [illegible] ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے [illegible] معنی [illegible]

بالعموم کہا ہے۔ حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نہیں ہے کوئی بچہ [illegible] مگر [illegible] شیطان [illegible] پیدا [illegible] آواز

کے ساتھ شیطان کا چھونا [illegible] علاوہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے۔

[illegible] حضرت عیسیٰ کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے اور

[illegible]

[illegible]

71 وعن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابلیس یضع عرشه ۱۱ ۲۴

جابر دو ہیں۔ جابر بن عبداللہ۔ جابر بن سمرہ۔ جب مطلق ذکر کیے جاتے ہیں تو اول مراد [illegible]

جیسے [illegible] اور جب [illegible] دوسرے مراد [illegible] یضع

عرشه علی الماء [illegible] حقیقت [illegible] حضرت

شاہ ولی اللہ [illegible]

[illegible] (۲) [illegible] عالم [illegible]

[illegible] ۲۵

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible] ۲۶

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۸/۲۷ اسی پر وہ خوش ہوا۔ اب جیسا بیان تو ہو چکا ہے وہ اتنا خوش کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ جیسا دونوں میں تو تفریق 71
ہو گئی تو رہا نہ تو الد اور نہ نسل کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اب آگے نسل ہی ختم۔ یہ حضور کا فرمانا کہ اعتبار کا کم
ہو گیا اس وجہ سے وہ خوش ہوا۔ جواب ۲: یہ ہے کہ عام ہے وہ یہ ہے کہ جیسا دونوں میں تفریق ہو گئی تو اب
ان دونوں میں جماع کا سلسلہ بند ہو گیا اب جیسا ان کی خواہش پر بھیجی تو زنا میں منتشر ہوں گے اور
زنا سے جو اولاد پیدا ہوگی اور چونکہ ان کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہوگا تو وہ جاہل ہی رہیں گے
اور اس سے پھر بڑے عالم میں جاہل رہ کر فساد مچائیں گے حدیث میں ہے کہ ولد الزنا شر الثلثة اور
یعنی زانی و زانیہ اور ولد الزنا ان تینوں میں سب سے زیادہ شر وہ ہے یہ ہے کہ جیسا وہ تو
وہیں الزانیہ و زوجہا کا فرق دنیا سے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے نعم انت کے معنی
عمدہ ہو اور اچھا شخص ہے اور انت ضمیر فاعل ہے اور ایک روایت میں نعم انت ضمیر ابہام کی ہے اور
انت کی خبر محذوف ہو گی اور عبارت یہ ہو گی نعم انت المستحق للاکرام اور یا یہ نعم انت فعل مدح کا
سے ہو کے اور مخصوص بالمدح اس صورت میں نعم الولد انت ہو گا۔ ابو الحجاج نے اول کو راجح
قرار دیا۔ اعمش جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اراہ قال فیلتزمہ اراہ
کی ضمیر یا تو راجع ہے ابو سفیان کی طرف جو کہ ان کے استاذوں میں سے ہیں۔ بعض نے حضرت جابر کی طرف
راجع کی اور بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کی لیکن راجح اول قول ہے اور یہاں
الفوا میں جو لفظ ہے وہ بظاہر ابو سفیان کا نام ہے۔ اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے
ترجمہ:- حضرت جابر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق ابلیس اپنے تخت کو
پانی پر بچھاتا ہے پھر بھیجتا ہے اپنے لشکروں کو جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں پس زیادہ قریب اس
منصب والا ان لشکروں میں سے شیطان کے نزدیک وہ ہے جو ان سب میں فتنہ کے اعتبار سے اعظم
اور بڑا ہو۔ ابلیس کے ایک آ کر کہتا ہے میں نے ایسا کیا اور میں نے ایسا کیا تو شیطان کہتا
ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آتا ہے ان میں سے ایک اور
کہتا ہے کہ نہیں چھوڑا میں نے فلاں شخص کو حتی کہ تفریق کر دی میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان
اور اس کی بیوی کے درمیان۔ فرمایا پس وہ اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ
تو بہت اچھا ہے۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ گمان کرتا ہوں میں کہ راوی نے فیلتزمہ بھی
کہا تھا یعنی وہ شیطان اس سے معانقہ بھی کرتا ہے (روایت کیا اس کو مسلم نے)۔

۱۹/۱ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان قد أیس ان 72
شیطان: علماء نحو فرماتے ہیں کہ امام النحو سیبویہ کا کلام مختلف ہے اس بات میں کہ شیطان

19/1

کہا ہے ماخوذ ہے ایک جگہ دوسرا فرماتے ہیں کہ یہ شیطن سے ماخوذ ہے جس کے معنی بعید ہو گیا ہیں یا
کیونکہ یہ خدا کی رحمت سے بہت بعید ہے اس صورت میں اس کا نون اصلی ہو گا۔ اور دوسری جگہ
اس کی تعریف اس طرح ہو جاتی ہے یہ ماخوذ ہے شاط سے اس کے معنی ہیں ہلاک ہو گیا ہیں یا اس
صورت میں نون اصلی نہ ہوگا بلکہ زائد ہو گا۔ یا ماخوذ ہے شاط سے جس کے معنی احتراق ہونا
اور غصہ میں جل جانا ہیں۔ اگرچہ سیبویہ نے عرب کا قول نقل کیا تشیطن
فلان جس کے معنی ہیں کہ شیطان جیسے افعال کرنے لگے اس قول سے معلوم ہوا کہ یہ شیطن
سے ماخوذ ہے شاط سے ماخوذ نہیں کیونکہ اس صورت میں تشیطن فعلن کہنا چاہئے تھا
اور شیطن ہوا اس کا نون اصلی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ شیطان ابلیس کی اولاد
ہے یا اس کے اعوان وانصار میں سے کوئی دوسرا۔ بعض نے اول کا قول اور بعض نے ثانی کا
اعوان وانصار میں سے کوئی مراد ہے لیکن اول قول راجح ہے اس کے آگے [illegible]
اور جس شخص پر وہ سوار ہوتی ہے اس کو اپنی بات سے زیادہ اہم اور مقدم کرتا ہے

من ان یعبدہ المصلون اس جملہ کے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ ایک ا
مطلب غور سے سنو۔ مطلب۱ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ مصلون سے مراد مومنین ہیں اور
عبادۃ الشیطان سے عبادۃ الصنم مراد ہے کیونکہ صنم کی عبادت کا سبب شیطان ہی بنتا ہے اس لئے
اس نے اپنا کر دیا۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ مومنین جزیرہ عرب میں بتوں
کی عبادت کریں گے اب یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ خلاف ہے اس حدیث کے جو ابوہریرہ سے منقول ہے
حضور نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ (دوس کی عورتیں) ذو الخلصہ پر اٹھیں یعنی حضور کا
انتقال کا یہ اشکال واضح ہوا اور جب حضور نے حدیث میں نفی فرمائی اس کا جواب علامہ طیبی
اور علامہ طیبی نے یہ دیا کہ اشرار اور شرک ہے اور عبادۃ اصنام اور ہے جس کی آپ نفی فرما رہے
وقوع نہیں ہے اور جس کا وقوع ہوا اس کی نفی نہیں فرمائی۔ مطلب۲ علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ
اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اشرار سے مایوس ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں اب اس صورت میں اشکال
مذکور اور قوی ہو گیا اس کا جواب علامہ توربشتی نے دیا کہ حضور نے مایوسی کی نفی فرمائی اشرار
کی نفی اس سے لازم نہیں آتی یعنی وہ اشرار سے مایوس ہو گیا اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ اشرار
واضح ہیں یعنی جملہ کا مایوسی کا سبب یہ شئ کا وقوع ہو جاتا ہے۔ مطلب۳ قول میں علامہ توربشتی کا
کہ ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس سے مایوس ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں حضور کے زمانہ میں وہ ایمان
والے بت پرستی سے عبادۃ اصنام کریں اب اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مطلب۴ حضرت

72 شاء ولکن التحریش کا مطلب یوں بیان فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں جو لوگ ۱۹/۱
مشرک تھے اور جیسا کہ جیسی ہو رہی تھی اور لوگوں کی جو عبادۃ اصنام ہو رہی تھی اس کا اصل ذریعہ اور سے
شیطان مایوس ہوگیا اب ان کی زیادتی اور اس زور سے عبادت نہیں ہو سکتی مطلب اس جگہ سے
مشہور یہ ہے کہ شیطان مایوس ہوگیا اسلام کے دبدبہ اور شوکت کا ختم ہونے سے اب جزیرۂ عرب میں اسلام
کی شوکت اور دبدبہ ختم نہیں ہوگا۔ فی جزیرۃ العرب اس کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔ اول ۱
علامہ جزری کا ہے امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ مدینہ اس کا مصداق ہے (اور تم دیکھتے ہو) مکہ مدینہ یمن
یمامہ وغیرہ ہیں۔ یہ قول یہی امام مالک کا ہے اور یہی زیادہ مشہور اور صحیح ہے۔ سوم اقصی عدن سے
لیکر اطراف شام تک طولاً اور جدہ سے لیکر ریف العراق تک عرضاً اس کا مصداق ہے۔ چہارم حجاز
تہامہ یمن اور نجد یہ اس کا مصداق ہے۔ اب رہا سوال وارد ہوگا کہ جزیرۃ العرب کی تخصیص کیوں
فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام یہاں سے زیادہ نہیں بڑھا تھا جو وہیں تک ہے یا یہ کہ یہیں سے ہوا تھا جو آگے
دوسری جگہ اشاعت ہوئی ہے تخصیص کر دی یا یہ کہ وہ مہبط وحی ہے حضور کا وطن مبارک ہے یہیں پر حج
وغیرہ یہیں پر قبلہ ہے۔ ولکن فی التحریش بینھم لکن کا اسم ضمیر شان ہے جو محذوف ہے اور فی
التحریش متعلق ہے کہ یا محذوف کے عبارت دراصل یہ تھی کہ لکنہ مشغول فی التحریش بینھم
تحریش کے معنی ورغلانے کے ہیں۔ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث پاک
حضور کا معجزہ تھا یہ حدیث ایک معجزہ ہے لیکن اس کے معجزہ ہونے کی وجہ انہوں نے نہیں
تحریر کی۔ البتہ دوسروں کی نما ہوئے معلوم ہوا لفظ فی التحریش سے آپ نے اشارہ فرمایا ان واقعات
کی طرف جو آپ کے صحابہ میں ہونے والے تھے جیسے جنگ صفین وغیرہ۔ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہوگیا
اگرچہ مسلمان تو اب عبادۃ اصنام نہیں کریں گے لیکن شیطان ان کو لڑانے اور جھگڑے کرانے کی فکر
کوشش میں مشغول رہے گا تو ان سب واقعات کی خبر آپ نے اس حدیث میں دی اسی وجہ سے یہ
معجزہ ہوگئی۔ یہ جواب علامہ طیبی نے دیا ہے۔

73 الفصل الثانی:- عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ رجل فقال الخ ۲
بالشئ سے مراد خیال گناہ ہے اور وہ من خلق اللہ مراد ہے۔ اداہ دیکر ضمیر میں دو احتمال ہیں اول راجع ہے
شخص کی طرف یا راجع ہے شیطان کی طرف اگر راجع شخص کی طرف ہے تو اس صورت میں اداہ کے معنی شان
کے ہوں گے اور مطلب ہوگا کہ الحمد للہ کہ اس شخص کی حالت کو اللہ نے وسوسہ کی طرف
پھیر دیا یعنی اس کو اللہ نے کفر سے بچا کر رکھا۔ اور اگر اس کا مرجع شیطان ہے تو اداہ سے مراد مکر
شیطان ہوگا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے شیطان کی حالت کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا تاکہ شیطان

73 کا حالت اور برکتی عصمت فاصلہ فوت ہے۔ جیسے وہ لوگوں کو خواب میں مشتبہ کر دیتا ہے یا جیسے دوا دے کر ایسا کرتے تو 19/۲
لوگوں کو تکلیف پہنچا دیتا ہے لیکن بیان اللہ نے ستایا ایسے جیسے کہ وہ ریشہ نکالا اس لئے تو جب بتایا اس معنی دونوں
کو بعید جیسی صورت علی نادر ہے۔ اور شیخ ہمدانی نے نقل کیا استاد حضرت فریدالدین عطار سے کہ فقیر بار بار ایسا
کرو شخص بیرون باز آتا ہے کہ شیطان بیرون ہر صورت میں اور کہ معنی خلق کے ساتھ نیک کا فرق نہیں جیکا اوپر
دار دین کا کہ اور مکر ہے جو نیچے کی طرف ملتا ہو ہر کی راہ اور دین سے ہو اس کے کہ اس تاثیر کا اثر
اور حقیقت ہوتی ہے۔ ایسا کیا دونوں کا سبب ہے انکی صورتیں ہیں کہ روحانی کی طلب اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ
کہ شیطان کا ہے لیکن اولی صورت کو جب سے افعال شیطانیہ کا اعجاز کیوں کریں۔ مولانا یار الدین
مشتمل حقیقی فرماتے ہیں کہ وسوسے شیطان کے چند طریقے ہیں (۱) دوسروں کو ڈالتا ہے اگر اس سے کام
ہو جائے تو (۲) معصیت ڈالتا ہے کیونکہ معصیت ایک چیز ہے انسان توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعت
سے توبہ نہیں کرتا اگر اس سے بھی مایوس ہو جاتا ہے تو (۳) کبائر کا وسوسہ ڈالتا ہے پھر (۴) صغائر کا
ہے (۵) اگر آدمی صغائر سے بچ جائے تو اس کو اشتغال بالمباحات میں لگا دیتا ہے تاکہ عبادات سے
غافل ہو جائے (۶) اس کا آخری کام یہ کہ اگر اسکا حیلہ اس پر نہ چلے تو وہ مفضول عمل میں مشغول کراتا ہے اور افضل
ترک کرتا ہے یہی دل میں ڈالتا ہے جیسے کہ نماز میں نفل نماز وغیرہ پڑھنے میں کہ کوئی حرج نہیں ہے اور بیکار
چھوڑ دیتا ہے۔ ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں بات کرتا ہوں اپنے جی میں ایسی چیز کہ کوئلہ ہو جاؤں یہ مجھ کو زیادہ
پسند ہے اس سے کہ اس کو بیان کروں آپ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے لوٹا دیا اس کے
امر کو وسوسہ کی طرف (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)۔

74 وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان لمۃ الخ ع

تش ابن آدم سے مراد ہے سارے انسان ہیں ﷺ میں شیطان کا اثر فرماتے ہیں کہ لمۃ اس خطرہ کو کہتے ہیں جو قلب
میں گذرتا ہے جہاں لمہ سے مراد قلب کا قریب ہونا اور چھونا یا اثر کرنا ہے اور الشیاطین سے مراد ہے
کو وسوسہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق اپنے شیخ عبدالوہاب سے نقل فرماتے ہیں کہ لمات
کی چار قسمیں ہیں لمہ ملکی، لمہ نفسانی، لمہ شیطانی، لمہ رحمانی۔ اس حدیث میں دو کا ذکر ہے یعنی لمہ ملکی
و شیطانی کا۔ شیخ ابوحفص سہروردی عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ لمہ شیطانی کا اثر ادنی
القلب یعنی اس کے اسفل کی طرف ہوتا ہے اور لمہ رحمانی کا اثر اعلی القلب پر ہوتا ہے اور لمہ ملکی کا
اثر دائیں جانب ہوتا ہے اور شیطان کا بائیں جانب سے ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا شیطان بھی
ابن آدم میں دوڑتا ہے اور وہ پیار ہوتے ڈراتا ہے شر ہم کا وعدہ [illegible] خیال کرتا [illegible]

74 ۱۹/٤ اگر ان بیبیوں کی حرمت اور ذلت تو کسی کو منسوب جنت کہیں فریب دیتا اور جیسا کہا ہے کہ دیتا وغیرہ وغیرہ اور
فرشتے جو الہام کرتا ہے وہ میرے سمجھ کی بات ہے دل میں ڈالتا ہے ابن آدم حضور نے اس لفظ سے
اشارہ فرمایا کہ شیطان تو چونکہ آدم سے خلقی عداوت رکھتا ہے بنا بریں گناہوں کو جو کرتا ہے وہ ابن آدم
۵ ہونے کی وجہ سے عداوت کو استعمال کرکے تشفیف دیتا ہے وللملك لمة سے مراد الہام اور وسوسہ القا دینا
کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فتح الباری سے لیکن علامہ زمخشری کی کتاب الفائق میں لکھا ہے کہ
بکسر اللام ہے اور اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللّٰہ میں ہے اور انکی پیشہ لگا ہوا تو انہ مجاز
۶ انہ من اللّٰہ سے ہوا ایعاد بالشر سے مراد تو یا تو ہے یعنی ایفاذ ہیں اوّل وعید دوّم ایعاد وعدہ
اسکا استعمال شر میں اور وعدہ کا استعمال خیر میں ہوتا ہے اب اس حدیث میں اعتراض وارد ہوتا کہ
ایعاد کا بجز فرمانا درست نہ ہوا کیونکہ اسکا استعمال شر میں ہے تو یہ مختلفا جواب دیا گیا اوّل یہ ہے
کلام علی سبیل المشاکلۃ ہے (۲) اگرچہ عرف کے اعتبار سے ایعاد کا استعمال شر میں ہے لیکن لغتا
میں شر اور خیر دونوں میں ہوتا ہے تو یہاں استعمال لغوی ہے اسکے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی
۷ الشیطان یعدکم الفقر الخ اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے معلوم ہوتی کہ آیت میں قول مبارک میں انہ
مراد فقر ہے اور خیر سے مراد مغفرت اور فضل ہے۔ اس حدیث میں ایعاد کا باب افعال سے لیکن
75 ۸ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یزال الناس الخ
اس حدیث کا مضمون اور ترجمہ ما قبل میں گذر چکا فرق یہ ہے کہ اسکے اندر آپ نے استعاذہ کے علاوہ تین
جملوں کی زیادتی فرمائی اوّل قل ھو اللّٰہ احد دوّم اللّٰہ الصمد سوّم لم یلد ولم یولد اور ایک عمل یعنی تھتکارنا
بائیں جانب تین بار دشمن دور کرنے سے متعلق کچھ سنئے۔ جاننا چاہئے کہ آپ نے کسی جگہ پر استعاذہ کی تعلیم
دی کہیں قل ھو اللّٰہ احد الخ کی تعلیم اور کسی مقام پر آمنت باللّٰہ کی تعلیم کیوں فرمائی۔ جواب یہ ہے کہ اس
سے مقصود یہ ہے کہ اس شخص کو شیطان کے وسوسے سے بچا کر اللّٰہ میں مشغول کرنا ہے اسطرح کہ وہ وسوسہ بھی
ختم ہو جائے تو اگر وسوسہ شدید ہے تو ایمان کی تعلیم دی اور اگر وسوسے میں شدت نہ ہوئی تو دوسری
چیزوں کی تعلیم فرمائی۔ حضرت اس حدیث میں آپ نے تھوکنے کا حکم فرمایا اور اسمیں بائیں جانب کی قید لگا کر
تو اس قید کی تین وجوہ ہیں (۱) دائیں جانب اشرف ہے اسلئے تھوکنے میں بے ادبی ہے
(۲) اس جانب کاتب الیمین رہتا ہے اسوجہ سے بائیں جانب کا حکم فرمایا (۳) وسوسہ بائیں جانب
سے آتا ہے اسوجہ سے اسی طرف تھوکنے کا حکم فرمایا اور ثلاثا کی قید اسوجہ سے لگائی کہ اس
تھوکنے سے اشارہ ہوتا کیونکہ ہے کہ گویا یہ فعل تحقیق بائیں مغلظ کا ہے جیسے جیسوں کو ملعون دیا جائے
تو اسطرح یہ بھی ہے اور کمال تحقیق تین میں ظاہر ہوگا اسوجہ سے ثلاثا کی قید لگا دی ۱۲

[illegible]

66

۱۹/۱۱ الفصل الثالث — عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یبرح الناس الخ

اس حدیث کا مضمون پہلے فصل میں گذر گیا ہے اور وفی لمسلم قال اللہ کو الگ ذکر کر دیا الفاظ اور وضاحت میں فرق کی وجہ سے نیز یہ حدیث قدسی ہے اس وجہ سے مستقل الگ ذکر فرمایا۔ حدیث قدسی کہتے ہیں اس حدیث کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے نقل کریں اور حدیث قدسی اور قرآن پاک میں علماء نے چار فرق بیان فرمائے (۱) قرآن کے الفاظ اور معنی سب من اللہ ہیں اور حدیث میں صرف معنی و مضمون من اللہ ہوتا ہے (۲) قرآن کا نزول وحی کے ذریعہ ہوا اور حدیث کا الہام کا ذریعہ (۳) نماز میں اس کی تلاوت نہیں ہوتی (۴) نماز اس سے درست نہیں ہوتی — تاکید سے کثرت سوال کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴ عن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال

یہ حضرت عثمان قبیلہ ثقیف ہیں ۹ھ میں قبیلہ ثقیف سے تشریف لائے تھے حضور نے ان کو ان کا امام بنا دیا تھا [illegible] ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حیلولت سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے اور حضور قلب سے روکتا ہے یلبسها علیّ تلبیس سے مراد شک و شبہ اور خلط ملط کرنا ہے جس سے مجھے شک ہوتا ہے اس شیطان کا نام آپ نے فرمایا خنزب ہے اس کو چار طریقے سے ضبط کیا اول بروزن جعفر دوم بروزن درہم سوم بروزن زبرج چہارم الخ اور خنزب کے معنی [illegible] کے ہیں علی ما یفہم من القاموس — اس حدیث میں آپ نے تفل کا حکم دیا ابن حجر فرماتے ہیں کہ نماز میں تفل (تھوکنا) مفسد صلوٰۃ نہیں ہے جب تک عمل کثیر نہ ہو — ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نماز میں تفل نہ کرے بلکہ [illegible] اور ممکن ہے کہ نماز کے بعد پر محمول ہے اور ہو سکتا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے پر محمول ہو اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نماز شروع کرنے سے روکتا ہے لہٰذا شروع سے پہلے تفل کرنا نماز شروع کرنے سے پہلے — لیکن دوسرا یہ ہے کہ آپ نے جو جواب دیا ہے [illegible] لیکن یہ بیان نہیں کیا جمع کی صورت یہ ہے کہ مقصود تو ازالہ ہے اور دونوں ممکن ہے ہو سکتا ہے کہ آپ نے دونوں طریقوں سے ازالہ فرمایا ہو ایک طریقہ کو نسیان نے ذکر کر دیا اور دوسرے کو انہوں نے ذکر کر دیا (اور جب کیا [illegible])

۱۲ وعن القاسم بن محمد ان رجلا ساله فقال انی اھم فی صلوتی فیکثر الخ

حضرت قاسم یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور احد الفقہاء السبعہ ہیں انہوں نے پوچھا کہ کسی آدمی نے کہا میں اپنی نماز میں وہم کرتا ہوں فیکثر اس کو معروف و مجہول دونوں پڑھ سکتے ہیں معروف کی صورت میں مطلب ہوگا کثرت سے وہم واقع ہوتا ہے اور مجہول کی صورت میں کثرت سے ہو جاتا ہے — دوسری روایت میں فیکبر ہے جس کے معنی ہیں کہ بہت شاق گزرتا ہے حضرت قاسم نے جواب دیا کہ تم اس کی طرف التفات مت کرو اور اپنی نماز پوری کر لیا کرو کیونکہ وہ شیطان تم سے منع

78 نہیں ہوگا جیسا کہ نماز سے فارغ ہو کر شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ ما اتممت صلوتی کہا 19/17
تقول ... لا اعیدها اذهب فانا ربی العلیم یقبل منی ذلک ۔

ترجمہ :- حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ میں وہم کرتا ہوں اپنی نماز میں (یعنی وسوسہ کرتا ہوں) لیکن کثرت سے وہ واقع ہوتا ہے مجھ پر پس حضرت قاسم نے کہا گزار اپنی نماز کو کیونکہ یہ وسوسہ تجھ سے نہیں جائے گا حتیٰ کہ تو نماز سے فارغ ہو کر کہے گا کہ ما اتممت صلوتی ہو (روایت کیا اس کو مالک نے)

باب الایمان بالقدر

19

ماقبل میں باب الایمان کے اندر ایمان بالقدر کو بیان کیا گیا تھا جو ایمان کا جزء ہے جیسا حدیث جبریل میں گزر گیا تو وہ جزو اول کا تھا اور یہ جزو دوسرا ہے یعنی سیاق ماقبل سے ہوگا اور ایمان کے اور جو اجزاء ہیں جیسا کہ ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکۃ ان تمام میں اس جزء کو باب مستقل بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر اہل سنت والجماعت کا اختلاف ہے نیز قدر کا بیان احادیث زیادہ آتا ہے حضور نے اس کے اندر زیادہ غور کرنے کو منع فرمایا صحابہ جب اس کے ذکر پر غور کرتے تو حضور کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے اتنا سرخ ہو جاتا گویا انار کے دانے نچوڑ دئے گئے ہوں ۔ اب یہاں چند بحثیں عرض ہیں ۔ بحث اول قدر بفتح الدال و بسکونہا دونوں طرح ہے لغت میں اس کے معنی ہیں اندازہ کرنا اور اصطلاح میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہونا ان اشیاء کا جو موجود ہوں گی اوقات مخصوصہ میں اور صفات مخصوصہ کے ساتھ اللہ کا ارادہ ہے ۔ قدر اور قضاء میں یہ فرق کیا فرماتے ہیں کہ حکم اجمالی کا نام قضاء ہے اور حکم تفصیلی کا نام قدر ہے مثال سے سمجھئے کہ ایک انجینئر کسی مکان کا نقشہ تمام کا تمام ذہن میں تیار کرتا اس کا نام قدر ہے پھر اس کو صفحہ قرطاس پر اتارتا ہے اس کا نام قضاء ہے اور پھر ان نقشوں میں رنگ بھر دینا بندہ کا کسب ہے بس اسی طرح یہ تمام کائنات کا نقشہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اجمالاً کھینچا پھر اسکو لوح محفوظ میں اتارا اب اس کے مطابق یہ تمام کائنات چلتی رہیگی اب جو کائنات میں غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کائنات دو چیزوں میں منحصر ہے اعیان، اعراض ۔ تو چونکہ یہ سب کائنات میں ہے جو نقشہ کھینچنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے تیار کیا تھا اور مرتب فرمایا تھا چنانچہ اب اس نقشہ کے مطابق انسان کے افعال و اقوال جو اعراض ہیں سب ہی صادر ہوں گے اب یہیں سے یہ بحث شروع ہوگی کہ افعال جو شر کے قبیل سے ہیں ان کا خالق اللہ ہے یا مخلوق ہیں اہل سنت کہتے ہیں خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ خالق اللہ تعالیٰ نہیں اور وہ دو وجوہ سے استدلال کرتے ہیں (۱) ماشی کی حرکت اور رعشہ کی حرکت میں اول میں اختیار ہے اور دوم بلا اختیار معلوم ہوا کہ بعض افعال اپنے اختیار سے ہوتے ہیں اور بعض اپنے اختیار سے نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے ہوتے ہیں (۲) اگر تمام افعال کی تخلیق

19/19

کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر سزا و جزا بے معنی ہو جاتی ہے حالانکہ سزا و جزا ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ تخلیق شر بندہ
کا فعل ہے جب ہی سزا کا مستحق ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تنقیص لازم آتی
کیونکہ خلق قبیح قبیح ہے (۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنی پیدا کرنے والوں میں سب
سے اچھا خالق اللہ ہے معلوم ہوا کہ تعدد خالق کا رکھا جواب دیا کہ خلق کا یہاں مجازی معنی مراد ہے [illegible]
الخالقین یعنی اندازہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور اول دونوں دلیلوں کا جواب یہ دیا گیا کہ اول
جزا و سزا تمام میں انسان کے کسب و ارادہ کا اعتبار ہے یعنی ماشی اپنی حرکت کا مختار ہے خالق نہیں کاسب ہے
اسی طرح جزا و سزا افعال پر اس لئے ہے کہ انسان نے ان افعال کو اختیار کیا اور ان کا کسب کیا تو کاسب
و مختار ہوا اور مجبور ہے اور خالق ہونا اور شے ہے تو ثمرہ یہ نکلا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک
انسان خالق نہیں بلکہ کاسب اور مختار ہے اور اہل سنت نے دلائل [illegible] پیش کرتے ہیں (۱) اگر افعال
کو مخلوق مانا جائے تو ضروری ہوگا کہ انسان کو ان تمام افعال کا علم تفصیلی حاصل ہو حالانکہ انسان
کو بہت سے افعال کا علم اجمالی بھی حاصل نہیں ہوتا جیسے افعال اختیاریہ کا اور مختار کا علم تفصیلی ہونا
ضروری ہے (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ خلقکم وما تعملون [illegible]
ہے تو معلوم ہو گیا کہ واللہ خلقکم و عملکم [illegible] واللہ خالق کل شیء تو ان تمام سے
معلوم ہوا کہ تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ افعال جو شر و قبیح ہیں
وہ دنیا میں زیادہ ہیں بہ نسبت خیر کے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقریباً
پانچ سو سال کا [illegible] ہے جس میں [illegible] تمام عالم پر کفر و ضلالت [illegible] تھا [illegible] ہمیشہ دنیا میں
کفار کی تعداد ستر فیصد رہی ہے اور ان تمام افعال شر ہیں جو مخلوق ہیں تو اس سے لازم آیا کہ
اللہ کی مخلوقات کم ہو جاتیں اور بندہ کی مخلوقات زیادہ (نعوذ باللہ منہ) (۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ
ایمان کا خالق بالاتفاق اللہ ہے اور افعال ایمان سے صادر ہوتے ہیں تو اس لئے ایمان کے افعال
کا خالق اللہ ہوا (۵) پانچویں دلیل یہ ہے کہ تخلیق میں تین چیزیں ہیں علم، ارادہ، قدرت، تو اگر
مخلوقات بندہ کی زیادہ ہو گئی جیسا کہ اوپر معلوم ہو گیا تو ان تینوں چیزوں کا زیادہ ہونا لازم
آئے گا اور اللہ کا قدرت و علم و ارادہ کم [illegible] ہے اور یہ بھی باطل ہے تو معتزلہ کا یہ کہنا کہ تخلیق شر کی نسبت
اللہ کی طرف کرنے سے تنقیص لازم آئے گی تخلیق کی نسبت بندہ کی طرف کرنے [illegible] ہے علاوہ اور
نقصان کا کوئی نہیں دیکھا جو صورت میں لازم آتا ہیں جن کو ہم نے [illegible] اور پانچویں دلیل
کے ضمن میں بیان کیا۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ تخلیق شر شر ہے اہل سنت نے فرمایا یہ صحیح نہیں کیونکہ دو چیزیں
اہل سنت نے کہنے میں کہ یہاں دو چیزیں ہیں اول تخلیق شر دوم اتصاف بالشر اول حسن اور دوم قبیح

[illegible]

مثال کے طور پر سمجھئے کہ اگر کوئی ہولناک تصویر بناتا ہے تو اس کو کوئی برا نہیں کہتا ہے اور جب اس کا بے موقع 19/19
استعمال کرے تو اس کو سب برا کہیں گے وہاں کو برا نہیں کہیں گے تو معلوم ہوا کہ خالق شر اور قبیح نہیں بلکہ اس کا
اسکو بے موقع استعمال کرنیکے سے تو شر ہوا قبیح ہے۔

بحث ثالث: ابو المظفر سمعانی فرماتے ہیں کہ تقدیر کا علم دلائل عقلیہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ
دلائل سمعیہ سے اور ان اقوال سے جنکو آپ نے بیان فرمایا ہے اور تقدیر کا علم اور حال کا پتہ چلتا ہے
علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ بعض آدمی خیال کرتے ہیں کہ تقدیر نام ہے بندہ کو مجبور کرنا کا اور اہل سنت والجماعت
کے نزدیک تقدیر نام ہے علم الہی کا۔

بحث رابع: تقدیر کے اقسام کے بیان میں ہے تقدیر کی دو قسمیں اول مبرم دوم تقدیر
معلق اول کا مطلب یہ ہے کہ ہرگز ہرگز تغیر نہ ہو اور دوم وہ جو کسی شیء پر معلق ہو۔ حضرت مجدد الف
ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تقدیر مبرم کی دو قسمیں اول وہ جو لوح محفوظ اور علم الہی اور علم ملائکہ میں
مبرم ہو دوم یہ کہ وہ صرف لوح محفوظ میں مبرم ہو اور علم الہی میں معلق ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
فرماتے ہیں کہ تقدیر کی پانچ قسمیں اول ازل کا اندازہ دوم آسمان و زمین سے پچاس ہزار سال پہلے سوم
آدم کے پیدا ہونے سے پہلے چہارم نطفہ کے رحم میں جانے کے بعد پنجم حوادث کا حادثہ سے پہلے۔
یہ چار بحثیں اجمالی طور پر تقدیر کے متعلق ہیں جو مختصر کرکے لکھی ہیں تو بہت ہی کارآمد ہیں۔ احفظ ھذا

79 الفصل الاول: عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 19
کتب اللہ مقادیر الخلائق ۔ مطلب۱ جملہ خود اللہ تعالی نے ان مقدرات کی کتابت کی۔ مطلب۲ قاضی بیضاوی
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ اور قلم میں ایک تعلق پیدا کر دیا خود بخود لکھتا ہو گیا مطلب۳
اللہ تعالی نے ملائکہ کو لکھنے کا حکم فرمایا مطلب قلم کو حکم دیا۔ مطلب۵ جب مطلب کتب کو یہاں بمعنی
مقدر کے معنی میں ہے۔ خلاصہ ان تمام مطالب کا یہ نکلا کہ کتب کا یہاں حقیقی معنی مراد ہو سکتے ہیں اور
مجازی معنی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ مقادیر مقدار کی جمع ہے جس سے ہر شیء کا اندازہ لگایا جاتا ہے ۲۰
یعنی اندازہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقدور ہو سکتا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا اللہ تعالی نے
مخلوق کی تقدیرات کی کتابت زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے کی اور پانی
پر عرش الہی تھا کہ یہ روایت صحیح ہے دوسری حدیث کا مشکوۃ بشیر بن نعمان کی ہے کہ باب فضائل القرآن
صفحہ ۱۸۴ پر آتی ہے کہ اللہ نے دو ہزار سال پہلے کو جو لکھایا ان دونوں کے جمع میں مختلف جوابات علماء نے دیئے
جواب۱ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ تقدیرات تمام سے کی گئی ہے تحریر نہیں۔ جواب۲ علامہ میں
فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ پچاس ہزار سال پہلے ہو سکتا ہے کہ کچھ دو ہزار سال پہلے اور کچھ

79

۱۹/۲۰ پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئی تھیں جو کہ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس بیان کا منشا یہ ہے کہ اندازہ اور [illegible]
[illegible] کی حدیث میں کچھ اندازہ سے مراد علم الٰہی کا [illegible] قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ
ظاہر یہ ہے کہ یہ بیان تحدید مراد ہے لیکن تکثیر بھی ممکن ہے لیکن علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ علامہ [illegible] نے اسکو اکثر کیا
کہ تحدید مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ زمانہ نام ہے حرکت فلک کی مقدار کا اور فلک اس وقت موجود نہ تھا
لہذا حرکت بھی معدوم اور مقدار بھی معدوم ہے۔ تمام چیزوں کا معدوم ہو تو زمانہ بھی معدوم ہوگا
اور جب زمانہ معدوم ہو تو پھر پچاس ہزار سے تحدید کب ممکن ہے۔ قاضی عیاض [illegible] جواب دیا کہ
اس وقت [illegible] جو کہ اللہ عزوجل کا عرش پانی پر تھا اور [illegible]
لیکن مسلم کی روایت میں لفظ کان مذکور نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ
فی الحال پانی پر اسکا عرش ہے اور کان جو کہ ماضی ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ زمانہ ماضی میں اللہ تعالیٰ
کا عرش پانی پر تھا [illegible] علامہ ابن حجر عسقلانی نے دیا کہ عرش زمانہ ماضی سے [illegible]
پانی پر [illegible] حدیث میں ماضی کا ذکر [illegible] حال کا ذکر فرمایا۔ عرش متکلمین کا نظریہ
فلک اعظم کا نام ہے اسکو فلک الافلاک اور فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ [illegible]
یہ کہنا کہ اسکو فلک اعظم وغیرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اسکی صورت تو تخت کی طرح ہے جو قوائم وغیرہ رکھتی
[illegible] ہوتے ہیں اور اسکو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے [illegible] ہے۔ دوسرا استدلال
یہ کہ عرف عرب میں عرش کے معنی تخت کے ہیں اور قرآن پاک چونکہ عرف عرب پر اترا ہے
لہذا عرش کے معنی تخت کے ہونگے۔ [illegible] یہ کہ جب تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور فلک
اعظم سب سے اوپر ہے اور [illegible] عرش [illegible] سے [illegible]
معلوم ہوا کہ عرش فلک اعظم ہے۔ عرش حافظ ابن قیم اور علامہ [illegible] تخت [illegible]
شکل میں ہے علی الماء [illegible] پانی [illegible]
ہے جو کہ عرش کے نیچے [illegible] سمندر کا پانی [illegible] ابن حجر [illegible] سمندر کا
پانی مراد ہے۔ اب اعتراض ہوگا کہ سمندر پر عرش الٰہی کیسا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ [illegible]
ہے [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] قدرت کا [illegible]
معلوم ہوا کہ عرش سے پہلے پانی کی تخلیق ہوئی لیکن [illegible]

80

۲۱ وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شیئ بقدر [illegible]
حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ہر چیز اندازہ اور تقدیر سے ہے حتی العجز والکیس
۲۲ [illegible] مرفوع [illegible] عجز [illegible] دانائی [illegible]

80 جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان تقابل اور تضاد ہے لیکن فی الحقیقت یہاں تقابل حقیقی نہیں کیونکہ 19/۲۲
عجز کی ضد قدرت ہے اور کیس کی ضد حمق ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زمانہ میں یا انہ دونوں کو ذکر کر اشارہ کر دیا کہ
ضد کیوں آ رہی ہے۔ دونوں ذکر کئے گئے تو اب نہیں کا احتمال نہ کہ ضد کیوں نہیں ہو جاتا گیا تو گویا عبارت
یہ ہوگی احتمل العجز والقدرۃ والکیس والحمق۔ مقصد یہ تھا کہ [illegible] زمانہ میں کہ کیس ایسی شئی ہے جس سے
قدرت اور [illegible] کا اتصال صادر ہوتا ہے۔ تو گویا کیس سے قدرت سمجھ میں آئی جو ضد ہے عجز کی تو
گویا یہاں صنعت طباق کا ایک نوع ہے یا تو شئی کو [illegible] جس کی ضد کو شامل ہو اس کو ذکر کیا جائے اور
اس میں شئی کا ان سببا ہو شئی دوسری کی ضد کا مضمون یہاں پایا گیا یا شئی کا یعنی کیس سبب ہے شئی کا
یعنی عجز کی ضد قدرت کا جیسے [illegible] میں کہا۔ اشداء علی الکفار رحماء بینہم نرمیاں [illegible]
ورحم میں تضاد نہیں کیونکہ شدت کا تقابل نرمی سے ہے مگر چونکہ نرمی کا لازم رحم ہے اس سبب سے نرمی اول
یعنی شدت کی ضد کا اور رحم بیان سے اس کا تقابل ہو گیا۔ مقصد ظاہر زمانہ میں کہ [illegible]
ومعنی کل شئی الخ سے مقصد یہ ہے کہ تمام افعال خواہ جسمانی ہوں یا باطنی سب اللہ ہی کی جانب سے ہیں اللہ
قدرت سے ہوتا ہے اس سے رد ہو گیا معتزلہ پر۔ مقصد تو یہ تھا کہ زمانہ میں کہ ۱۴۳ [illegible]
مشتق کا عجز [illegible] ہیں یا [illegible] صحیح ہے اور اس کی [illegible] سکتا ہے [illegible]
کا فرق ہے [illegible] عطف ہوگا اور جر کی صورت میں شئی پر عطف ہوگا۔

81 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتج آدم وموسیٰ الخ ۲۲
اس حدیث پاک میں حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کے مباحثہ کا ذکر ہے اب یہاں چند چیزیں
قابل ذکر ہیں۔ [illegible] اور [illegible] کس جگہ ہوئی۔ اول یہ کہ یہ مناظرہ ومحاجہ کیوں کر ہوا ہے
پہلا جواب یہ دیا گیا ہے کہ [illegible] ابو داؤد شریف میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ
تبارک وتعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آدم کی زیارت کرا دیجئے جنہوں نے اپنی [illegible]
ہم سب کو جنت سے نکلوا دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی درخواست کو قبول کیا اور حضرت موسیٰ
کہاں حضرت آدم [illegible] یہ مناظرہ ومحاجہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ مناظرہ ومحاجہ کیوں کر ہوا ہے اس کے علماء نے
مختلف جواب دئے غور سے سنو اب۔

جواب ۱: حضرت موسیٰ کی حیات میں حضرت آدم کو زندہ کیا گیا اور یہ مناظرہ و مناظرہ ہوا۔
جواب ۲: حضرت آدم کی قبر کو کھول دیا گیا اور پھر حضرت موسیٰ نے ان سے گفتگو فرمائی۔
جواب ۳: حضرت آدم کی روح سے حضرت موسیٰ کی ملاقات ہوئی اور اس سے مناظرہ ہوا۔
جواب ۴: حضرت آدم کو خواب میں حضرت موسیٰ نے دیکھا اور یہ مناظرہ ہوا۔

81 جواب۵ :- عالم برزخ میں ملاقات ہوئی حافظ عمر بن عبد البر ابو الحسن قابسی نے اسی کو اختیار کیا 19/22
جواب۶ :- ممکن ہے ابھی نہیں ہوا بلکہ آخرت میں ہوگا تحقق وقوع کی وجہ سے حضور نے ماضی سے تعبیر کر دیا
جواب۷ :- امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ ضرب المثل ہو یعنی حال ایسا ہے اور ہوتا تو یہ
اگر وہ دونوں زندہ ہوتے تو ایسا ہوتا واللہ اعلم

بخاری شریف میں اس سے متعلق ایک مستقل باب باندھا ہے باب تحاج آدم و موسیٰ عند اللہ اور یہ لفظ بڑھا کر
بیان کیا کہ بخاری نے عند کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ یہ محاجہ آخرت میں ہوگا لیکن اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہو چکا اس کا جواب حافظ عسقلانی نے دیا کہ عند اللہ سے عندیت مکانیہ مراد نہیں
یعنی یہ نہیں کہ آخرت میں اللہ کے پاس ہوگا بلکہ یہ محاجہ ہو گیا اور عند اللہ کی قید سے عندیت تکریمیہ
مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذیل عنایات و عطوفت میں یہ مناظرہ واقع ہوا۔ معلوم ہوا یہ مناظرہ و محاجہ
تکبر سے نہیں ہوا یعنی کسی لطیف طور پر کہ یہ مناظرہ تھا اس کو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا
قال موسیٰ انت آدم الذی خلقک اللہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر مقصد کا تقاضہ تھا کہ خلقہ 24
ہوتا کیونکہ صلہ جب جملہ ہو تو اس سے اندر ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے تو خلقک اللہ جملہ
اور صلہ ہے اور موصول الذی ہے لیکن یہاں التفات کا اختیار کیا اور آدم اور الذی کی طرف سے
بدلا حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ بدل ہو یعنی آدم میں انت آدم کا ... السیف حجی
کا شعر ہے۔ ملاقات نعمت۔ ملاقات۔ قریش۔ قوش۔ مدار حمی وغیرہ وغیرہ اور یہاں لوگ امام
بیہقی سے نقل کیا ہے اس سے یہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے یعنی جار رد (تا قیامت) وارد ہونا درست نہیں کیونکہ
یہ جزء ہوتا ہے اس کا تو لازم آئیگا کہ روح اللہ کا جزء ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کا ترکیب ہونا لازم
آئیگا حالانکہ اللہ تعالیٰ بسیط ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ میں علماء کے
دو طرح رہے ہیں ایک تو مذہب تسلیم و تفویض کا ہے دوسرا مذہب تاویل کا ہے اول
مذہب سلف کا ہے اور مطلب یہ کہ ان تمام حالات کو علم اللہ کے حوالہ بلا کیف مفوض کرتے ہیں اور
یہی زیادہ محکم یعنی جانتے ہیں اور ثانی مذہب متاخرین اور متکلمین کا ہے یہ لوگ حسب مقام
کوئی مناسب معنی متعین کر لیتے ہیں یہاں بیدہ ذکر کیا ہے ید سے قدرت مراد ہے یعنی تم کو اللہ نے بنایا
اپنے ہاتھ یعنی قدرت سے بلا واسطہ باپ اور ماں کے اپنی روح کو پھونکا روح کی اضافت تشریفیہ ہے
یعنی آدم کا اعزاز مقصود ہے واسجد لک ملائکتہ یہاں ایک بحث سجدہ کے متعلق ہے اور
ملائکہ کے متعلق پوری بحث ہو چکی ہے۔ اختلاف ہے اس بات میں کہ یہاں سجدہ سے سجدہ حقیقی مراد ہے یا مجازی
ایک جماعت کا خیال ہے کہ سجدہ سے یہاں تواضع خضوع و تذلل مراد ہے دوسری جماعت کہتی ہے کہ

81 سجدہ کا بیان اپنے حقیقی معنی یعنی وضع الجبہۃ علی الارض مراد ہے اب یہاں علماء کے دو فریق ہیں فریق اول کہتا ۱۹/۲۴
ایک فریق کہتا ہے کہ سجدہ اللہ کو تھا اور حضرت آدم بطور قبلہ کے تھے دوسرا فریق کہتا ہے کہ سجدہ حقیقۃً
آدم علیہ السلام ہی کو تھا۔ ابن کثیر نے یہی قول ترجیح دی ہے چند وجوہ کی بنا پر؛

اول ظاہر آیت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے دوم مقصود سجدہ سے تکریم آدم ہے اور یہ کامل تب ہی ہوگی جب
ہو کہ حقیقۃً آدم مسجود ہوں کیونکہ ہوں سوم اور اس کے علاوہ جتنے مفسرین ہیں ان تمام کا خود ان کا
یہی مقصود ہوگا ارشاد ہے اور آیت پاک میں اسجدوا لآدم میں مفعول آدم ہیں یہاں آدم ہی مقصود
اور مسجود ہوئے۔ اب یہ اشکال کہ سجدہ غیر اللہ کو جائز نہیں۔ جواب یہ کہ عبادۃً جائز نہیں
اور تعظیمی جائز ہے۔ وہ اس مقام پر بحکم اللہ تھا جو شامل ہے اس کو محققین اور ابن کثیر نے
اختیار کیا۔ اب یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی یہاں تو اللہ کا حکم کی بنا پر ہے اب فی نفسہ بھی جائز ہے یا نہیں
علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ دوسرا بحث ملائکہ کے متعلق کی ہے کہ
اس امر اختلاف ہے کہ یہاں ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں ایک جماعت کے نزدیک وہ فرشتے جو
زمین پر بستے ہیں بعض کے نزدیک تمام فرشتے مراد ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ آخری قول زیادہ
راجح ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون جو اصول اور شمول کا مقتضی ہی ہے
واسکن S فی جنۃ جنت سے بعض کے نزدیک جنت الخلد مراد ہے جس کا مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے
بعض کے نزدیک اس سے ایک باغ مراد ہے جو بعض کے قول کی بنا پر آسمان پر ہے اور بعض کے نزدیک
زمین ہی پر ہے۔ ان لوگوں پر اعتراض ہوگا کہ قلنا اھبطوا کا معنی اس وقت کیا ہوگا تو جواب
یہ ملتی جیسا کہ ابو مسلم اصفہانی نے ذکر کیا یہاں ہبوط کے معنی انتقال من مکان الی مکان کے ہیں
جیسے اھبطوا مصرا میں۔ رہا یہ کہ اس امر اختلاف ہے کہ جنت اب موجود ہے یا معدوم معتزلہ کے نزدیک
موجود نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے اور اس کے درخت اور پودے
سبحان اللہ اور الحمد للہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں۔ لیکن اس حدیث کا مطلب یہ بیان
کیا گیا کہ یہاں مقصود صرف اعمال کو حصول جنت کیلئے دخیل بتانا ہے اور وجود جنت کی دلیل حدیث
معراج ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے کہا کہ آپ نے نکلوایا لوگوں کو اپنی خطا کی وجہ سے زمین کی طرف
نکالا S اس امر تمام محدثین کا اتفاق ہے اس سے مراد ولا تقربا ہذہ الشجرۃ ہے یعنی آپ نے اس ۲۴
درخت کے پھل کو کھایا۔ اب یہ کہ وہ درخت کس چیز کا تھا اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں
(۱) گندم کا درخت تھا یہی ابن عباس اور ابن مسعود اور صحابہ اور یہود سے مروی ہے (۲) انجیر کا درخت تھا
(۳) انگور کا (۴) کھجور کا (۵) ایک ایسا درخت کہ جس کو کھائے حدث لاحق ہو جاتا ہے لا کے امام

فخر الدین ابو عبداللہ ابن الخطیب فرماتے ہیں کہ ہم اس کے متعلق یہیں ان چیزوں کو بیان کریں گے کہ وہ کسی چیز کا دخل تھا۔ اب ہم یہ مسئلہ بیان کریں عصمت انبیاء کا جسے ابن حزم ظاہری امام نووی اور دیگر سے علماء نے اس پر جس طرح کلام کیا ہے۔ امام فخر الدین فرماتے ہیں کہ عصمت کا تعلق چار باتوں سے انبیاء سے ہے مثلاً۔

اول کا تعلق کا اعتقاد دینیات دوم کا تعلق کا تبلیغ سوم کا تعلق کا فتیا چہارم کا تعلق کا اعمال و عادات تو یہ چار چیزیں ہیں انہیں اختلاف کیونکہ ان سب امور میں انبیاء کرام معصوم ہیں یا ان سے غلطی ہوتی ہے جو درج ذیل ہیں۔ اول تمام علماء کا قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ کفر اور تمام اعتقادیات باطلہ سے انبیاء کرام معصوم و منزہ ہیں مگر خوارج کا ایک فرقہ جو فضیلیہ کہلاتا ہے ان کے بیان کے مطابق گناہ کو کفر گناہ سے ان کے بیان انبیاء کرام معصوم نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ان کے قول میں خدا کی بنا پر انبیاء میں کفر پایا جا سکتا ہے (نعوذ باللہ منہ) دوم امام فخر الدین فرماتے ہیں کہ تبلیغ میں بھی انبیاء عمداً کذب و تحریف سے معصوم و منزہ ہیں البتہ سہواً میں بعض کے نزدیک معصوم نہیں اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ سہواً بھی اس سے پاک و منزہ ہیں۔ سوم کا تعلق کا فتیا کا جواب یہ ہے کہ عمداً غلطی نہیں ہو سکتی یعنی جن چیزوں میں انبیاء سے فتویٰ لیا جاتا ہے یا ان کے جواب دینے میں انبیاء معصوم ہیں یا ان سے غلطی ہو سکتی ہے جواب یہ ہے کہ عمداً غلطی نہیں ہو سکتی البتہ سہواً میں بعض کے نزدیک ہو سکتی ہے اور بعض کے نزدیک معصوم ہیں۔

چہارم ان کے اعمال و عادات اور ان کے افعال میں صغیرہ یا کبیرہ ہو سکتا ہے ان کے اندر چھ قول ہیں یہ ہیں:

(۱) کبیرہ کا صدور بھی عمداً ان سے ہو سکتا ہے (نعوذ باللہ منہ) یہ حشویہ کا قول ہے۔ بالجملہ

(۲) اکثر معتزلہ کے نزدیک صغیرہ کا صدور عمداً ممکن ہے لیکن جس کو لوگ حقیر و برا سمجھیں وہ صادر نہ

(۳) صغیرہ و کبیرہ عمداً تو نہیں ہو سکتا البتہ سہواً ہو سکتا ہے۔

(۴) نہ صغیرہ نہ کبیرہ نہ سہواً اور نہ عمداً کسی طرح کا صدور نہیں ہوتا امامیہ رافضیہ کے نزدیک۔

(۵) عمداً نہ صغیرہ نہ کبیرہ البتہ سہواً صغیرہ کا صدور ہو سکتا ہے۔

(۶) اہل سنت والجماعت کے نزدیک خلاف مروت کا صدور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم کو حضور کی اقتدا کا حکم ہے تو اگر سہو یا خطا کا امکان ہوگا تو اقتدا مشکل ہو جائیگی علاوہ ازیں سلف اور متقدمین نے اسی کو اختیار کیا۔ انبیاء کس وقت سے معصوم ہوتے ہیں تو بعض کے نزدیک ولادت کے وقت سے بعض کے نزدیک نبوت کے بعد سے اور بعض کے نزدیک ہوتا ہے کہ عصمت تب حاصل جیسا حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے اپنی گفتگو کے دوران فرمایا تو اب حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کو خطاب کر کے کہا کہ رب سے بھی تو یہی ہے کہ تجھے اللہ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور اپنے کلام کیا تو

یہاں دو چیزیں ہیں یا اول برسالتہ دوسرا بکلامہ ان دو کے متعلق کچھ گفتگو کرنی ہے رسالۃ کا صیغہ میں نسخے مختلف ہیں بعض میں جمع کا صیغہ ہے اور بعض میں مفرد کا صیغہ ہے۔ حضرت علامہ قاری فرماتے ہیں کہ جہاں جمع ہے وہاں انواع رسالۃ مراد ہیں اور جہاں مفرد ہے وہاں جنس رسالۃ مراد ہے۔ استاذ محترم نے فرمایا ہے کہ جہاں مفرد ہے وہاں مصدر رسالۃ اور پیغام رسالۃ مراد ہے اور جہاں جمع ہے وہاں وہ احکام مراد ہیں جو انبیاء کو دیکر بھیجے گئے۔ صحیح مسلم میں مفرد کا صیغہ ہے۔ دوسرا لفظ بکلامہ ہے اس کی توجیہ میں اختلاف ہے اہل سنت کا مذہب کہ بلا واسطہ کلام ہوا اور معتزلہ کے نزدیک ایک شجرہ کو صوت عطا کی گئی اس سے آواز آرہی تھی۔ ہمارے نزدیک شجرہ کی جانب سے آواز آرہی تھی خود درخت سے نہیں آرہی تھی۔ معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ کلام الفاظ و حروف سے مرکب ہوتا ہے تو کلام بھی حادث ہے لہذا اگر اللہ کو متکلم مانیں تو متصف قرار دیں تو لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ متصف ہیں حادث کیساتھ تو حادث کا اللہ تعالیٰ محل ہوگا یہ مسئلہ جو ہوا ہمارا موقف یہ ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہیں ایک کلام نفسی دوم کلام لفظی اول قدیم ہے اور وہی اللہ کی صفت ہے۔ اور ثانی حادث ہے اور یہ اللہ کی صفت نہیں بلکہ دال ہے مدلول پر معلوم ہوا کہ کلام اللہ کی صفت ہوگا۔ اب ہماری دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما امام نحاس فرماتے ہیں کہ جب فعل کو مصدر سے مؤکد بنایا جاتا ہے تو وہاں حقیقی فعل مراد ہوتا ہے یعنی حقیقی کلام مراد ہے۔ آیا یہ کلام سنا جاتا ہے یا نہیں اس کے متعلق امام ابو الحسن اشعری نے ابن التین سے نقل کیا ہے قراءۃ مقروء و تلاوۃ متلوہ دونوں سنے جاتے ہیں۔ اور کہا کہ باقلانی ابو اسحاق اسفرائنی اور مشہور علماء میں ان تمام کے نزدیک تلاوۃ مسموع ہے دون المتلو۔ دوسری یہ حضرت آدم نے فرمایا کہ پھر آپکو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں تختیاں جن میں ہر شیٔ کا واضح بیان ہے مثلاً وعظ و نصیحت حلال و حرام تمام احکام کا بیان ہے اور آپکو قریب کیا اس حال میں کہ آپ سے مناجات کرتے وہ رہے تھے پس بتلائیے میرا ہونا کتنے زمانہ پہلے اللہ تعالیٰ کو پایا لکھا ہوا تورات میں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ چالیس سال پہلے اب یہاں دو چیزوں کو بیان کرنا ہے اول کتب التوراۃ کا کیا مطلب ہے؟ جو کتابت تورات کے لکھنے کو مقدر فرمایا ہے جو کاتبوں کا حکم دیا۔ دوسرا جز تامل بعینا اربعین عاماً ہے اول یہ کہ اس سے تحدید مراد ہے یا تکثیر بعض نے اول کا قول کیا اور بعض نے ثانی کا۔ مسند بزار میں قبل ان یخلق السموات والارض وارد ہوا ابن جوزی نے دونوں کا اور تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض چیزوں کو آسمان و زمین سے پہلے اور بعض کو چالیس سال پہلے لکھا دیا ہو۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ مسند بزار کی روایت علم پر محمول ہے آسمان و

19 ۲۴ زمین کی تخلیق سے پہلے اللہ کو علم تھا اور اس اندازہ کو محفوظ کیا جا چکا تھا پھر کتابت یا کرنا چالیس سال قبل ہوا 81
ریکارڈ کی شکل میں وارد ہوتا ہے کیونکہ اصل میں آیا ہے جیسا کہ آثار میں ہے سوال تمام مقدرات کی کتابت پچاس
ہزار سال قبل ہو گئی تھی بعد میں صرف چالیس سال کا ذکر کیسے کیا جواب۱ یہ ہے کہ حضرت آدم کی مٹی گوندھ
کر رکھ دی گئی نفخ روح تک چالیس سال رہا ہوا جواب۲ تمام مقدرات کو اگرچہ پچاس ہزار سال قبل لکھا گیا
مگر اس واقعہ کو صرف چالیس سال پہلے لکھا ہوگا جواب۳ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تقدیر کا مختلف اوقات
میں لکھی گئی ہیں کہ کچھ پہلے لکھا اور کچھ دیر بعد لکھی گئی تھی پھر آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تورات
میں یہ نہیں پایا وعصی آدم ربہ فغوی موسی نے فرمایا ہاں آیا ہے پھر آدم نے فرمایا جب مجھ کو معلوم ہے
آدمی نے جو معصیت کی وہ مجھ پر چالیس سال قبل پیدائش لکھ دی گئی تو پھر اس پر ملامت مجھ کو کیوں کرتے ہو
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ [illegible] میں فغوی سے مراد فساد ہے اس مناظرہ کا ذکر کرکے حضور نے
فرمایا فحج آدم موسی تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ آدم مرفوع فاعل اور موسی مفعول ہے لیکن بعض
علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مشکل ہے کہ آخر آدم علیہ السلام کیسے غالب آگئے متعدد جوابات ہیں ملاحظہ ہو
جواب۱ :- آدم کو ملامت کرنا اب بیکار ہے کیونکہ جس سے وہ توبہ کر چکے تھے پھر موسی کو گناہ یاد دلانا مناسب نہ تھا
جواب۲ :- ملامت کا یہ وقت نہ تھا جب کہ تکلیف ارتفاع ہو چکی تھی عالم برزخ میں تکلیف ختم ہو چکی ہے
جواب۳ :- لانہ اقدم واکبر یعنی حضرت موسی سے حضرت آدم بڑے ہیں اور مقدم ہیں اس لئے غالب ہو گئے
جواب۴ :- لانہ ابوہ یعنی حضرت آدم باپ ہیں حضرت موسی کے اس وجہ سے حضرت موسی مغلوب ہو گئے
جواب۵ :- دونوں شریعتیں مختلف ہیں ان اخیر کے تین جوابوں کو ابن جوزی نے رد کر دیا
جواب۶ :- گنہگار آدمی پر مصیبت آئے اور اس کو تقدیر پر محمول کرے تو یہ جائز ہے اور اگر کوئی گناہ کرے
اور پھر کہے یہ تو مقدر میں تھا یہ گناہ ہے اور یہاں آدم نے اول صورت اختیار کی اس وجہ سے وہ
غالب ہو گئے اگر یہ جواب سمجھ میں نہ آئے تو کوئی حرج نہیں

۲۰/۱ عن ابن مسعود قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق الخ 82
۲ الصادق المصدوق علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ حالیہ اور معترضہ دونوں ہو سکتے ہیں مگر معترضہ بنانا
اولی ہے کیونکہ حالیہ کی صورت میں لازم آئے گا کہ آپ کا صدق مقید ہو تحدیث کے ساتھ کیونکہ حال ایک
حال ہے تو مقید ہوتا ہے لہذا حال بنانا درست نہیں ہے علامہ کرمانی شرح بخاری میں [illegible]
کہ یہ جملہ ان تین وجوہ کی بنا پر لایا گیا ہے (۱) رد کرنا ہے اطباء کے ادعاء کا کیونکہ اطباء
نطفہ کے ایام کے بارے میں اطباء کچھ اور کہتے ہیں اور حضور نے [illegible] بیان فرمائے تو اس
کیا اور ان کا حضور کا قول صحیح ہے کیونکہ آپ صادق ہیں اور ان کا قول اس کے مقابلہ میں باطل ہے

۲۰/۲ (۲) استلذاذ کہ ہوتا ہے اس بات سے جو بات بولنے والے کا قول اور زمانے کی صفت ہے (۳) افتخار کہ اس کا اظہار اور سچا
اور محبوب ایسا ہے۔ حافظ عسقلانی نے ان اخیر دو وجوہ پر جزم کیا ہے اور فرمایا کہ وجہ اول پر حالیہ ہونا درست
نہیں ہو سکتی کیونکہ بعض جگہ روایت میں ان الفاظ کا استعمال بلا خبر کے وارد اور بغیر کے بھی ہوا ہے جیسے
حدیث عکرمہ عن ابن عباس یہ دونوں ہر جگہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن علامہ عینی نے حافظ کی اس
رائے کو رد کر دیا اور فرمایا کہ اگر حالیہ اور عدم جملہ کا فرق نہیں ہے حالیہ ایک نکتہ خاص ہے اور
دوسرا نکتہ عام ہے۔ صادق کا استعمال اقوال اور افعال دونوں میں ہوتا ہے چنانچہ یہاں دونوں
معنی میں ہے۔ اور مصدوق کے معنی ہیں جس سے سچی باتیں کہی جائیں۔ اب یہ وہ کون ہے اس کے
بارے میں قول ہیں (۱) تو یا مراد ہیں ہر شخص جو بات آپ سے کرتا ہے سچ کرتا تھا (۲) فرشتے
جبرئیل مراد ہیں جو آپ سے سچ بات کہتے تھے (۳) اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔ اور بعض کا قول ہے مصدوق
۲ کے معنی ہیں ہے ان خلق احدکم یجمع الخ اس جملہ میں دو بحثیں ہیں اول اعراب کی تحقیق
دوم معنی و مطلب کی تحقیق عرض ہے سنو۔

بحث اول:۔ علامہ ابو البقاء فرماتے ہیں کہ لفظ ان میں الف کا فتحہ ضروری ہے کیونکہ حدثنا
کا مفعول ہے۔ ابن جوزی نے تشقیق کو اس کا بیان فرمایا۔ علامہ ابن خوبان نے فرمایا کہ دونوں
روایتیں ہیں نہ تشقیق فتحہ ہے نہ کسرہ ہے۔ امام نووی نے کسرہ ضبط کیا اور فرمایا کہ یہ اعراب
حکایت ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کسرہ متعین ہے کیونکہ بعض روایات میں قال کا لفظ آیا ہے
قال ان خلق احدکم الخ اور قول کے بعد ان مکسورہ ہوتا ہے۔

بحث ثانی:۔ معنی و مطلب کے بیان میں خلق کے معنی یہاں مادہ خلقیہ کے ہیں یعنی ان مادۃ
خلق احدکم الخ یہ ابن حجر کا قول ہے مبالغۃً مصدر سے تعبیر کر دیا۔ رہا علماء کا اختلاف ہے
اس بات میں کہ جمع خلق سے بیان کیا مراد ہے؟ ابن الاثیر نہایۃ الغریب میں تحریر فرماتے ہیں
جمع خلق سے مراد نطفہ کا رحم کے اندر رہنا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں اجماع کے معنی جو شہوت ہوتی
ہے اس کی وجہ سے منی منتشر ہو جاتی ہے تو یہاں اس منتشر کا جمع ہونا مراد ہے۔ ابن مسعود
کی تفسیر نقل کی گئی ہے اجماع کے بعد منی عروق اور ناخن میں منتشر ہو جاتی ہے اور پھر اس کا
دو ... اختیار کرتی ہے اور یہی مراد ہے۔ علامہ طیبی اور علامہ خطابی نے اسی کو راجح قرار دیا کیونکہ
خود راوی کی تفسیر ہے لیکن حافظ اس سے راضی نہیں اور خود بھی انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔
بعض متاخر شارحین نے بیان کیا کہ عورت میں دو قوتیں ہوتی ہیں ایک قوت انبساط اور ایک
قوت جمعیہ تو منی جب رحم میں جاتی ہے تو قوت انبساط اس کو منتشر اور متفرق کر دیتی ہے

۲۰/۲

پھر قوت جمعیہ اسکو جمع کرتی ہے۔ ابن قیم نے اسکی توجیہ اور اسکا مطلب ایک عجیب بیان کیا جو کچھ یوں
بھی مشکل سے اترتا ہوا نظر نہیں آتی ہے۔ لیکن یہ مراد درست ہے۔ اب اسکا انداز اختلاف کیسے
زیادہ۔ نطفہ، مضغہ، علقہ، ہیئتہ۔ سو دن تک ایک ہی حالت میں رہتا ہے یا کچھ تغیر ہوتا رہتا ہے
بعض کے نزدیک کامل ایک حالت میں رہتا ہے کچھ تغیر واضح نہیں ہوتا۔ بعض کے نزدیک اس میں
شیئاً فشیئاً تغیر ہوتا ہے۔ اب ان لوگوں پر اعتراض ہوگا کہ بعض روایت میں جو اضافہ وارد ہوا ہے
اسکے اندر تغیر نہیں ہوتا نطفہ رہتا ہے ابن حجر نے جواب دیا کہ اسکے قول اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں
کیونکہ حدیث کا مطلب ہے کہ نطفہ کی صفت کا غلبہ زائل نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی جو روایت مختلف
راویوں سے منقول ہے حذیفہ بن اسید۔ مالک بن انس۔ عبداللہ بن مسعود ان تینوں میں سے عبداللہ
بن مسعود کا صحیح روایت میں نقل کیا الشیخان اربعین کا جو ذکر ہے تو بیان کیا۔ اسی طرح مالک بن انس
کی روایات میں ہے لیکن حضرت حذیفہ کی روایات میں مختلف اقوال ہوگئے بعض میں ثنتان و
اربعون ہے۔ بعض میں ثلاث واربعون ہے اور بعض میں خمس واربعون ہے۔ بعض میں بضع واربعون ہے
دیا اور تمام اقوال اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں جمع کی صورت قاضی عیاض نے بیان فرمائی کہ
سو دن کی قید حذیفہ کی روایت میں نہیں ہے کیونکہ مقصود تکثیر ہے (۲) جنین کا اختلاف سے ایسا ہو جانا کہ
بعض جنین سو دن تک اور بعض اس سے زیادہ تک رحم میں نطفہ بنکر رہتے ہیں (۳) جو کلام ابن مسعود
کی روایات میں اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ ادراج ہوگیا۔ حافظ عسقلانی نے حضرت حذیفہ کی روایات کے متعلق
تحریر فرمایا ہے جو کلام ان تمام اقوال کو دیکھا ہی اور روایت نقل کیا تو گویا راوی کی بھول واضح ہوگئی
کہ واضح کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا یا اس وجہ سے وہ حدیث مضطرب کا درجہ میں آگئی۔
سے کہ مضغہ وغیرہ کا جب وہ مضغہ بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں
ملکاً اسکا اختلاف ہے اس بات میں کہ اسکا کون سا فرشتہ مراد ہے۔ حضرت حذیفہ بن اسید کی روایات
میں موکل کیسے؟ موکل بالرحم کی قید کا اضافہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک الگ فرشتہ ہے جو
رحم پر مقرر ہے اب یہ سوال ہوگا کہ جب رحم پر مقرر رہتا ہے تو اسکے بعث وارسال کا کیا مطلب ہے
اسلئے کہ پہلے ہی موجود ہے۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ بعث سے مراد اسکو حکم کرنا ہے۔ قاضی عیاض
نے اور حافظ عسقلانی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا۔ حافظ عسقلانی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں
[illegible] اربعہ تا کہ جب [illegible] نطفہ تیار ہو جاتا ہے تو اسکے متعلق رضی اللہ عنہ سے
ہے [illegible] عنہ اسکو حکم دیتے ہیں کہ جا آسمان میں [illegible] میں اسکے متعلق دیکھ چنانچہ
ہے [illegible] اللہ عنہ اسکو بھیجتے ہیں کہ جا لکھ [illegible] جو لکھا دیکھے تو بیان اسکا بعث سے یہ

ارسال و بعث وارد ہے جو اولیٰ بالقبول ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا احتمال ہے یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
تو فعل بالاستحسام اور یہ ہوا ہو بعث و ارسال وارد فرشتہ اور ہو۔ بہر حال وہ فرشتہ چار کلمات لکھنے کو
آتا ہے اور لکھتا ہے وہ اس کے عمل کو اور اس کی اجل کو یعنی وہ عمل خیر کرے گا یا شر کتنی مدت زندہ رہے گا
اور اس کے رزق کو اور اس کے شقی و سعید ہونے کو لکھتا ہے یعنی حلال رزق کھائے گا یا حرام تنگی کا
رزق ملے گا یا وسعت کا یہ ہے۔ شرح حدیث میں اشکال کیا سیاق کا تقاضہ تقدیم سعید استعمال کرنا چاہئے
تھا بجائے شقی و سعید کے اس سے شقاوت و سعادت مگر صورت نکتوں کی رعایت کا کیونکہ مقصود تمام
میں یہی الفاظ موجود ہیں۔ روایت سے پتہ نہیں چلتا کہاں ہوتی ہے اس کے اندر مختلف اقوال ہیں۔
(۱) حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس صحیفہ تقدیر میں لکھا جاتا ہے (۲) جنین کی دو شانوں کے درمیان
لکھا جاتا ہے۔ روایات بعض میں اور ما قبل میں تعارض ہو گیا اس کے لئے جواب دیئے گئے (۱) صحیفہ
میں آسمان پر لکھا گیا اور جنین کے درمیان زمین پر لکھا جاتا ہوگا یعنی اور وہ لکھا جاتا آسمان پر ہوگا
اور پھر زمین پر گویا دو کتابیں ہو گئیں۔ جواب ۲ جنین کے اعضاء سے ایک ہو یعنی بعض کا
صحیفہ میں اور بعض کا جنین کے درمیان۔ جواب ۳ یہ کہتے ہیں کہ صحیفہ میں لکھ کر گلے میں ڈال دیا
جاتا ہے۔ جواب ۴ کا تعلق پیشانی پر لکھا ہوتا ہے جواب ۵ لکھا جاتا ہے ورنہ اظہار علی الملائکہ ہے
جب یہ تمام کام ہو جاتے ہیں اور تقدیر کا مضمون ختم ہو گیا تو اب اس کے اندر روح پھونکی جاتی ہے
یہ ترتیب اس حدیث سے معلوم ہوتی لیکن حضرت حذیفہ کی حدیث جو مسلم میں وارد ہوئی ہے اس کے اندر
نفخ روح کو مقدم کر دیا کتابت تقدیر پر اور ... یعنی پہلے نفخ روح کو ذکر کیا اور اس کے بعد
ذریعہ کتابت تقدیر کا ذکر کیا لیکن حافظ عسقلانی نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کو ترجیح دی اور
فرمایا یہی اہم ہے جو ترتیب یہاں آتی ہے اور حذیفہ کی حدیث میں وارد ہے یہاں اس سے ترتیب جو
معلوم ہوتی ہے وہ راجح ہے اس کے بعد حضور نے فرمایا قسم ہے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی کہ تم میں سے بعض لوگ
تو جنت والے عمل کرتے ہیں اور جنت کے بہت قریب ہو جاتے ہیں مگر اس پر لکھا تقدیر کا غالب
آجاتا ہے اور جہنم والے عمل کر کے اور وہ جہنم رسید ہو جاتے ہیں (اللہم احفظنا منہ)۔
اور بعض سے لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ اعمال بد کرتے ہیں اور ~~جنت والوں جیسے عمل کرتے~~ ان کے اور جہنم
کے درمیان ایک ذراع کا فصل ہوتا ہے مگر ان پر لکھا تقدیر کا غالب آجاتا ہے اور وہ جنت والوں جیسے
عمل کر کے جنت میں چلے جاتے ہیں۔ اس حدیث کا مضمون مفصل ختم ہو گیا اس کے بعد اب چند
متعلقات کو غور سے سنئے۔ اس کے اندر اختلاف کیا تقدیر کے اندر تغیر و تبدیل ہوتا ہے یا نہیں؟
بعض شافعیہ کے نزدیک تغیر و تبدیل نہیں ہوتا اور بعض حنفیہ کے نزدیک تغیر و تبدیل ہوتا ہے۔

82 مخالفین کی مستدل یہ حدیث ہے کیونکہ اس کا اثر دخول جنت اور عدم دخول کو تقدیر پر معلق کر دیا گیا ۲۰/۲
ہے وہ عمل کرتا اور خواہ کیسے ہی کام کیا جاوے جو اس کی تقدیر میں ہے اور حنفیہ ان کا جواب یہ
ہیں شرح یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب مگر ابن حجر حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف
صحف ملکی سے ہوتا ہے نہ کہ علم حقیقی کا فرق ہے فیسبق علیہ الکتاب اس پر اعتراض ہوا کہ سبق
کا معنی علی نہیں ہوتا بغیر عمل کا تصور ہی ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے حقائق السنن میں اس کا جواب
تحریر فرمایا کہ یسبق علیہ کا معنی یہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اگرچہ جنتیوں کے اعمال کرے
لیکن اس کی تقدیر میں اگر جہنم ہے تو ان اعمال پر بھی سبقت کرے گی جب تقدیر غالب ہوگا
تو وہ برے عمل کرنے لگے گا اور پھر جہنم میں داخل ہو جائیگا چنانچہ ملا علی قاری یوں فرماتے
ہیں کہ بغیر اعمال کے کسی کو جنت یا جہنم میں داخل نہیں کیا جائیگا بلکہ اعمال کا اعتبار ہے
اس سے جبریہ اور قدریہ دونوں فرقوں کی تردید ہوگئی کیونکہ اس حدیث میں تقدیر کا عقیدہ کیا تو
ساتھ عمل پر جزا اور سزا کو بھی بیان فرمایا چنانچہ اول سے قدریہ کا اور ثانی سے جبریہ کا رد واضح
کیا ہے اور سنئے اس حدیث میں انسان کی تخلیق کو بیان کیا گیا ہے پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ
بنتا ہے اس پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالی تخلیق کو اتنا آہستہ آہستہ اور بتدریج کیوں کرتا ہے
اللہ تو قادر مطلق ہیں اور ارشاد انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون جب کسی کو پیدا کرنا چاہا ارادہ کیا
تو لفظ کن کہنے سے فوراً ہو جاتا ہے سو یہاں بھی لفظ کن کہہ دیتے تو بچہ پیدا ہو جاتا اتنا عرصہ پیٹ میں پیدا
ہوتا رہنے کی ضرورت نہ ہوتی جو جوابات عنایت فرمائے وہ چار ہیں سنئے بس

جواب¹ اگر ایکدم تمام جسم ایک ساتھ پیدا کر دیتے تو ماں کو مشقت ہوتی اور بوجھ ہوتا
جواب² اپنے احسان کو ظاہر فرمایا کہ تم ایک قطرہ ناپاک تھے ہم نے کیا سے کیا بنا دیا۔
جواب³ جب میں نے اول بار اس طرح تخلیق کی تو دوبارہ بھی قیامت میں اس پر قادر ہوں۔
جواب⁴ انسان کو سکھلا دیا کہ تم کو عجلت سے کام نہ لینا چاہئے کہ جس طرح تو تدریجی طور پیدا
کیا گیا اس طرح ہمیشہ تدریج سے کام لے یہ آخری کا جواب ملا علی قاری کا اور باقی علماء کرام کا
ہیں۔ واضح رہے کہ چونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر نطفہ کے پیدا فرمایا یہ اعتراض تو علیہ
نہیں ہوتا بلکہ اکثر پر ہے۔ نیز یہ حدیث تہدید و تحذیر پر مبنی ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر آخر ایسا
ہونا ٹھیک اور جب اچھے اعمال کرے گا تو حسن خاتمہ نصیب ہوگا ۔۱۲

83 عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد ل ۷
سہل بن سعد یہ صحابی ہیں ۹۱ھ یا ۸۸ھ میں وفات پائی اور جن صحابہ کا انتقال مدینہ پاک میں ہوا

83
۲۰/۷ ان میں سب سے آخری معنی ہی صحیح ہیں جو ذکر ہوئے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ایک بندہ عمل کرتا ہے اہل خیر کا عمل
اور حال یہ کہ وہ اہل جنت میں سے ہے لیعمل اسمیں چار مطالب بیان کئے گئے ہیں (۱) ظاہرا وہ عمل اہل نار
کا ہے (۲) صورۃً وہ عمل اہل نار کا ہے (۳) مخلوق کی نظروں میں وہ عمل اہل نار کا ہے (۴) ورنہ وہ
عمل اہل نار کا تھا جو نا قابل اصلاح ہے مگر اچھے عمل کئے تو یقینا جنت میں جائیگا۔ ان چاروں کو صدر علی قاری
نے بیان فرمایا ابن حجر نے فرمایا ان مطالب میں جو ایک مطلب صورۃً کا بیان کیا گیا وہ مؤکد ہوتا
۸ ہے اس حدیث سے یہ بھی جیسے اندر فیما یبدو للناس کی قید ہے انما الاعمال بالخواتیم الا عمرۃ
الاعمال بالخواتیم مختصر یہ کہ ظاہری حالت پر آدمی کو کوئی فخر نہ ہونا چاہئے اور نہ صالحین سے
بدظن ہونا چاہئے۔ ہمیشہ حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات باوجود ہمیشہ
اچھے اعمال وعبادت کرنے کے تقدیر کا غلبہ ہوجاتا ہے البتہ دعا کو اثر ہے تقدیر کے بدلنے
میں۔ ما قبل میں یعمل اہل النار کے چار مطلب بیان کئے گئے ہیں اسی طرح یعمل اہل الجنۃ وانہ من
اہل النار کے بھی چار مطالب اور ان کی تہذیب ہوتی ہیں یعنی ظاہرا کے بجائے باطنا۔ فی نظر الخلق کے بجائے
فی علم اللہ۔ صورۃً کے بجائے معنی۔ اور آخر کے بجائے آخرا فافہم

۸ عن عائشۃ قالت دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جنازۃ صبی الخ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین۔ حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں علماء نے کہا ہے کہ
تمام دین زندگی کا آدھا دینا ان پر موقوف ہے ۱۸ سال کی عمر تھی جب حضور انتقال فرما گئے فرماتی ہیں کہ ایک
۹ مرتبہ حضور کو ایک انصاری بچہ کے جنازہ پر بلائے گئے میں نے کہا یا رسول اللہ طوبی لھذا اس بچہ کیلئے
تو خوشی ہونی چاہئے۔ طوبی کے معنی عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہیں (۱) قرۃ عین (۲) خیر (۳) اچھی
بات (۴) شجرۃ من اشجار الجنۃ (۵) بزبان حبشہ زبان یا ہندی اردو زبان میں جنت کو بھی کہتے ہیں۔ عصفور
۹ من عصافیر الخ یہ مشہور پرندوں کی قسم ہے اس کی جمع عصافیر الخ اب یہاں تشبیہ کس چیز میں دی چڑیا
سے تو۔ بعض نے کہا کہ تشبیہ صغر میں ہے جس طرح وہ چڑیا چھوٹی سی ہوتی ہے ایسے ہی یہ بچہ بھی چھوٹا
سا ہے۔ بعض نے کہا کہ تشبیہ عدم مواخذہ میں ہے جس طرح چڑیا سے کوئی مواخذہ نہیں تھا ایسا
نہیں ہوگا تو اب بھی اس بچہ سے بھی کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ویسے اطفال مسلمین کے جنت میں جانے
۱۰ ہونے کے بارے میں بعض نے انکار کیا لیکن روایات سے معلوم ہوتا کہ جائز ہوگا لم یعمل السوء
ولم یدرکہ بعض علماء نے کہا کہ یہ دونوں جملے مترادف ہیں لیکن صدر علی قاری فرماتے ہیں کہ افادہ
بہتر ہے اعادہ سے پس دونوں کے معنی الگ الگ ہوں گے لم یعمل السوء کے معنی ہیں کہ اس نے کوئی برا عمل
نہیں کیا اور لم یدرکہ کا مطلب کہ لم یدرک زمان السوء کہ اس نے برے کام کرنے کا زمانہ بھی نہیں پایا۔

84 ۲۰/۱۰ حضرت عائشہ کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ او غیر ذلک اسکی اعراب او پر فتحہ ہوگا یا سکون اگر فتحہ ہے تو غیر منصوب ہوگا یا مرفوع اور عبارت یوں ہوگی اتعتقدین ہذا والحق غیر ذلک تو گویا واو عاطفہ اور ہمزہ استفہام کا بعد غیر ذلک مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے عبارت یوں ہوگی اتعتقدین ہذا و غیر ذلک اس صورت میں غیر منصوب ہے اور تعتقدین کا مفعول ہوگا۔ اور اگر واو کا سکون ہو تو یہ او تردیدیہ ہوگا اصل الحق ہذا او غیر ذلک یا او بل کے معنی میں ہوگا اور مقصود اس جواب سے حضور کا غرض ہے جنتی ہونے کا حکم لگانے سے فرمادیا البتہ کوئی فرق ہے کہ جو ابھی ابتدا میں اصحاب میں ہوتے ہیں اور یہ جواب اس وقت پہلے کا ہے جبکہ انکا جنتی ہونا مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے اور بعض کا دوزخی ہونا لکھ دیا جاتا ہے اس کے بعد اپنے نکیر فرمائی کہ اسکے دو جواب ہیں (۱) حضرت عائشہ نے بغیر کسی تحقیق کے فیصلہ فرمادیا تھا اسوجہ سے آپ نے نکیر فرمائی (۲) حضرت علی قاری فرماتے ہیں کہ جنتی یا جہنمی ہونے میں بچہ اپنے والدین کا تابع ہوتا ہے اور حضرت عائشہ نے اسکو جنتی فرمایا تو گویا یہ فرمایا کہ اسکے والدین پر بھی جنتی ہونے کا حکم لگایا اسوجہ سے منع و نکیر فرمائی۔ علماء اہل حدیث و فقہ سلفاً و خلفاً کا اجماع ہے کہ مسلمین کی اولاد جنت میں ہوگی اور اولاد مشرکین کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔

القول الاول:۔ انہم تحت المشیئۃ حماد بن زید۔ حماد بن سلمہ عبداللہ بن مبارک، امام مالک، اسحاق بن راہویہ

ثانی:۔ جہنم کے اندر ہوں گے جیسا کہ انکے والدین کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔

ثالث:۔ جنت میں ہوں گے اور مسلمانوں کے خادم بنائے جائیں گے

رابع:۔ نہ جنت میں نہ جہنم میں بلکہ عالم برزخ میں ہوں گے۔

خامس:۔ امتحان لیا جائیگا اگر کامیاب تو جنت میں ورنہ دوزخ میں۔

سادس:۔ خاک بنا دیا جائیگا اور مواخذہ وغیرہ کچھ نہیں ہوگا۔

سابع:۔ بعض کو بغیر تعیین کے جنت میں اور بعض کو بغیر تعیین کے دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

ثامن و تاسع:۔ التوقف اور الاسکات قال الحافظ والوقف فیہما برقتہ

حادی عشر:۔ کہا جائیگا کہ جہنم میں چلے جاؤ اگر وہ چلا جائیگا تو سمجھو کہ اسکے اندر قابلیت ایمان کا مادہ ہے جنت میں داخل کر دیا جائیگا اور اگر وہ دوزخ میں اور نہ جانے کا بہانہ بنایا تو فرمان کی مخالفت سے جہنم رسید کر دیا جائیگا۔ ابن حجر مکی نے فرمایا ارشبہ اور توقف اور اسکات بہتر کو کہتے ہیں علامہ انور شاہ علیہ الرحمہ نے بھی اسی کو ترجیح دی۔ اہل سنۃ والجماعۃ کے نزدیک اکثر یہی ہے کہ جنت میں جائیں گے

85 ۱۱ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد

حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہیں بچوں میں سب سے پہلے ہی

۲۰/۱۱ اسلام لائے چار سال کچھ ماہ حضور ﷺ کی حیات میں شہادت پائی۔ فرمایا نہیں ہے تم میں سے کوئی
مگر حال یہ کہ لکھ دیا گیا ہو اس کا ٹھکانہ جہنم سے اور اس کا ٹھکانہ جنت سے مقعدہ من النار
۱۲ ومقعدہ من الجنۃ اس واو میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ واو جمع کا ہے یا او کے معنی
میں ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ او کے معنی میں ہے۔ ملا علی قاری اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ
ظاہر ہے واو اپنے معنی میں معلوم ہوتا ہے لیکن سیاق میں چونکہ آپ نے تفصیل فرمادی جیسا تقاضہ ہے کہ
یہ واو بمعنی او ہے اور تردید کا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اکثر روایات
میں واو ہے نیز اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسمیں فرمایا ہے کہ ہر شخص کے دو دو
ٹھکانے ہیں۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ہر مومن کو ایک یہودی اور ایک نصرانی
دیا جائیگا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے گویا اس کا ایک ٹھکانہ جہنم میں تھا جسمیں یہودی اور
نصرانی کو اسمیں داخل کر دیا جائیگا اور یہی مضامین روایات اس قسم کی ہیں لیکن چونکہ بعض روایات
اور نیز محی السنہ علامہ بغوی کی کتاب میں او کی جگہ واو ہے جس سے احتمال ہو گیا اشتباہ کا کہ یہ واو
بھی او کے معنی میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے او کے متعلق فرمایا کہ جن روایات میں او ہے
وہ تنویع کیلئے ہے تردید کیلئے نہیں ہے اور جن روایات میں واو آیا ہے انکے نقل کرنیکا مقصد بتانا
ہے کہ ان روایات سے یہ نتیجہ کہ یہ او بھی واو کے معنی میں ہے۔ حضرت الشیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ
کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ یہ واو اپنے معنی میں ہے قالوا یا رسول اللہ الخ صحابہ نے عرض کیا کہ جب
جنت و جہنم کا ٹھکانہ پہلے ہی سے متعین ہے تو ہم عمل کرنے کی مشقت کا کیا فائدہ ہوگا تو وہی جو مقدر میں
ہے۔ جن صحابہ نے یہ سوال کیا تھا وہ بہتوں میں ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر
بن عبد اللہ، حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جواب کا خلاصہ یہ کہ اعمال میں کوئی مشقت نہیں کیونکہ آدمی اگر سعادۃ میں سے ہے تو اس پر اچھے
اعمال کو اللہ تعالیٰ آسان فرما دیتے ہیں اور اگر اہل شقاوۃ میں سے ہے تو اس پر عمل شقاوۃ کو آسان کر دیا
جاتا ہے۔ یہ جواب اسلوب حکیم کا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں ایک شان ربوبیت
اور ایک شان عبودیت۔ اول کا تعلق تقدیر سے ہے کہ رب ہونے کی شان کا اقتضا ہے جو چاہے مقدر
فرما دے اور ثانی کا تعلق انسان سے ہے کہ تقدیر سے کچھ نہیں لینا ہے جو حکم ہے اسکی تابعداری
ضروری ہے بندہ ہونے کی شان کو تم اپناؤ اور اختیار کرو السعادۃ الخ شیخ ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ اصل سعادت الامور الا ہیئتہ للخیر۔ سعادۃ کی تین قسمیں سعادۃ قلبیہ، بدنیہ
خارجیہ۔ سعادۃ قلبیہ جیسے کشف و الہام کا ہونا علوم کا وارد ہونا قلب پر۔ سعادۃ بدنیہ

85 جب اس قدر فراخی ۔ خوب قوت والا ہو گیا جیسے کہ خوب تندرست ہوتا ہے ۔ سعادۃ کا مرتبہ جیسا کہ اعمال ۲۰/۱۴
اور افعال کا ہونا ۔ اسی بنا پر دونوں کا ذکر ہوا ۔ مشکوٰۃ میں حضورؐ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی فاما
من اعطی واتقی وصدق بالحسنی امام سیوطی نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے حسنی سے مراد جنت
ہے بعض نے کہا اس سے مراد کلمہ توحید ہے فسنیسرہ للیسری یسری کی تفسیر علماء نے اچھے کام ۱۴
کی توفیق ہونا کی ہے ۔ حضورؐ نے اس آیت شریف کو اپنے جواب کے مضمون کی تصدیق کے لئے تلاوت
فرمایا کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اچھے کام کرتا رہا اور حقوق ادا کئے اور کلمہ توحید کی تصدیق کی
اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اچھے کام کی توفیق میں اس کے لئے آسانی فرمائیں گے اور جو شخص
بخل اور بے پرواہی اور کلمہ کی تکذیب کرتا رہا تو اس کو برے کام کی توفیق میں آسانی دے دیں گے اور
یہی مضمون حدیث شریف کا ہے ۔ ترجمہ حدیث ۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا
تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ لکھ دیا گیا ہو اس کا ٹھکانا جہنم سے اور جنت سے ۔ صحابہ نے عرض
کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم بھروسہ نہ کریں اپنے مقدر پر اور چھوڑ دیں عمل کو ۔ آپ نے فرمایا
عمل کرو ہر شخص آسان کر دیا گیا اس عمل کے لئے جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا پس جو اہل سعادۃ
میں سے ہے پس عنقریب آسان کر دیا جائے گا وہ عمل سعادۃ کے لئے الخ (اعمال اہل الشقاوۃ الا تخبیر)

86 عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله کتب علی ابن ۱۵
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لکھ دیا ہے
ابن آدم کا ایک حصہ زنا سے جس کو وہ لا محالہ پاتا ہے کتب یعنی مقدر یا اثر لکھا گیا ہے
علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ کتب کا معنی اثبات کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر شخص میں شہوت کو
پیدا اور ان کا مقابلہ کیا اور اس کے مختلف مظاہر ہیں ۔ اس کے اور اختلاف کی بنا پر یہ حکم تمام کے لئے
ہے کہ سب کے مقدر میں زنا لکھ دیا گیا یا یہ حکم خاص ہے بعض علماء اور عام شراح حدیث نے اس
حکم کو عام قرار دیا ہر شخص کے مقدر میں زنا کا حصہ لکھا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو اس سے
حفاظت فرماتے ہیں جس کو انبیاء کرام کے بارے میں عصمت کہا جاتا ہے اور صوفیاء کے بارے میں حفاظت
سے تعبیر کیا جاتا ہے انبیاء معصوم ہیں اور صوفیاء محفوظ ہیں ۔ شیخ عبد الحقؒ
فرماتے ہیں کہ ابن آدم سے مراد جنس آدم ہے اور مطلب یہ ہے کہ زنا ہر شخص اور ہر فرد کا مقدر نہیں ہے
لکھا گیا بلکہ بعض کے متعلق لکھا گیا ہے اور بعض کے متعلق نہیں ۔ فرق دونوں قول میں یہ ہوا کہ پہلے
قول کے اعتبار سے حکم عام تھا بعد میں تخصیص ہو گئی اور دوسرے قول کے اعتبار سے حکم پہلے سے
ہی خاص ہے حظہ یعنی ذلک الحظ من الزنا یہ حال ہے ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ زنا کو

٢٠/١٥ دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی۔ اول تو یہ جیسا فرج کا ذریعہ زنا کیا جاتا ہے اور دوسرے جیسا زنا 86
کے مقدمات کو اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مقدمات کو زنا اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ
١٦ مقدمہ شئی بعینہٖ شئی کے حکم میں ہوتا ہے والنفس تمنى وتشتهى یہاں اگر اسلوب بدل دیا
جائے یعنی بجائے یہ فرمانے کے کہ و زنا النفس التشہی والتمنی دوسرے طریقہ سے تعبیر کیا کیونکہ یہی اصل اصول ہے
١٧ والفرج يصدق ذلك ذلک کا اشارہ الیہ بعض نے تاکید شہد یا اور مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا زنا
ویکذبہ زنا کا وقوع فرج سے ہے فرج کا زنا ہو اگر فرج سے زنا کر لیا تو گویا آنکھ نے بھی زنا کیا۔
حتی حذر منه المفاتیح شرح مصابیح فرماتے ہیں کہ یہ تمام مقدمات ہیں جو صغائر کے حکم میں ہیں
لیکن جب فرج سے زنا کر لیا تو یہ صغائر کبائر سے بدل جاتے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں
کہ ذلک کا اشارہ الیہ تمنی ہے اگر آدمی فرج سے زنا کر لے تو گویا اس نے تمنی کی تصدیق کر دی
یعنی یہ زنا مطابق ہو گیا تمنی کے بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ اگر فرج میں حرکت ہو تو اس
صورت میں آنکھ وغیرہ کا زنا بھی معتبر ہوگا لیکن اگر فرج وغیرہ میں کوئی حرکت نہیں تو آنکھ کا
دیکھنا یہ زنا میں شمار نہ ہوگا۔ آگے جو پہلے کی روایت ہے وہ کتاب مفہوم و شرح مفید ہی ہے۔
٢٠ وعن عمران بن حصين ان رجلين من مزينة قالا يا رسول الله الخ 87
حضرت عمران بن حصین اصحابہ میں سے ہیں آپ سے بہت سی روایات منقول ہیں آپ فرماتے ہیں کہ
٢٠ قبیلہ مزینہ سے دو آدمی حضور کے پاس آئے اور دونوں نے کہا ارأيت ما يعمل الناس یہاں
ارأیت اخبرنی کے معنی میں ہے کیونکہ رویت سبب ہے اخبار کا اور مقصود ان دونوں کے سوال کا
یہ تھا کہ لوگ جو عمل کرتے ہیں کیا وہ تقدیر سابق کی بنا پر کرتے ہیں یعنی پہلے سے ان کی تقدیر میں
لکھا جا چکا ہے یا جیسا کہ لوگوں کا مذہب ہے استقبال والا ارادہ کرتے ہیں تو جیسا ہی وہ کرتا ہے
٢١ تقدیر کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ تقدیر سے۔ استفہام شئی من قدر
قد سبق میں من ابتدائیہ ہے یا بیانیہ ہے یا تبعیضیہ ہے۔ ابتدائیہ کی صورت میں مطلب ہوگا کہ
وہ ایسی شئی ہے جس کی ابتداء تقدیر کی جانب سے ہوئی ہے اور بیانیہ کی صورت میں یہ بیان ہوگا
شئی کا۔ اور تبعیضیہ کی صورت میں مطلب ہوگا کہ تقدیر بوجہ سبب ان اعمال کے ہیں اور اعمال کا
سبب تقدیر ہے او فيما يستقبلون سید جمال الدین جو شارح مشکوٰۃ کے ہیں وہ اس کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ مشکوٰۃ میں یہ صیغہ معروف کا لکھا ہے اور مسلم شریف میں صیغہ مجہول کا لکھا
گیا ہے یستقبلون یہاں نسخہ ادب ہو ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں لفظ امر واقع ہے
بہر حال خواہ آنحضرت ہو یا او ہو کیونکہ ہر صورت میں مطلب تعیین احدہما کا ہے اور حضور نے

87 سیاق تعیین کا لفظ لاکر یہ جواب دیا تو سوال و جواب میں مطابقت نہ رہی رہتا جواب ۲۰
حضرت ابو الاسود نے ظاہر سوال کا یہ جواب دیا کہ اگر یہ لفظ اس سے ہو تو یہ بول کا معنی میں ہے کہ اس اس میں یا یستقبلون ۲۱
تو گویا حضرت نے اپنے مقدم میں اظہار کیا کہ پہلے پوچھا کہ آیا اعمال تقدیر سابق کے موجب ہیں اور
پھر اظہار اس کا عرض کیا یہ سوال کیا کہ یا بغیر تقدیر کے وہ خود اپنے ارادہ سے کرتا ہے یا تو
حضرت نے لفظ لا کہ کر یہ دوسرا اظہار کی نفی فرمادی اور اس کے لفظ آدم ہو جب اور اس کی
جو تردید کی تو میں اس سے اس کی اپنے نفی فرمائی اس کو جو بیان اور دونوں شکل ہوا ہے اب یہ
شکر سبب کو تقدیر کی جانب سے ہوتا ہے پھر آپ نے اپنے اس جواب کی تائید میں آیت پیش فرمائی
ونفس وما سواها فالهمها فجورها آیت جماعت مفسرین محدثین کی ہے اور ایک جماعت ۲۲
مفسرین متکلمین کی ہے اول جماعت دونوں میں ایک بعض نے کہا کہ نفس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں یا
اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ نفس اس عام سے ہر شخص مراد ہو سکتا ہے اور دوسری جماعت
اور ائمہ ہیں جیسے امام رازی ان کا ہے کہ نفس سے مراد قوت مدبرہ ہے اسی وجہ سے مفسرین
نے تسویہ کا معنی اعضاء و جوارح کا درست کرنا بیان کیا اور مفسرین متکلمین نے تسویہ کا معنی بیان
فرمایا کہ علوم کی قوتوں کا حاصل ہونا اب یہ اس آیت سے تصدیق کیسے ہوئی اور تائید کیونکر ہوئی
رہتا جواب یہ ہے کہ آیت میں لفظ الہم ماضی کا صیغہ ہے جس طرح قضی علیہم فجورها کا القاء و
الہام وغیرہ زمانہ ماضی میں ہوا اور زمانہ ماضی زمانہ ازل ہے تو معلوم ہوا کہ ازل ہی سے
اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب پر اور نفوس پر فجور کا القاء فرمایا ہے تو گویا تمام چیزیں تقدیر سابق
کی ہی وجہ سے ہیں حدیث پاک کی تائید ہو گئی ۔ اب حدیث پاک کا ترجمہ سنئے ۔

ترجمہ : حضرت عمران نے ابو الاسود دؤلی سے کہا کہ دو آدمی قبیلہ مزینہ کے آئے یا رسول اللہ خبر دیجئے
ہمکو جو کام آج لوگ کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں اس میں کیا یہ کوئی ایسی شئی ہے جس کا فیصلہ کیا
گیا ہے ان لوگوں پر اور جاری ہو چکی ہے وہ شئی ان میں تقدیر سابق کی وجہ سے یا یہ ان
چیزوں میں سے ہے جس کا وہ خود ارادہ و استقبال کرتے ہیں ان اعمال میں جن کو ان کے نبی لائے
اور ان پر دلیل قائم ہوتی ہے ۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ایسی شئی ہے جس کا فیصلہ کیا گیا ہے ان پر
اور جاری ہو چکی ان میں اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے اور دیکھا جائے بعد تلاوت فرمائی
اور دیکھا گیا اس کو مسلم نے اس لفظ سے پر حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا خاتمہ ہوا اور ملتقی کا قول پر ہوا پایا گیا

88 عن ابی هریرة قال قلت یا رسول الله انی رجل شاب وانا اخاف ان ۲۳
العنت سے مراد زنا ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی مشقت کے ہیں اور زنا سبب ہے مشقت دینی کا ہے ۲۴

کی تصدیق جاری ہوا اتمام صحیح مسلم کتاب مسلم ۔ شعبان ۔ [illegible] ۱۳۱۱ھ

۲۰/۲۲ اور دین کا بھی اسے دنیا میں ضرر و حرج اور آخرت میں عذاب میں مبتلا کیا ہے مگر یہاں صراحت
زنا کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا کیونکہ یہ لفظ کریہہ ہے اور اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ ایسی چیزوں کو
صاف صاف ذکر نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اشارۃ کنایۃ ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ نے حضور
اکرم سے عرض کیا کہ میں جوان آدمی ہوں لہذا مجھے اندیشہ زنا کا خوف کرتا ہوں اور خود تو نکاح پر بھی
استطاعت نہیں۔ شارحین نے اعتراض کیا کہ نکاح پر قدرت نہ تھی تو باندی تو رکھ سکتے تھے پھر خود ہی اس کا
۲۳ جواب دیا کہ جیسا کہ نکاح پر قدرت نہ تھی تو جاریہ بھی خرید نہیں سکتے تھے کما فی لیستاذنہ سنن بیہقی میں
اس عبارت کا اور اضافہ ہے فاذن لی اختصی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری میں مگر یہ
جملہ نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محیی السنہ نے اپنی سند سے اس کو نقل کیا اور کسی راویوں میں سے
۲۴ کسی نے یہ تفسیر کے طور پر زائد کر دیا ہوگا قال فسکت عنی راوی کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنا حال
بیان کیا تو حضور نے سکوت فرمایا۔ ایسا کیوں کہ آپ نے کوئی ایسا جواب کیوں نہ دیا جس سے تسلی ہوتی کوئی
تدبیر بتا دیا یا ارشاد جواب دیا کہ چونکہ انہوں نے سوال کیا تھا میں اپنے خصیتین نکلوا دوں اور یہ تبدیل
خلق اللہ کا معاملہ ہے اس وجہ سے غالباً آپ نے سکوت فرمایا لیکن حضرت ابوہریرہ یہ سمجھے کہ آپ کسی کام
میں مشغول ہیں اس وجہ سے دوبارہ دریافت کیا مگر آپ نے سکوت فرمایا حضرت ابوہریرہ پھر یہ
سمجھے کہ ابھی کام زیادہ ہے اس وجہ سے سہ بارہ سوال کیا جب بھی اور چونکہ خوف بھی زیادہ غالب تھا
حضرت ابوہریرہ پر اس وجہ سے اور بھی پریشان اور خوف کا غلبہ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کام میں تاکید فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اس سبب سے فرمانا
۲۵ بھی ضروری ہو جاتی تھی جب تین مرتبہ سوال ہو چکا تو آپ نے جواب فرمایا جف القلم بما انت لاق
کہ قلم خشک ہو گیا لکھ کر اس چیز کو جس سے تم ملاقات کرنے والے ہو یعنی اختصا کرنا یا باوجود شہوت کے
جماع کا چھوڑ دینا۔ جف القلم کا مطلب علم ازلی اور تقدیر لکھی جا چکی ہے کہ کیا ہونا ہے اسباب تو محض
اسباب ہیں تقدیر میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ الاختصاء ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ خصیتین
کو نکالدینا لیکن مجازاً اس کا اطلاق ذکر کے کاٹنے پر بھی آتا ہے فاختص علی ذلک علی
۲۶ ذلک متعلق ہے ایک مقدر کا اور یہ حال ہے اختص کی ضمیر سے ای حال کونک عالما علی ذلک
یا حال استقرارک علی ذلک ای العلم۔ اصل نسخہ بخاری میں لفظ اختص اور ترک [illegible] اختیار ہے
اور صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں بغیر واو کے ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ واو کی زیادتی
تصحیف ہے لیکن اگر اختص کے بعد واو والی روایت کو مان لیا جائے تو مطلب ہوگا اور اس تقدیر
پر خصی ہوا اور اگر اس کا ادا [illegible] چھوڑ دے اور [illegible] اور اگر یہ مطلب یہ بھی

88 ہو سکتا ہے اور توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مانا جائے کہ یہ لازمی معنی میں ہے مطلب ہوگا کہ اس تقدیر پر کہ اللہ ۲۰/۲۶
کے ارادہ میں اصبعین کو مجوزاً علاقہ ظاہر فرماتے ہیں کہ ابراز تسویہ کا نام ہے یعنی مثل اصبعین
کے دو انگشت کے ان کا برابر ہے اور آپ نے جو مثل اصبعین کا اجازت دی ہے وہ ظاہر ہے جیسے
فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر الخ

89 وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب الخ ۲۶
عمرو رضی اللہ عنہ علی القاری فرماتے ہیں کہ قلوب جمع کا صیغہ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا اس قسم میں تمام
انبیاء و صلحاء داخل ہیں اور تمام اعضاء میں صرف قلب کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہے کہ
یہ محل ایمان کا اور اعمال و خیالات حسنہ و سیئہ کا۔

عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ تمام انسانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے
دو انگلیوں کے درمیان قلب واحد کی طرح ہیں من اصابع الرحمن کا قول میں معلوم ہوتا ہے ۲۷
کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے منزہ ہیں اس لئے اس قسم کی احادیث و آیات میں صحابہ کے دو مذہب
رہے ہیں ایک مذہب اسلاف کا ہے دوسرا مذہب متأولین۔ چنانچہ یہاں تاویل یہ ہے کہ اصبعین
سے مراد قبضہ و قدرت لیا ہے۔ مطلب عرض یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بسیط ہے اور اس کی تعبیر
کیا صیغہ تثنیہ سے یہ اس کی کیا وجہ ہے؟ رہا جواب امام نووی و بیہقی نے دیا کہ آپ کی
خطاب اہل عرب سے تھا وہ روز مرہ کے پابند ہوتے تھے اور عرب میں تثنیہ سے تو تعدد کو تعبیر کیا جاتا
ہے اس وجہ سے آپ نے ایسا فرمایا۔ بعض نے کہا کہ اصبعین سے دو صفتیں ایک جلال اور ایک
جمال مراد ہیں یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفتوں کے درمیان ہے اگر صفت جمال متوجہ ہو
تو بخشش ہو جاتی ہے اور اگر صفت جلال متوجہ ہو تو گرفتار عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بعض
نے کہا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نافع و ضار ہونا مراد ہے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسان نفع و نقصان
کے درمیان ہے جسکو اللہ چاہیں نفع پہنچا دیں اور جسکو چاہیں نقصان میں ڈال دیں۔
بعض نے کہا کہ ان دو سے دو اثر مراد ہیں ایک فضل اور ایک عدل جس پر فضل متوجہ ہو تو اس کو
معاف فرما دیتے ہیں اور جس پر عدل کا معاملہ کریں تو اس کو اس کے گناہ کا بدلہ دیتے ہیں۔ ایک
روایت میں بجائے اصابع کے اصابع اللہ ہے رہا یہ جواب راویوں کی جانب سے تو ہے
جو آیا حضور کی شان بڑا لحسن اور دوسرے نسخہ میں بر اللہ فرمایا ہوگا۔ روایت کہ کقلب واحد
سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ وہ تمام قلوب کقلب واحد نہیں ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ کا قبضہ اس پر شامل ہے
جانتے اللہ اس پر بھی قادر ہیں کہ تمام مخلوق کے قلب پر ایک امر کریں آن میں تصرف کر سکتے ہیں

89 ہیں اگر قلب واحد ہے تو کیا فرق ہے؟ جواب یہ تو کہا جائے گا اعتبار ہے یا کلام فرمایا جو کلمہ تھا کہا کہ ۲۱/۱
نہ دیکھا اور کہا قلب یہ نہیں کہ سارے کے اسم جنس و فرد دیا یعنی فرد اس کی ضمیر یا تو راجع ہے قلب
واحد کی طرف یا راجع ہے قلوب بنی آدم کی طرف اور مصرف القلوب میں قلوب بہ جنس قلب اور ہیں تو
افراد و جمع کا اعتراض باقی نہ رہا ہے صرف قلوبنا علی طاعتک اعتراض ہوگا کہ انوار کا ۲
حمل علی نہیں آتا جواب یہ ہے کہ یہ جو علی حاملہ ہے تعلیلہ حروف ایک دوسرے کا قائم مقام ہوتے ہیں یہاں
یہاں علی سے مراد الیٰ ہے۔ جواب نعمین کا رشتہ اور حروف کو تشبیہ کے معنی میں لینا چنانچہ اس کی
تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کا لفظ و ورد ثابت واقع ہوا ہے حدیث احادیث
صفات میں سے ہے حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں امام احمد سے نقل فرمایا کہ احادیث
صفات میں تاویل جائز نہیں لیکن تین حدیثوں میں اول یہی حدیث اصابع ہے کہ مراد
قبضہ و قدرت ہے دوم الحجر الاسود یمین اللہ کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے اس سے مراد
ستر و شرف و اکرام ہے سوم یہ حدیث ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا کی طرف الی الیمین
انی لاجد نفس الرحمن صحیفا و اشار الی الیمین نفس سے یہاں رحمت خاصہ مراد ہے

90 عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مولود یولد الا ۱
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی بچہ مگر یہ کہ پیدا ہوتا
وہ فطرت پر یعنی اسلام پر ما من مولود جمہور کا مذہب ہے حدیث اور تمام علماء کا اجماع ہے یہاں یہ
حکم عام ہے یعنی وہ بچہ خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا۔ حافظ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے حکم خاص ہے
صرف ان بچوں کے لئے ہے جو پیدا ہوں اور مومنوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہوں لیکن اس قول کے متعلق ابن حجر
فرماتے ہیں کہ یہ مردود ہے اور چند دلائل اس کی تردید میں پیش کئے ہیں (۱) موصول کرہ تحت النفی ہے بنا بر
عموم ہی ہے فائدہ دیگا (۲) صحیح مسلم کی روایت میں من مولود آیا ہے جس سے حرف نفی کا تحت میں ہو (۳) ابن
عبد البر نے کہا روایت نقل کی ہے ہر کل بنی آدم سے جس سے صرف تعمیم سمجھ آتی ہے
اس کے متعلق دو قول ہیں جو بہت زیادہ مشہور ہیں اگرچہ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مگر دو مشہور ہیں
القول الاول:۔ فطرۃ سے مراد اسلام ہے یہ قول ہے امام احمد کا اور اکثر اسلاف امام ابن عبد البر امام زہری
ابن تیمیہ ابن قیم علامہ عینی ملا علی قاری اور خود بخاری میں بھی اسی طرح منقول ہے یہاں اسلام مراد ہے
القول الثانی:۔ قبولیت اسلام اور حق و باطل میں امتیاز کی استعداد مراد ہے یہ علامہ نظیر احمد
توربشتی وغیرہ کا مذہب ہے اور یہ قول چند وجوہ سے راجح ہے کہ جن میں ہم نے لکھا ہے
وجہ الاول:۔ قرآن پاک میں آتا ہے لا تبدیل لخلق اللہ اگر یہاں فطرۃ سے اسلام مراد لیا جائے تو

جو جو اب ہوا ہے کافر یا یہودی یا نصرانی ہوا تو [illegible] وہ مسلمان پیدا ہوا تھا اور اب وہ مرتد ہو گیا تو قرآن [illegible] کا [illegible] ضروری ہوگا - الوجہ الثانی - بخاری میں حدیث حضرت موسیٰ اور حضرت خضر [illegible] میں ہے کہ خضر نے جس بچہ کو قتل کیا وہ کافر تھا پیدا ہوتے ہی [illegible] سے [illegible] معلوم ہوا کہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا نہیں ہوا - الوجہ الثالث - [illegible] میں اسلام [illegible] حضرت علی [illegible] ان کی [illegible] کا کیا فیصلہ [illegible] فطرت اسلام پر پیدا ہوئے تھے - الوجہ الرابع - اگر کوئی یہودی یا کافر یا نصرانی [illegible] تو اس کا وارث ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بچہ مسلمان ہے اور مسلمان کا وارث غیر مسلمان نہیں ہو سکتا [illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] اسلام مراد نہیں ہے بلکہ استعداد اسلام ہے [illegible] اگر [illegible] اسلام [illegible] اس [illegible] حاصل [illegible] ہے - حضرت شیخ [illegible] استعداد [illegible] ہے لیکن حضرت [illegible] بیان اسلام مراد ہے [illegible] اول قول [illegible] دلیل [illegible]

دلیل اول - ابن جریر [illegible] کا کلام [illegible] فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا میں فطرت سے اسلام مراد ہے اور [illegible] ہے وہی مراد ہے - دلیل ثانی - ابن جریر [illegible] صحیح مسلم میں [illegible] اللہ [illegible] تمام [illegible] حنفاء پیدا کیا تھا شیطان نے [illegible] گمراہ کر دیا - دلیل ثالث - حافظ ابن جریر [illegible] حنفاء [illegible] مسلمین [illegible] سے دعوی اقوی ہو گیا - دلیل رابع - امام [illegible] سے نقل کیا [illegible] فطرت سے [illegible] عہد الست ہے [illegible] الست [illegible] کا اقرار کر دیا تو معلوم ہوا تمام مسلمان تھے [illegible] عہد الست [illegible] معلوم ہوا [illegible] فطرت سے اسلام مراد ہے - [illegible] میں ایک دلیل حضرت خضر کا [illegible] قتل کر [illegible] جواب [illegible] جواب [illegible] عالم دو ہیں ایک عالم الغیب اور ایک عالم الملک [illegible] کا تعلق جس [illegible] خضر نے [illegible] قتل کر [illegible] عالم الملک [illegible] ہے [illegible] دلیل [illegible] جواب دیا [illegible]

القول الثالث - فطرت سے مراد انجام سعادت و شقاوت ہے اگر اللہ [illegible] میں تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے ورنہ کافر [illegible] یہ قول عبداللہ بن مبارک کا ہے -

القول الرابع - فطرت سے مراد [illegible] عہد الست میں [illegible] اقرار کیا تھا [illegible] ہو گیا تھا -

۲۱/۱ القول الخامس: حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ فطرت سے مراد خلقت وہ سادہ پیدائش ہے جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے نہ مومن ۹۵
اور نہ کافر۔ پس حافظ ابن حجر نے اس پر اعتراض کیا کہ جب وہ بالکل سادہ پیدا ہوتا ہے تو پھر حضور ﷺ ادیان
باطلہ کی صورت میں ابوین کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ یہودیانہ، نصرانیہ بلکہ اسلام پر ہونا نہیں فرماتے جو کہ سادہ
پیدا ہونا بہتر ہے خواہ وہ مومن ہو یا یہودی یا نصرانی بنا دیا جائے۔ کما تنتج البھیمۃ
یہ مثال واضح ہے یہودی ہونا کی تغییر ہے اسلام پر مولود ہونے اور جب اس کا تغییر نہ ہو تو تشبیہ ہو مجہول
دونوں کا مفہوم منحصر ہے اور یہاں حضور ﷺ نے فطرۃ کی تشبیہ دی ہے تو تشبیہ دال ہے تمام الخلقۃ ہونا
میں کہ جس طرح بہیمہ جمعاء پیدا ہوتا ہے تو وہ کامل الاعضاء تام الخلقۃ اسی طرح فطرت پر پیدا ہونے والا
بھی کامل ہوتا ہے وہ صرف مسلم ہو کر پیدا ہونا ہوتا ہے اسلام مراد ہے کیونکہ حقیقۃً کمال اسی میں ہے
فطرۃ اللہ التی فطر الخ یہ حضور کا قول نہیں بلکہ صحابی نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے لا تبدیل کو
بعض نے خبر کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے کہا ہے انشاء ہے لیکن اول انسب معنی میں ہے ای لا تبدیل
لخلق اللہ گویا خبر بمعنی النہی ہے —

۳ عن ابی موسیٰ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات الخ ۹۱
۴ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ قام فینا اور بخمس کلمات ان دونوں میں تین احتمالات ہیں
(۱) احتمال یہ ہے کہ دونوں حال قرار دئے جائیں یا متداخل ہوں اور عبارت یوں ہو گی خطیبا فینا متذکرا بخمس کلمات
حال مترادفہ کی صورت میں ان دونوں کا ذوالحال رسول اللہ ہوگا اور متداخل کی صورت میں
خطیبا کا ذوالحال رسول اللہ اور متذکرا کا ذوالحال خطیبا کی ضمیر ہوگی —
(۲) احتمال فینا متعلق ہے قام کے اور بخمس کلمات متذکرا کے متعلق ہو کر حال ہوگا رسول اللہ سے اور
اس صورت میں قام خطیبا کے معنی میں ہوگا۔ (۳) احتمال بخمس کلمات متعلق ہے قام کے اور فینا کا
مطلب ہے فی حقنا اور اس صورت میں قام کا معنی تشمر کا ہوگا۔ علامہ توربشتی فرماتے
ہیں کہ کلمات سے مراد جملے مفیدہ ہیں کیونکہ کلمہ نحوی مفید معنی نہیں ہوتا تو لازم آئے گا کہ
حضور ﷺ کے کلمات بھی مفید نہ ہوں حالانکہ یہ مفید معنی ہیں لہذا کلمات سے مراد یہاں جملہ مفیدہ ہے
اور جملہ پر کلمہ کا اطلاق عرب کی عادت ہے جیسا کہ کلمۃ الشہادۃ کہتے ہیں اور وہ پانچ کلمات یہ ہیں (۱) ان اللہ لا ینام
(۲) ولا ینبغی لہ ان ینام (۳) یخفض القسط ویرفعہ (۴) یرفع الیہ عمل اللیل (۵) حجابہ النور الخ۔
علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ان اللہ لا ینام سے نوم کی نفی فرمائی لیکن ممکن تھا کہ اس سے کوئی یہ شبہ کرتا
کہ گو خدا کو نیند نہیں آتی لیکن نوم اللہ کے حق میں ممکن ہے تو اس شبہ کی نفی لا ینبغی لہ سے
کر دی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے نوم محدود ہے ممکن و ناسب نہیں (۱) عدم

91.

۳/۴ الموت یعنی نوم موت کا بھائی ہے اور موت کا طاری ہونا نیند کا طاری ہونا ہے جیسا کہ نوم کا طاری ہونا بھی
نقصان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں ۔ (۲) نوم سے مراد قوت کا ختم ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ ان اشیاء
سے منزہ ہیں ۔ (۳) امام نووی فرماتے ہیں کہ نوم طبیعت کا کسل اور نقصان کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ
۵ چیزیں یعنی کسل و نقصان سے اللہ تعالیٰ منزہ ہیں ۔ القسط امام ابو محمد ابن قتیبہ فرماتے ہیں
کہ یہاں قسط سے مراد میزان ہے کیونکہ قسط کے معنی لغت میں عدل کے ہیں اور میزان ذریعہ ہے
عدل کا ۔ اسی لئے اس کو بھی میزان مراد ہے بعض نے کہا کہ اس سے میزان اعمال مراد ہے اور بعض نے کہا
اس سے میزان الارزاق مراد ہے ۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا وزن اللہ رب العزت بعض کے
حق میں ہلکا دیتے ہیں اور بعض کے حق میں جھکا دیتے ہیں ۔ اور ثانی صورت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو
رزق زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم کرتا ہیں ۔ علامہ تورپشتی اور علامہ [illegible] قاضی عیاض فرماتے ہیں
قسط سے مراد رزق ہے کیونکہ قسط کے معنی حصہ کے ہیں اور رزق بھی ہر ایک کا متعین حصہ ہوتا ہے
امام تورپشتی فرماتے ہیں کہ قسط سے مراد میزان لینا اولیٰ ہے کیونکہ اسکی تائید آئندہ حدیث سے
ہو رہی ہے جس کے اندر ہے بیدہ المیزان ۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد عدل ہے یعنی رب نے اپنے
بندوں میں عدل رکھا ہیں اور اس صورت میں اسکو اللہ علیہ السلام سے [illegible] مناسبت ہو جاتی ہے
کیونکہ جو شخص عدل کو اپنا شعار بنا لیتے وہ سو گیا ہیں ۔ اسلئے اگر وہ سو گیا تو عدل بھی سو گیا
خیانت پھیل جاتا ہے گویا کہ ایسے جو عادل بادشاہ ہوتا ہیں وہ ملک کے تمام راتوں کو اپنا حصہ بنا
کر اپنی مملکت میں پہرہ کرتا ہے اور اللہ رب العزت چونکہ تمام عالم میں عدل کو جاری کیا
وہ کیسے سوسکتا ہے بہر حال حاصل یہ ہے کہ مذکورہ حدیث پاک میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائی
(۱) اللہ سبحانہ منزہ ہیں (۲) ان کے لئے نوم مناسب بھی نہیں ہیں (۳) عدل کو قائم کرتا ہیں (۴) چوتھی چیز
۶ آگے بیان فرمائی ہے اور ~~[illegible]~~ یرفع الیہ عمل اللیل الخ کا مطلب یہ دو ہیں ۔ اول یہ کہ دن
کے اعمال شروع ہونے سے پہلے رات کے اعمال کو پیش کئے جاتے ہیں ۔ دوم دن کے اعمال اٹھانے جانے سے
قبل رات کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں ۔ اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دونوں اعمالوں کو پیش کرنے
میں [illegible] نہیں کرتے ۔ کیونکہ قال الشیخ المحدث الدہلوی علیہ الرحمۃ اور یہی دونوں
۶ مطلب دوسری حدیث میں یعنی وعمل النہار قبل عمل اللیل میں ہوں گے ۔ اول دن کے اعمال کو رات کے اعمال
شروع ہونے سے پہلے پیش کیا جاتا ہیں ۔ دوم یہ کہ دن کے اعمال کو رات کے اعمال کے اٹھانے سے پہلے پیش کیا جاتا
ہیں ۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں احتمالات دوسری حدیث میں بھی ہیں ۔ لیکن بہتر معنی
اعمال یومی کو اعمال لیلیہ سے پہلے اٹھایا جاتا ہے اور دونوں احتمال [illegible] ہوں گے [illegible]

۹۱ اسمیں ایک احتمال ہے کہ وہ رات کے اعمال کو دن کے اعمال کے شروع ہونے سے پہلے پہنچا دیتے ہیں اور وہ ۲۱/۶
یہ تقسیم صبح و شام کی ڈیوٹیوں میں ہوتا ہے اور رات کے اعمال فجر کے بعد اٹھایا جاتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ
فجر کے بعد دن کے عمل شروع ہو جاتے ہیں یا نہ دن کے اعمال کے ختم ہونے سے پہلے نہیں اٹھایا عصر کے بعد اٹھایا
گیا البتہ دن کے اعمال اٹھانے سے پہلے رات کے اعمال کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ جو آپ نے فرمایا کہ
حجابه النور امام ابوبکر بن فورک اور امام ابوبکر بیہقی امام نووی فرماتے ہیں کہ حجاب کا لفظ جہاں بھی اللہ کے ۶
متعلق آئے گا وہاں مخلوق کے اعتبار سے وہ حجاب ہوگا یعنی وہ حجاب سے اللہ تعالیٰ محجوب نہیں ہو سکتے
بلکہ بندے محجوب ہوتے ہیں کیونکہ حجاب کا تقاضہ ہے کہ وہ محجوب جسم ہو اور اس صورت میں لازم آئیگا
کہ اللہ تعالیٰ محدود اور جسم ہیں اور جسم اور محدود ہونا ہی حادث ہونا ہے۔ علامہ نووی اور بعض علماء فرماتے
ہیں کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کا حجاب نور فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب محدود نہیں ہے کیونکہ
اگر ایسا ہوگا تو حجاب سے اور اس میں نور سے وہ انوار الٰہی مراد ہیں کہ فیکون مستغرقا فی تسبیح [illegible] میں
مشغول ہو کر شیخ امام [illegible] اور [illegible] فرماتے ہیں کہ نور [illegible] کیفیات ہے جس سے تمام عالم میں
روشنی پھیل جاتی اور یہ کیفیات تمام حادث ہوتی ہیں یا بعض نور کی تعریف کیفیات کے ذریعے [illegible] نہیں
چنانچہ النور کی چند توجیہات بیان کی گئیں ہیں (۱) ہادی السموات والارض (۲) منور السموات والارض
(۳) ناظم السموات والارض (۴) منور السموات والارض۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نور کہتے ہیں الظاہر
بنفسہ والمظہر لغیرہ۔ صحیح مسلم میں حجابه النار ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ
بعض نے اس حجاب کو نار سے اور بعض نے اس کو نور سے تعبیر کیا۔ واضح رہے کہ جو حجاب کہ اللہ اور اسکی
مخلوق کے درمیان حجاب ہیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک تو وہ حجابات جو نورانی ہی نورانی ہیں۔
دوسرے وہ جو خالص ظلمانی ہی ظلمانی ہیں۔ اور تیسرے وہ حجابات جو نور و ظلمت دونوں سے مرکب
اور مختلط ہیں۔ اول قسم ان لوگوں کا ہے جنکا تعلق اللہ سے ہو گیا اور انکی روح مشغول ہو گئی
اور دوسری قسم ان لوگوں کا ہے جنکا اللہ سے کچھ تعلق نہیں بلکہ وہ ہمہ تن دنیا میں مشغول ہیں اور
محو اشتیاق [illegible] وہ کوئی خصوصی نہیں پایا [illegible] تیسری قسم ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عالم
میں کوئی موثر نہیں ہے اور کوئی خالق نہیں ہے تو یہ حجاب ان میں نور و ظلمت دونوں ہیں۔ ظلمت تو
اس وجہ سے کہ وہ منکر ہیں اور نور اس وجہ سے کہ وہ تصور خالق و موثر رکھتے ہیں اگرچہ وہ نفی کرتے ہیں
خلاصہ یہ ہے کہ [illegible] کہ تمام بندے محجوب ہیں۔ اب [illegible] کا اقتضا یہ ہے کہ
کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو ہی نہیں سکتا۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ دنیا میں ممکن ہے لیکن ایسا نہیں ہوا [illegible]
اور [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] عقیدہ تو عقلی بھی ہو سکتا ہے۔ اور آخرت میں تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ رؤیت باری ہوگی

91 البتہ بعض معتزلہ اور خوارج اور روافض اور قرامطہ نے انکار کیا لیکن ابن تیمیہ نے رسالہ خوب رد کیا فرماتے ہیں کہ ۲۱/۶
سب باتیں جن کی [illegible] میں دیدار باری تعالی ہے۔ اگرچہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو [illegible]
نور البتہ حجاب ہے اللہ تعالی کی ذات کا [illegible] اور جمال [illegible] شئی کو [illegible] ہے [illegible] اللہ تعالی [illegible]
نصوص سے سبحات سبحہ کا جمع ہے جس کے معنی نور اور [illegible] ہیں وجہہ کی ضمیر [illegible]
[illegible] اللہ تعالی کی طرف راجع ہے اور وجہ سے مراد ذات باری ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر بھی اللہ تعالی کی طرف راجع
اور اللہ تعالی کی [illegible] تمام مخلوق پر ہے [illegible] تمام مخلوق جل جائیں [illegible] امام ابن حجر فرماتے ہیں اور
معنی نظر کے نزدیک دیکھنے والا کی طرف راجع ہے

92 عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ ملأی الخ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ امام مسلم و بخاری
مسند میں ید اللہ سے پہلے [illegible] عبارت لائے ہیں فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی انفق
انفق علیک اور مسند میں ید اللہ [illegible] کا ربط [illegible] اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ خرچ کرو تمہارے اوپر خرچ
کروں گا کیونکہ میرا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ [illegible] ہے اور [illegible] سبب ہے نفی کی
[illegible] علامہ [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] علامہ عینی فرماتے ہیں کہ [illegible]
کا ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] اور بخاری کی روایت میں [illegible] الاخری [illegible]
[illegible] ہے [illegible] امام رازی [illegible] جواب دیا ہے [illegible] ہو سکتی ہے
[illegible] کا جواب یہ ہے [illegible] لیکن [illegible] ہیں لیکن [illegible] میں ید
اللہ کا [illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] فرماتے ہیں
[illegible] امام عینی اور ابن حجر [illegible] ہے۔ علامہ طیبی [illegible] بیان کرتے ہیں کہ
جب ید اللہ ملأی [illegible] ہو سکتا تھا [illegible] خرچ [illegible] تو اسکو دور فرما دیا لا
تغیضہا نفقۃ سے [illegible] خرچ [illegible] اسکا جواب
[illegible] سحاء اللیل والنہار [illegible] ہے اور [illegible] فرمایا ارأیتم ما انفق
منذ خلق السماوات والارض [illegible] اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا [illegible] خرچ کیا ہے [illegible]
اس چیز میں جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ید اللہ [illegible] اور [illegible] جمع جو [illegible]
[illegible] جمع [illegible] جو [illegible] میں ید اللہ کا [illegible]
اللہ واضح ہوا کیونکہ یمین صفۃ العطاء ہے یا یمین العطاء کی طرف اشارہ ہے ابن تیمیہ [illegible]
محمد بن عبد اللہ بن تیمیہ [illegible] ہے لیکن امام [illegible]

92 علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اگر وہ تخلیط روایت کرتے ہیں تو یہ حکم خاص ہے لیکن اگر روایت ہے تو [illegible] نہیں کیونکہ ۲۱/۷
جر کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں میں ہے [illegible] کو مذکر کا [illegible] اور [illegible] کو مؤنث کی صورت میں استعمال
کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] فرماتے ہیں [illegible] کی [illegible] ہیں
چنانچہ [illegible] سے [illegible] کا حکم [illegible] کے باوجود [illegible] ہیں [illegible] میں [illegible]
استعمال [illegible] ہے [illegible] [illegible] کو [illegible] ہیں جاتے [illegible] اسلام [illegible]
کے [illegible] میں [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] میں [illegible] ۱۲

93 وعنه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذراري المشركين ۱۱ ۲۰
اس حدیث میں کافروں کی اولاد کے متعلق سوال ہے چنانچہ دنیا میں وہ اپنے والدین کا تابع اور آخرت
میں تو [illegible] اقوال [illegible] میں ہیں۔ یہ لفظ ذراری جمع ذریۃ کی جمع ہے جو ماخوذ ہے [illegible]
جس کے معنی [illegible] ہیں [illegible] ماخوذ ہے ذرأ سے جس کے معنی ہیں پیدا کیا چنانچہ [illegible] فرمایا
فرمایا ہے ذریۃ [illegible] الطلاق [illegible] [illegible] ہے اگر [illegible] [illegible] ہیں

94 الفصل الثاني — عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۱
علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اول ما خلق الله القلم میں قلم پر رفع اور نصب دونوں ہو سکتے ہیں رفع کی صورت
میں اول کی خبر ہو جائیگی اور نصب کی صورت میں خلق کا مفعول ہوگا لیکن بعض نے کہا کہ نصب مفعول ہونے کی وجہ
نہیں کیونکہ اس صورت میں خبر [illegible] نہ رہ جائیگی [illegible] ہو سکتا ہے اس قول کی بنا پر جس نے [illegible]
کو منصوب کہا ہے [illegible] کان کی خبر ہوگا۔ اب اول مخلوقات میں اختلاف ہے بعض نے کہا زمین و آسمان پہلے
لیکن بعض احادیث میں وارد ہوا ہے [illegible] جیسا کہ زمین و آسمان سے پہلے مخلوقات تھیں چنانچہ ایک
قول قلم کے متعلق ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا [illegible] ابن جریر [illegible] دوسرا قول ابو السعود [illegible]
کا ہے کہ سب سے پہلے عرش کو پیدا فرمایا اور قلم کی پیدائش بعد میں ہوئی۔ تیسرا قول ابن عباس اور ابن مسعود
سے منقول ہے کہ سب سے پہلے پانی پیدا ہوا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے نور اور ظلمت پیدا کیا پھر رات دن
اور ظلمات [illegible] کو پیدا فرمایا۔ بعض نے کہا کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا کیا گیا چنانچہ عبدالرزاق نے [illegible]
حضرت جابر سے نقل کیا ہے [illegible] اول ما خلق الله نوري [illegible] ہے۔ بعض نے کہا کہ عقل ہے چنانچہ
[illegible] باب العقل کی ایک حدیث سے [illegible] ہوتی ہے لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ ملا علی قاری نے [illegible]
قول نقل کیا [illegible] [illegible] سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے [illegible] کی روح کو پیدا فرمایا یعنی حضور کی روح کو
لیکن یہ حدیث [illegible] موجود نہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قلم کی اولیت اضافی ہے
اس سے پہلے عرش اور [illegible] پیدا ہوا ہے چنانچہ ابن حجر اور ابن قیم فرماتے ہیں کہ قلم کے اول ما خلق الله [illegible] کا

94 ٢١/١١ مطلب یہ کہ اس مخلوق میں سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور یہی اول اضافی ہے تائید اس حدیث میں ہے لفظ
ما کان سے بھی ہوتی ہے کیونکہ قلم نے ان اشیاء کو لکھا جو ہو چکی اس سے معلوم ہوا کہ قلم سے پہلے مخلوقات تھیں
بعض نے ان تمام میں جمع کی صورت یہ اختیار کی کہ اجسام میں سب سے پہلے قلم تقدیر کو پیدا فرمایا اور جسموں میں
سب سے پہلے عرش کو پیدا فرمایا۔ انوار میں سب سے پہلے آنحضرت کو اور ارواح میں سب سے پہلے روح کو پیدا فرمایا اور
عقلوں میں سب سے پہلے اس عقل کو پیدا کیا امام غزالی فیصل التفرقہ میں فرماتے ہیں کہ عقل سے مراد فرشتہ
فرشتہ ہے گویا یہ جمع کا طریقہ [illegible] اولیت اپنی اپنی جنس کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقۃ
١٢ سب سے پہلے اولیت ماء کو حاصل ہے قلم علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سے حقیقی قلم مراد ہے اور یہ پانچ سو
سال لمبا ہے اور اتنا ہی چوڑا اس کی بھی نوک تھی لیکن چوڑائی والی روایت ضعیف ہے ایک روایت میں
تقلیم یہ نور کا قلم ہے اور پانچ سو سال لمبا ہے یہ پانچ سو والی روایت سے اعتراض کی وجہ سے
نہیں ہو سکتا کہ پانچ کا عدد نفی کا عدد [illegible] ایک اور بعض روایات میں نور سے بنایا گیا ہے منقول ہے
اور بعض روایات میں ہے کہ نور سے بنا ہوا ہے ان کی جمع کی صورت یہ کہ نور سے بنا ہوا ہے لیکن مثال
میں موتی جیسا ہے۔ علامہ ابن العربی فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد فرشتہ ہے حقیقۃ کوئی قلم مراد نہیں ہے
علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ قلم کی بہت سی قسمیں ہیں تو یہ دو قسمیں مذکور ہیں اور بعض سب سے
افضل قلم تقدیر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو کتابت کا حکم دیا تو اس نے کہا قال ما اکتب اب یہ اور یہ
یہ زبان حال سے کہا تھا یا زبان قال سے تمام شراح کا قول یہ ہے کہ زبان قال سے کہا تھا کیونکہ
بعید ہے ان اشیاء کو زبان عطا فرما دی یہ زبان حال کی بات ہے [illegible] تیار ہو گئے قلم نے اللہ تعالیٰ
ارشاد ہوا تمام ان چیزوں کو لکھ دیا جو ہو چکی تھیں اور جو ہونے والی تھیں علامہ ابن قیم نے فرمایا
حضرت نے ماکان اپنے زمانہ کے اعتبار سے فرمایا ورنہ قلم کی خلقت سب سے پہلے ہے لیکن علامہ کا یہ قول
درست نہیں ہے کیونکہ قلم کی خلقت اور کی حقیقت ہو سکتا ہے اور اس کی تعیین اور دور ختم کا عرش کو بھی
دیکھا گیا ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزیں اس کتابت سے مستثنیٰ ہیں لیکن بعض
کہتے ہیں کہ ان دونوں کو بھی لکھا گیا البتہ ان کو اجمالاً لکھا تھا یہ جواب ملا علی قاری نے دیا شیخ
عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ماکان اور ما ہو کائن سے ماضی اور مستقبل کا احتمال مراد نہیں بلکہ
مقصود یہ کہ تمام مخلوقات کو لکھ دیا۔

95 ١٣ وعن مسلم بن یسار قال سئل عمر بن الخطاب عن هذه الآية الخ
حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا واذ
اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الخ جناب نے اس کی تفسیر فرما دی لیکن پہلے میں اس کی تشریح کرتا ہوں

95

۲۱/۱۳

ہمارے ان محترم عزیز نے سوالات یا بار بار اٹھے سوال ہیں جنکے جوابات ترتیب وار دیئے جاتے ہیں ۔

سوال ۱:- یہ عہد میثاق حالی تھا یا مقالی یعنی قول کے ذریعہ عہد لیا گیا یا انکی عقل و ذہن کو اس درجہ روشن کر دیا کہ دلائل انفسی و آفاقی میں غور کر کے خود اقرار کر لیا اسکا منشاء کیا ہے؟ جواب:- اسکے اندر اختلاف ہے جمہور مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ یہ میثاق حالی تھا قاضی بیضاوی میں بھی اسیطرح لکھا ہے۔ جمہور نے کہا اور اہل تصوف کا بھی فرمانا ہے کہ میثاق مقالی تھا لیکن وہ لوگ اس میثاق سے انکار کرتے ہیں اسیطرح بعض ائمہ میں اختلاف کیا ہے اسکے بعد بھی رسول کی تائید ہوتی ہے علامہ [illegible] فرماتے ہیں کہ جو لوگ میثاق مقالی کے منکر ہیں اور یہاں میثاق حالی قرار دیتے ہیں اسکی وجہ یہ کہتے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عہد قول لیا گیا تو انسان کو اختیار دیا گیا ہوگا یا جبراً عہد لیا گیا ہوگا اگر اضطراراً عہد ہے تو وہ لوگ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تسلیم ہے تو رسول تھا مجبور تھے اور دنیا میں اپنے ارادے پر چھوڑ دئے گئے تو کوئی ابہر نہ [illegible] برابر ہے [illegible] اور اگر اختیاری صورت میں عہد لیا گیا تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں تو اللہ تعالی نے ہماری حفاظت فرمائی تھی رسول سے ہم معصوم اور خطا سے محفوظ رہے اور جیسا دنیا میں آئے تو ہماری حفاظت نہ ہونے کی بنا پر معصیت و خطا سرزد ہوگئی لہذا دونوں صورتوں میں برابر ہے ممکن ہے کہ میثاق حالی قرار دیا جائے یعنی انکو عقلیں دیکر بھیجا ہے وہ خود غور کر لیں جیسا کہ اور حضرت [illegible] جبراً یا اضطراراً اور اختیاراً دونوں صورتوں میں بھی برابر ہے ممکن نہیں ہے کہ اضطراراً یا صورت میں انکا یہ کہنا کہ ہم وہاں مجبور تھے اور دنیا میں اپنے ارادے پر چھوڑ دئے گئے تو کوئی ابہر نہ [illegible] ان کا یہ کہنا کہ کوئی [illegible] بھیجے انبیاء علیہم السلام اور رسول ہمارے پاس نہیں بھیجے گئے اور اگر اختیاری صورت کو لیا جائے تو انکا یہ کہنا کہ انکی حفاظت نہیں ہوئی ہر بات تو وہ عقول میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عقلوں نے ترقی میں اللہ کی معرفت کو اور رب کی [illegible] نہ پایا اور ہم نے عہد حالی لیا اور دنیا میں ہماری عقلوں نے رب کی [illegible] کیونکہ [illegible] نہیں کیا تو عہد حالی و مقالی دونوں سے برابر ہو جائیگی ۔

سوال ۲:- یہ عہد کہاں لیا گیا؟ جواب:- اسکے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) وادی نعمان میں جو عرفہ کے قریب ہے (۲) مکہ اور طائف کے درمیان (۳) ہندوستان میں (۴) سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا سے تعبیر کرتے ہیں وہاں یہ عہد لیا گیا ۔

سوال ۳:- یہ عہد کب اور کس وقت لیا گیا؟ جواب حضرت آدم کو پیدا فرما کر انکی پیٹھ سے نکالا

سوال ۴:- پشت سے اخراج کیسے ہوا؟ جواب چند صورتیں ہیں (۱) پیٹھ پھاڑ کر نکالا (۲) روئیں کے مسامات جہاں سے پسینہ نکلتا ہے وہاں سے نکالا گیا (۳) سر کے بالوں کی جڑوں سے ۔

95 ۲۱/۱۳

سوال۵:- روحِ انسان بعد نزع والپسی کس حالت میں کیا زندہ یا مردہ؟ جواب علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ مردہ کو بہشت میں واپس [illegible] جیسے مردہ زمین کا اثر -

سوال۶:- روح کو بہشت سے زندہ نکالا تھا یا مردہ؟ جواب ظاہر حقیقۃ زندہ نکالا ہے کیونکہ اس کا زندہ کا ان پر افسوس کیا گیا اور زندہ ہی کا افسوس زندہ پر ہوتا ہے

سوال۷:- جسم آدم مردوں کی روح آسمان پر اور وہ خود زمین میں جسد جاتا ہے تو [illegible] اجسام بہشت میں جیسے گئے تھے اور آدم ہاں نہیں؟ جواب علامہ شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں کہ [illegible] نہیں بس [illegible] زمین پر [illegible] نہیں۔

سوال۸:- علامہ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب تمام سے علیہم و شیاطین کیا گیا اور سب کا بیان کہیں تا تو اب [illegible] کو جنت میں [illegible] کیا؟ جواب حکیم ترمذی کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو تجلی ہیں ایک جلالی اور ایک جمالی تو زمین پر تو جلال کی تجلی ڈالی جس سے ہیبت کیوجہ سے انہوں نے [illegible] کیا اور جنت میں جمال کا نزول ہوتا ہے تو وہاں انہوں نے غصہ کیا تو نہیں کیا اور جو چیز غضب کی [illegible] وہ مقبول ہے اور جو غیر اس کا ہو وہ مردود ہے

جواب۲ علامہ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ یہ بات ہے کہ ہم دوسرے علماء سے نقل کرکے جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا سوال نہیں کیا بلکہ [illegible] جب تکمیل نہ پایا تو جنت کی اور اسکا اشتیاق اور شوق سے اختیار کیا گیا ان کو جنت میں داخل فرمائے گئے اور جنت کی معصیت کی انکو سمجھ میں [illegible] گئے یہ تو زمین کا تعلق [illegible] اب جو فنا کیا گیا وہ [illegible] ہم کو [illegible] -

حضرت مجدد فرماتے ہیں ابتدا جس دنیا کا نقشہ اور تفسیر ہے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا جس سے ذریت نکلی [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا [illegible] ہیں اور چیونٹیوں جیسے [illegible] اور دوبارہ [illegible] متعلق فرمایا [illegible] جیسے [illegible] جاتے [illegible] تفسیر [illegible] اور [illegible] نہیں کیونکہ [illegible] سے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] میں آتا ہے کہ [illegible] اور [illegible] تفسیر کی [illegible]

جواب۱:- امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ [illegible] میں [illegible] ہیں کیونکہ [illegible] اور [illegible] دیا

95 جواب ۲ :- جواب یہ ہے کہ نوع انسانی کی طبائع اور مادہ کا طور ہے یہ انداز ہوا کہ اس میں [illegible] اور [illegible] ہر جا [illegible] ۲۱/۱۳

تو گویا یہاں میں دونوں کا ذکر ہو گیا ہے۔ جواب ۳ :- مقصد مطلب یہ ہے کہ [illegible] ازل فرمایا ہے اور

جواب اور تفسیر اسلوب حکیم کا طور پر ہے کہ اس میں یہ اثر ہے شقاوت حالی مراد ہے لیکن ایسا ہے اور

تاویل [illegible] ہے کہ ایک عہد تھا کا ازل میں لگایا تھا خود یہاں جواب کا [illegible] یہ

سوال قرآنیہ کا تعلق ہے یعنی شقاوت حالی کا تعلق اور آیت سے جواب شقاوت حالی کا ہے تو دیا ہے۔

ثم مسح ظهره بيمينه اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور آدم علیہ السلام حادث ہیں اور قدیم کا افعال حادث کا ۲۶

کیسے نہیں ہوا مسح اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کیونکہ مسح امور انفعال فوری ہے جواب ۱ مطلب یہ ہے کہ

خود مسح کیا ہے مراد [illegible] فرشتے کو مسح کا حکم دیا اور یہاں فرشتے سے مراد ہے جو [illegible]

جواب ۲ حقیقۃً مسح نہیں ہوا بلکہ تمثیل مراد ہے۔ جواب ۳ مسح سے ماخوذ نہیں بلکہ [illegible] سے

ماخوذ ہے جس کے معنی تقدیر کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا کہ تھا بیمینہ سے قید [illegible]

[illegible] ہے اور مراد اس سے قدرت الٰہی ہے [illegible] یمین کی قید

تعالیٰ [illegible] شمال کی قید [illegible] شمال ہے جواب ۱ یہ

یہ قید شمال میں ایک وہم کا ازالہ کا ابہام ہے [illegible] جواب ۲ [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] دونوں ہاتھ یمین ہیں

فقال رجل ففيم العمل [illegible] حضرت عمران بن حصین ہیں [illegible] ۲۷

[illegible] یہ ہے کہ [illegible] سے [illegible] مراد ہوں [illegible]

علی کی حدیث ما منکم من احد الا وقد کتب مقعده من النار ومقعده من الجنة میں قال [illegible]

[illegible] ۱۷۲ [illegible] لیکن حقیقۃً [illegible]

بیان [illegible] قال عمر ففيم العمل اور

[illegible] سوال کا یہ تھا جب تعلیق کے [illegible] ہر شخص کیلئے جنتی یا جہنمی ہونا لکھا گیا

[illegible] اعمال اور [illegible] ثواب و عقاب ہے کیا فائدہ۔ [illegible] ایک سوال ہوتا ہے کہ دخول جنت کا

سبب آیا اعمال ہیں یا محض فضل الٰہی ہے جواب یہ ہے کہ [illegible]

ایک سبب ہوتا ہے اور ایک [illegible] تو اعمال تو سبب کا درجہ رکھتے ہیں اور فضل الٰہی علت

[illegible] کا درجہ میں ہے **على عمل من اعمال اهل الجنة** على عمل اهل الجنة [illegible] ۲۸

اعمال الجنة فرمایا تاکہ کوئی [illegible] کوئی [illegible] عمل مراد ہے

96 عن عبد اللہ بن عمرو قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی یدیہ کتابان الخ ۲۱/۱۸

حضرت عبد اللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں
تھیں کتابان علماء نے تشریح فرمائی ہے اور علماء میں اس تشریح میں دو قول ہیں ان دو کتابوں سے حقیقی کتابیں مراد
نہیں کہ حضور کو چونکہ علم ہو گیا تھا کہ کون لوگ جنتی ہیں اور کون کون جہنم میں جائیں گے بنا بر اں معقول
کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دی ہے یعنی معلوم شئی کو محسوس شئی کے ساتھ تشبیہ دی ہے ۔ علامہ ابن حجر فرماتے
ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی اور محسوس تھیں کیونکہ آگے آ رہا ہے فنبذھما اور نبذ محسوس شئی کا ہوتا ہے
جن لوگوں نے کہا کہ حقیقی کتابیں مراد ہیں تو ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جو لوگ حقیقی ہونے کا انکار
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض تشبیہ و تمثیل مقصود ہے تو ان پر اعتراض ہوگا کہ جب وہ محسوس ہی نہیں
تھیں تو جب حضور نے ان کے متعلق پوچھا تو ان کو کیسے پتا چلا تھا کہ حضور کے ہاتھ میں کتابیں ہیں حالانکہ
انہوں نے لا کہہ کر جواب دیا تو رسول اللہ جواب یہ ہے کہ ان کا ایمان تھا اور وہ دیکھتے تھے اور یقین کرتے
تھے اس بات پر کہ جو حضور فرماتے ہیں وہ واقعی درست ہے اور ہم چونکہ آج ہم کو محسوس نہیں ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ
کتابان سے مراد دیوان ہیں یعنی آپ کے دست مبارک پر تمام کے اسماء لکھے ہوئے تھے فقال للذی
للذی فی شمالہ ہے متعلق کا اس ضمیر الذی کی اور یہ حال ہے قال سے فنبذھما پر اعتراض ہوتا کہ دونوں
کی کتابیں نہیں انکو پھینکنا سمجھ میں آتا ہے جواب یہ ہے کہ نہیں پھینکنے سے مراد یہ ہے کہ علامہ طیبی کی طرف ہاتھ
سے پھینکی اور دونوں کو پکڑ لیا ۔ بعض نے کہا کہ کتابان سے کتابیں مراد نہیں بلکہ دیوان مراد ہیں علامہ شمال

ثم اجمل علی آخرھم مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں تمام اہل جنت و جہنم کے نام بالتفصیل لکھے گئے ہیں ۲۳
آخر میں میزان کی شکل دی گئی ہے جتنے نام گنوائے گئے وہ درج تھے کہ گویا یہ اجمال بعد التفصیل ہے
ابداً تین لفظ ہیں ابد ازل سرمد ۔ ابد کہتے ہیں مالا انتہاء لہ ۔ اور ازل کہتے ہیں مالا ابتداء لہ ۔
اور سرمد مالا ابتداء لہ ولا انتہاء لہ کو کہتے ہیں کما حفظنا ۔

97 وعن ابی خزامۃ عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ارأیت ۲۲/۱

حضرت ابو خزامہ اپنے والد حضرت یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
دواؤں اور دعاؤں اور منتروں کے متعلق ۔ اور جس وجہ سے سوال کیا یہ تھا کہ صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ ہم
تقدیر پر ایمان لا چکے ہیں اور اللہ جل شانہ کے قبضہ قدرت میں ہے سب کچھ اسی کی جانب سے مقرر ہے
بنا بر اں دواؤں وغیرہ سے کیا فائدہ ۔ جب یہ سب کچھ تو تقدیر کے خلاف ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ
یہ تقدیر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ عین تقدیر ہے ۔ اس لئے کہ جس طرح امراض تقدیر میں ہیں اسی طرح
ان کی دوا اور علاج کا ذکر بھی تقدیر میں ہے ۔ اس مطلب کو علامہ تورپشتی نے بیان فرمایا تو صحابہ کرام

ان چیزوں کا کرنا جائز ہے مگر بعض کا مستحب اور بعض اوقات واجب قرار دیا چنانچہ اگر کوئی شخص
عبادت پر قادر نہیں لیکن دوا اور علاج کرانے سے وہ قدرت پا سکتا ہے تو رقیہ واجب ہے اس
دوا کا استعمال - جمہور کا مذہب یہی ہے کہ انکا استعمال جائز ہے - اب صرف ایک حدیث باب میں وارد ہوا
کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونگے
اس وجہ سے کہ وہ لوگ نہ داغ لگاتے تھے اور نہ رقیہ وغیرہ بلکہ اللہ پر توکل کرتے تھے - امام نووی اور ابن حجر
اس حدیث سے مستنبط کیا ہے کہ تمام اشیاء مکروہ ہیں لیکن جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل
وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں میں ذاتی اثر کوئی ہے - یہ مطلب نہیں کہ وہ ان اشیاء کو
نہیں کرتے - اس پر اعتراض کیا گیا کہ یہ جواب ٹھیک نہیں کہ اثر ذاتی کی نفی اس حدیث سے مقصود ہے
کیونکہ اس حدیث میں ان ستر ہزار کی فضیلت باقی تمام مسلمانوں پر معلوم ہوتی ہے اور اثر ذاتی کی نفی
تو ہر مسلم کرتا ہے لہٰذا اس حدیث میں صرف ان ستر ہزار کی فضیلت کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی
تو معلوم ہوا کہ وجہ کوئی اور ہے چنانچہ دوسرا جواب علامہ ابن عبدالبر نے دیا کہ اس حدیث سے وہ لوگ
مراد ہیں جو حفظاً ما تقدم کے طور پر ان اشیاء کو نہیں کرتے بلکہ مصیبت آنے کے بعد کرتے ہیں - اس
جواب کو بھی رد کر دیا کیونکہ حضور سے استعاذہ قبل البلاء ثابت ہے لہٰذا تیسرا جواب امام حلیمی نے دیا کہ
یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو دنیا سے بےخبر ہیں اور رضا بالقضاء کا درجہ رکھتے ہیں - امام خطابی
اس سے راضی نہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں کہ وہ دنیا سے بےخبر ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو
معلوم ہے کہ دواؤں سے ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ رضا بالقضاء کے اوپر قائم ہیں - ابن الاثیر
اور امام نووی نے اسکو راجح قرار دیا ہے ف: یہ رقیہ کی جمع ہے فرمایا یوں تو آتا ہے منتر
پڑھنا اور رقیہ کا معنی ہے کہ الدعاء لرفع البلاء - حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق
ہے کہ رقیہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے (۱) قرآن کی آیت یا اللہ کا نام ہو (۲) عربی یا اپنی زبان میں
ہو یا ایسی ہو جسکے مفہوم معلوم ہوں (۳) اسباب کا اعتقاد ہو کہ یہ بذاتہ موثر نہیں -

واضح رہے کہ عمران بن حصین نے ایک روایت نقل کی جس میں ہے کہ رقیہ نہیں کیا جائیگا مگر
نظر اور زہر کا اثر اتارنے کیلئے چنانچہ بعض علماء کا مسلک یہی ہے کہ ان دو میں جائز ہے لیکن اسکا
جواب دیا گیا یہ بیان فرمایا ہے کہ رقیہ کا افضل استعمال صرف ان دو میں ہوتا تھا جیسے ابوداؤد
میں نظر اور زہر کے ساتھ اور دم کا لفظ بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ رقیہ کا استعمال صرف ان
دو میں منحصر نہیں - مقصود اسباب میں ہے کہ دوا افضل ہے یا ترک دوا - بعض صوفیا نے فرمایا
ترک دوا افضل ہے کیونکہ رضا بالقضاء اسی میں ہے لیکن محدثین و صوفیاء کا مسلک یہ ہے کہ

۹۷ دوا کرنی چاہیے کیونکہ وہ بھی از قبیل قضا ہے اسکے خلاف نہیں۔ یہ روایت اسلوب میں منقول ہے عن ۳۲/۱ ۳۲/۱
ابن ابی خزامۃ عن ابیہ ... ترجمہ سنئے! حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے حضور سے دریافت کیا کہ ذرا بتائیے مجھکو اس منتر کے متعلق جسکو ہم پڑھتے ہیں اور اس دوا
کے متعلق جسکے ذریعہ ہم علاج کرتے ہیں اور بچنے والی چیز کے متعلق جسکے ذریعہ ہم بچتے ہیں کیا وہ
رد کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے کسی شئی کو آپ نے فرمایا یہ خود تقدیر سے ہے ۱۱

۹۸ وعن ابی هريرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ۳۲/۳

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے پاس آئے اور ہم لوگ تقدیر کا باہمی مذاکرہ کر رہے تھے کوئی
کوئی کہہ رہا تھا اچھا سب کچھ تقدیر سے ہے تو ثواب و عقاب سے کیا فائدہ کوئی اسکا جواب دے رہا تھا کوئی
کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ فغضب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا علامہ طیبی حقائق السنن میں تحریر ۳
فرماتے ہیں کہ تقدیر اللہ کے اسرار میں سے ہے اور اللہ کے اسرار میں کھوج کرید کرنا ممنوع ہے اسکی وجہ
اتنے غور و خوض ہوتے۔ مقصد یہ ہے کہ تقدیر میں غور و خوض سے انسان دو نتیجوں میں سے ایک کا شکار ہو جاتا ہے
یا قدریہ یا جبریہ میں داخل ہو جاتا ہے سوم حضور نے خود عملاً آگے بیان فرما دی اول اتم سے پہلے لوگ
اسی وجہ سے ہلاک ہوئے ان لا تنازعوا اس ان کے اعراب مختلف ہیں علماء اور شراح حدیث حضور ملا ۵
علی قاری فرماتے ہیں کہ اس ان میں تین احتمال ہیں مصدریہ۔ زائدہ۔ نفیہ۔ آگے چلکر ملا علی
علامہ ابن الملک سے نقل کرتے ہیں کہ ان مصدریہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں تاویل مصدر ہو کر یہ جملہ
منصوب ہو جائیگا اور یہ جواب قسم نہیں بن سکتا کیونکہ اسکے لئے جملہ ہونا ضروری ہے۔ اسیطرح ان زائدہ
بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لا پر داخل نہیں ہوتا ہے۔ یہ ان نفیہ ہوگا یعنی آپ نے جس چیز کی قسم دی اس کی
ہے اسکی تفسیر کرتا ہے رواہ ابن ماجہ نحوہ۔ نحوہ یہ اہل اصول حدیث کا لفظ ہے اور اسکے تین ۵
مطالب و معانی بیان کئے گئے ہیں۔ اول جہاں اتحاد ہو معنی مختلف ہو لفظاً دوم جہاں اتفاق
معنوی و لفظی دونوں ہوں سوم کبھی ایسا ہوتا ہے جہاں اتحاد لفظی و معنوی دونوں ہوں اور کبھی ایسا
تمام پر جہاں اتحاد معنوی ہو۔ یہاں اتحاد معنوی ہے چنانچہ حدیث ابن ماجہ کا [illegible]
عن عمرو بن شعيب عن ابيه الخ عمرو کا نسب یہ ہے عن عمرو بن شعیب ابن محمد ابن عبد اللہ ۶
ابن عمرو ابن العاص حافظ جمال مزی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تین طریقے سے مروی ہے اول خود یہ سند
جو ابھی گذری دوم یہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ سوم یہ
عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ رہا یہاں پر کچھ کلام ضروری سنئے!
اوپر کا نسب سے معلوم ہوا عمرو بن شعیب کے تین جد ہیں ایک محمد اور ایک عبد اللہ اور ایک عمرو بن

۲۲/۹ العاص تو اب حدیث کے آخر میں جو آیا ہے کہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اگر جدہ سے مراد محمد ہیں تو حدیث مرسل ہوگی اور اگر عبداللہ مراد ہیں تو چونکہ ان کا لقاء شعیب سے ثابت ہے لہٰذا حدیث متصل ہوگی اور اگر اس سے مراد عمرو بن العاص ہیں تو چونکہ ان کا زمانہ نہیں پایا لہٰذا حدیث منقطع ہوگی۔ ۱۲

۱۵۵ ۶ عن ابی موسی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ

۷ اللہ الکریم فرماتے ہیں کہ خلق آدم من قبضۃ قبضہ سے ہاتھ کی مٹی مراد لینا ممکن نہیں کیونکہ یہ خاصہ ہے اجسام کا اور اللہ تبارک و تعالیٰ جسم و جسمانیات سے منزہ ہیں لہٰذا اس سے مراد قدرت ہے یعنی تمام اجزاء کے اعتبار سے زمین اللہ کی قدرت میں ہے اور مطلب یہ کہ اپنی قدرت تخلیق سے پیدا کیا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ ایک فرشتہ کو حکم دیا مٹی لانے کا چنانچہ وہ فرشتہ ملک الموت ہیں اول مطلب کو علامہ طیبی نے اور ثانی کو علامہ بیہقی نے اختیار کیا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطی در منثور میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آسمان اور تمام کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا اور آدم کی تخلیق کا قصد کیا تو کعبہ سے زمین کا فرش تمام عالم میں پھیلا دیا اور جبرائیل فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ ایک مٹی زمین سے لائے تاکہ اس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہو جب وہ آیا تو زمین نے اس فرشتہ سے اپنے رب کی پناہ چاہی اس بات سے کہ اس کا کوئی حصہ لے لے چنانچہ وہ واپس ہو گیا غرضیکہ بہت سے فرشتوں سے ایسے ہی ہوتا رہا حتی کہ تمام فرشتے ناکام ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو بھیجا

۷ اور وہ مٹی لے لی من جمیع الارض علامہ عزیزی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تمام زمین مراد ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وہ زمین مراد ہے جہاں انسان بستے ہیں کیونکہ انسان زمین میں دفن ہوتے ہیں لہٰذا وہ مراد ہے علامہ ابن مسعود شارح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدم کو ارض اولیٰ سے پیدا کیا مانو یہ کہ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آسمانوں زمین سے پیدا کیا اس کا جواب یہ کہ من جمیع الارض میں تو تمام زمینیں شامل ہیں جواب یہ کہ وہب بن منبہ کے قول کو اس حدیث کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جائیگا بہر حال حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا تو انسان انہی قسم کے رنگ کا

۸ ہوا کیونکہ زمین مختلف ہیں بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ اور بعض وبین ذلک یعنی ان کے علاوہ اور مختلف رنگوں کے تو اور مستثنیٰ کیا۔ حضور نے تین الوان کی تخصیص کر کے بیان میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ تین الوان اصل ہیں اور باقی سب انہیں سے بنتے ہیں۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ احمر ابیض و اسود اور بین ذلک کا مطلب تو واضح ہے اور سہل سے مراد نرم خو اور حزن سے مراد تند خو خبیث سے مراد صفتاً کافر ہو یا ضعیف اور طیب سے مراد مومن ہے

کیونکہ انسان کو اس مٹی سے پیدا کیا جہاں وہ دفن ہوتا ہے اور جو لوگ جہاں بستے ہیں ۱۲

111 ۲۲/۹ عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت الخ وعن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ظلمت میں اور
اس پر اپنا نور ڈالا۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ فی ظلمۃ سے مراد نفس امارہ کی ظلمات ہے نور سے
وہ دلائل مراد لیا ہے دراصل جن کے ساتھ اکثر ہمیشہ انسان ظلمات و ضلال سے خروج پاتا ہے۔ بعض
حضرات نے کہا کہ ظلمات سے جہالت اور نور سے معرفت مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ ظلمات سے اخلاق ذمیمہ اور نور سے
توفیق الٰہی مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ ظلمات سے عالم ذر یعنی عہد الست مراد ہے اور نور سے اس موقع کی تجلی
مراد ہے من ذلک النور من اصابہ کے بعض نے معنی کیا اور نور اس کو پہنچے جس کو ہدایت پائی اور اس کی تحقیق
ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ عکسیہ من ذلک حال سے اور نور فاعل ہے اصاب کا۔ اب اعتراض یہ ہوتا ہے اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض کی تخلیق نور سے اور بعض کی ظلمات سے ہوئی اور پہلی حدیث اور اس کے اندر
یعنی ہر انسان فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں میں تعارض ہے علامہ طیبی جواب
دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دراصل انسان کی تخلیق دو چیزوں سے ہے اصل انوار و صورۃ ظلم خواہشات کا
انسان اور نفس لطیف۔ اس حدیث میں ثانی کا ذکر ہے اور اول میں یعنی فطرۃ اسلام والی حدیث
112 میں اول کا ذکر ہے فلا اشکال۔ دوسری حدیث حضرت انس کی ہے آپ کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے
تھے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ مگر کثرت سے اس دعا کے پڑھنے سے مقصود تعلیم امت تھی۔
حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آمنا بک وبما جئت بہ یعنی کیا وجہ ہوگی ۱۲
حضرت انس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور تو ہمیشہ ہدایت پر ہیں تو خوف نہیں چاہیے لہٰذا آپ اس دعا کو خود
ہمارے متعلق کیجئے تو فرماتے ہیں حالانکہ ہم تو ایمان لا چکے لہٰذا کیا حضور ہم پر آپ کو خشیت کا خوف
کرتا ہے اس کا جواب حضور نے دیا کہ نعم یعنی مجھ کو خوف ہے لوگوں کا اس لئے کہ قلوب اللہ تعالی کے ۱۲
قبضہ قدرت میں ہے جیسے چاہے پھیر دے۔ من اصابع اللہ کا ترجمہ میں نے قبضۂ اللہ کا ۱۲
رحمن تو سو ہے اور جملہ پہلے بیان کیا گیا تو سبقت رحمتی علی غضبی کی دعا دیتا ہے گی
اور اس حدیث سے مقصود زجر و توبیخ ہے اس وجہ سے بیان الحکم ہدایہ الخ استعمال کیا گیا فی
تفصیل اصبعین و اصابع کی مفصل بیان ہے ہے گزر چکی۔

113 ۱۳ وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل القلب الخ

اس حدیث میں قلب کو پر سے تو تشبیہ دی جو چٹیل میدان میں پڑا ہو چونکہ قلب سے ایمان کا تعلق ہے
اور ایمان تقدیر سے متعلق ہے لہٰذا قلب کے احوال تقدیر کے احوال ہیں۔ ریشہ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ
اس کے اندر حرکت بنسبت دوسری (یعنی زیادہ ہوا) کے زیادہ ہوتی ہے ۔۔

116 وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن من ۲۲/۱۴

لا یومن۔ حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ یہاں کمال ایمان کی نفی مقصود نہیں بلکہ نفس ایمان کی نفی مراد ہے۔
حضرت علی فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ایمان کے لئے ضروری ہیں۔ اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بعثنی بالحق
دوسرے ایمان بالموت تیسرے ایمان بعث بعد الموت چوتھے ایمان بالقدر۔ اعتراض یہ کہ اول ایمان کو شہادۃ
پر موقوف کر دیا حالانکہ شہادۃ زبان سے ہوتی ہے اور ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جواب یہ ہے کہ
یہاں زبانی شہادۃ مراد نہیں بلکہ تعلیم القلب مراد ہے۔ جواب دوم اسلام کے احکام جیسا جاری کرنا
زبان سے ہیں۔ جواب ۳ اسباب تینوں اشارہ کر دیا معلوم ہوا تصدیق قلبی ضروری ہے ایسے ہی شہادۃ
بھی ضروری ہے بعثنی بالحق یہ حال واقع ہے انی رسول اللہ سے اور دلیل ہے ما قبل کی یا یہ ۱۵
کہا جائے کہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور شہادۃ میں داخل ہے یعنی لا الہ الا اللہ کا شہادۃ کے لازم بعثنی بالحق کا
بھی شہادت دیتا رہے۔ اس حدیث میں ایمان بالموت کو ذکر فرما کر فلاسفہ قدم عالم کی تردید فرما دی
اسی طرح اہل تناسخ کا بھی تردید ہو گئی۔ جب حضور نے مشغول ہونا سے پہلے ہو گیا ہو گیا دیا جیسا
بیان کر دیئے تھے۔ ملا علی قاری امام غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ جتنی حق چیزیں ہیں ان میں سب سے
زیادہ حق بات موت ہے فافہم وتدبر۔

115 عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی الخ ۱۶

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ہوں گی ایک مرجیہ
اور دوسرے قدریہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ المرجیۃ یہ ماخوذ ہے ارجاء سے جس کے معنی التاخیر
ارجاء کے معنی ہیں اور موخر کرنے۔ مرجیہ کی دو قسمیں ہیں ایک مرجیۃ السنۃ اور ایک مرجیۃ الضلالۃ
مرجیۃ السنۃ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا جز نہیں اور مرتکب کبیرہ جہنمی ہو گیا مگر ہمیشہ
نہیں اگر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ وہ تحت المشیۃ ہے چاہے اللہ جنت میں داخل کرے اور چاہے جہنم
میں۔ معتزلہ حضرت امام ابو حنیفہ کو مرجیہ کہتے ہیں وہ اسی معنی کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ مرجیۃ الضلالۃ کی
علامہ عبد الغنی نے الطریقۃ المحمدیہ میں تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ القسم الاول جو مومنین اور
کافرین سب کے بارے میں توقف کرتے ہیں کہ نہ ہم کسی پر جنتی کا حکم لگاتے ہیں اور نہ کسی پر جہنمی ہونے کا۔ یہ لوگ
القسم الثانی:۔ جو کہتے ہیں کہ ہمارے حسنات مقبول اور سیئات معاف ہیں اور قطعی مغفور ہیں
ان کا قول ... الاعمال میں داخل کرتے ہیں یہ لوگ بھی کافر ہیں۔ القسم الثالث جو لوگ معاصی
میں ارتکاب کرتے ہیں یعنی جو لوگ برے افعال میں مشغول ہیں کہ وہ ان افعال سے آگے
نہ کرنے کو کہتے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ مرجیہ وہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض قرار دیتا۔

115

۲۲ ۱۷ القدریۃ اس کے بارے میں باب الایمان بالقدر میں گذر گیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام افعال کا خالق انسان ہے دون اللّٰہ۔ بعض نے ان سے نقل کیا کہ شر کا خالق انسان اور خیر کا خالق اللّٰہ ہے۔ ان کے متعلق حضور نے فرمایا کہ

۱۷ لیس لہما فی الاسلام نصیب اس کے علماء نے مختلف مطالب بیان فرمائے (۱) یعنی یہ لوگ مومن نہیں ہیں (۲) یہ تہدید و توبیخ پر مبنی ہے ورنہ یہ لوگ مومن ہیں البتہ گمراہ ہیں اور ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب ہے علامہ تورپشتی و علامہ طیبی کا۔ [illegible] علامہ سراج الدین قزوینی نے اس حدیث کو موضوعات میں قرار دیا۔ حافظ صلاح الدین العلائی اور حافظ عسقلانی نے سراج الدین کا رد کیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ حدیث علم من اعلام النبوۃ ہے۔

116

۲۸ وعن ابن عمر قال سمعت الخ ۲ وعنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت میں خسف اور مسخ ہوگا۔ خسف کا معنی دھنسنا اور مسخ کے معنی ہیں صورت اول سے شکل کا تبدیل ہو جانا ایسی صورت کی طرف جو صورت اول سے قبیح ہو۔ فی امتی اس امت سے امت اجابت مراد ہے۔ علماء نے اس حدیث کی مختلف توجیہ فرمائی (۱) خسف و مسخ کا کیا مطلب ہے؟ مطلب علامہ [illegible] رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ واقع ہوا تو مکذبین قدر میں واقع ہوگا یعنی قضیہ شرطیہ ہے، [illegible] اور قضیہ شرطیہ کیلئے وقوع لازمی نہیں (۲) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس طرح کی حدیثیں تہدید و توبیخ پر مبنی ہے (۳) علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ خسف و مسخ اس امت میں واقع ہوگا لیکن باطنی خسف و مسخ مراد ہے یعنی قلوب اہل ایمان کے قبول کرنے سے قاصر ہو جائیں گے۔ مطلب حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حکم زمین میں دھنسنا تو مختص ہے اور جس حدیث میں ہے کہ مسخ نہ ہوگا وہ زمین میں دھنسنا تو مختص ہے۔

۲۹ القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ امام الحرمین فرماتے ہیں کہ قدریہ کو مجوس کہا تو اس بنا میں تشبیہ دی کہ جس طرح مجوسیوں نے دو خالق کا قول کیا تھا، خیر کا خالق یزدان اور شر کا خالق اہرمن ہے اسی طرح قدریہ بھی خالق میں تعدد کے قائل ہیں۔ علامہ ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ مجوس شر کا خالق ظلمت کو اور خیر کا خالق نور کو سمجھتے ہیں اسی طرح قدریہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن مجوسیوں اور قدریہ میں فرق یہ ہے کہ مجوس کے نزدیک ربانیان و اہرمن دونوں کا خالق ایک ہے اور وہ قدیم ہیں اور اگر شر کی نسبت ہے تو اہرمن و ربانیان دونوں کا خالق ہونا لازم ہے بخلاف قدریہ کہ ان کے نزدیک افعال کا خالق بندہ ہے ورنہ ایمان کا خواہ شر ہو یا خیر سب کا خالق اللّٰہ ہے

۳۰ اور یہ تشبیہ زجر و توبیخ پر مبنی ہے فلا تعودوھم ولا تشہدوھم یہ دونوں جملے تہدید پر مبنی ہیں یعنی اگر وہ بیمار ہو جائیں تو عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازوں میں حاضر نہ ہو۔ یہ سب کچھ تشدید کے لئے ہے

108 عن[1] عمر قال قال رسول اللہ الخ و عن[2] عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ٢۴/٢٠

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے اہل قدر کی مجالست سے منع فرمایا اور علماء نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ لان المجالسۃ تورث المؤانسۃ یعنی ہم نشینی سے ایک انس پیدا ہو جاتا ہے اور ان کا خوف ہم میں سرایت کر جائیگا لیکن مؤانست کا وقوع بھی منع فرمایا اگر کوئی شخص بطور مناظرہ کے مجالست اختیار کرے یا کسی غرض صحیح مثلاً ان کی ہدایت وغیرہ کے لئے تو یہ جائز ہے ولا تفاتحوھم علماء نے اس کے چار مطلب بیان فرمائے اول یہ کہ مقدمات کا فیصلہ ان سے نہ کرائیں یعنی ان کو حکم نہ بنائیں دوسرے ان سے ابتداءً بالسلام نہ کرو سوم ابتداء بالسلام کا جواب نہ دو چہارم مناظرہ نہ کرو اور منع فرمانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اکثر وہ لوگ اپنے دلائل کے سمجھنے میں عاجز ہو کر وقت کی تضییع کرتے ہیں البتہ اگر یقین ہو کہ ان پر فوقیت ہوگی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسری[2] حدیث حضرت عائشہ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ آدمی ایسے ہیں کہ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں ولعنھم اللہ مشکوۃ میں وارد ہے لیکن بعض نسخوں میں اس جملے سے پہلے واؤ نہیں ہے تو اس صورت میں یہ جملہ دعائیہ ہو جائیگا یعنی ان پر لعنت کرتا ہوں خدا ان پر لعنت کرے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رسول کی لعنت اللہ کی ہی لعنت ہے بغیر واؤ کے جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہو جائیگا اور اگر واؤ کی صورت اختیار کیجائے تو پھر یہ جملہ دعائیہ اور تاکید جملہ خبریہ ہوگا کہ اللہ بھی ان پر لعنت فرماتا ہے۔ اصل میں یجاب اس جملہ میں تین احتمال ہیں (۱) جملہ حالیہ ہو (۲) جملہ مستقلہ ہو (۳) جملہ مستانفہ ہو حال ہونے کی صورت میں لعنتھم کی ضمیر ذوالحال ہوگی یعنی لعنت کرتا ہوں میں ان پر اس حال میں کہ نبی کی دعا مقبول ہے لہذا میری بھی دعا مقبول ہے اور جملہ مستقلہ ہونے کی صورت میں بھی مطلب یہی ہوگا کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی کی دعا مقبول اور میں بھی نبی ہوں لہذا میری دعا بھی مقبول ہوگی۔ اور جملہ مستانفہ ہونے کی صورت میں سوال مقدر کا جواب ہوگا کہ آپ کی لعنت سے کیا ہوا؟ گویا جواب دیا ہر نبی مستجاب الدعوۃ ہوتا ہے اور میں بھی نبی ہوں لہذا لعنت سے یہ ہوگا کہ میری دعا مقبول ہوگی۔ اور بعض نسخوں میں یجاب کے بجائے مجاب واقع ہوا اس صورت میں کل نبی مبتدا اور مجاب خبر ہو جائیگی۔ بعض نے کہا مجاب صفت ہوگی نبی کی لیکن اس پر کہا کہ علامہ طیبی اور علامہ تورپشتی نے اس کو رد کر دیا کیونکہ لازم آتا ہے بعض نبی ایسے بھی ہیں جنکی دعاء مقبول نہیں (نعوذ باللہ منہ) ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ صفت کاشفہ[2] الزائد فی کتاب اللہ زیادتی کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی اور ایک معنوی اگر لفظی زیادتی کی تو وہ کافر ہے اور اگر معنوی زیادتی کی تو پھر دو قسمیں ہیں ایک مع التاویل اور ایک بلا تاویل اگر بلا تاویل ہے تو کافر ہے اور اگر مع التاویل ہے تو کافر نہیں ہے ہاں اس سے اشد وہ ہے جو تقدیر کا مکذب ہے ٢٢

قاضی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد فعلی ارادہ ہیں
کیونکہ وہ ہر وقت فاعل ہے ۱۲

۲۲/۲۲ جس سے مراد قدریہ ہیں۔ تیسرا وہ شخص جو دبدبہ کے ذریعہ ذلیلوں کو با عزت بناتا اور با عزت لوگوں کو ذلیل کرتا 108
جیسے فساق و فجار کو بڑھانا چڑھانا اور علماء کو ذلیل کرنا۔ چوتھا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے حرم کو حلال بنائے یعنی حرم
کے داخل ہو وہاں کے درختوں وغیرہ کا کاٹنا اور جو امن کیلئے وہاں پہونچے اس کو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حرم کو حُرُم بضمتین پڑھا ہے اور اس سے مراد تمام وہ چیزیں جن کو شریعت نے حرام قرار دیا
۲۳ پانچویں المستحل من عترتی میں یا تشدید کے ساتھ اور بغیر تشدید ہے۔ تشدید کی صورت میں مطلب ہوگا کہ
جو شخص میری اولاد سے بے حرمتی کرتا اور بغیر تشدید کی صورت میں مطلب ہوگا کہ جو میری اولاد میں
سے اللہ کی حرمات کو حلال سمجھے اس میں پڑتا ہو۔ اول مطلب کی صورت میں عاطفہ ما ادراہ اللہ کا بیان ہے
ویسا ہی کہ اس سے خود رحم کرتا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان دونوں مطلبوں کو یہاں پر
۲۴ بیان کیا کیونکہ اول حقوق اللہ اور ثانی حقوق الرسول میں سے ہے۔ چھٹا شخص وہ ہے التارک لسنتی
جس سے مراد یہاں یہ ہے کہ شخص محاورہ میں داخل ہو التارک لسنتی کی صورت میں مطلب ہوگا
کہ جو میرے متعلقین اور آل و اولاد سے قطع تعلق کرنا سبب سمجھتا ہو
۲۵ عن مطر بن عکامس قال الخ وعن عائشة قالت قلت یا رسول اللہ الخ 110
حضرت مطر بن عکامس کی یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت کا اقتباس ہے و ما تدری نفس بای ارض تموت
علیم خبیر کی تفسیر ہے اور ... میں تحریر فرمایا ہے اس قبر پر ہوتا ہے سبب یہ ہے کہ وہ اسی قبر کی مٹی سے پیدا ہوا ہے
حضرت عائشہ کی حدیث میں ذراری المؤمنین کا مطلب ہے کہ حال ذراری المؤمنین تو حضور نے فرمایا 111
من آبائهم یعنی معدود من آبائهم علامہ تورپشتی کا قول ہے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ متصلون
بآبائهم۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ بعض من آبائهم اور خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کے حکم میں ہیں
جو حکم ان کے والدین کا ہے وہی ان کا ہے۔ رہا اعتراض جو ہوتا ہے اختلاف کا کہ جہنمی ہے اس سے
لازم آتا ہے کہ نیکی اور بدی ہی جہنمی ہے حالانکہ ایک دوسری حدیث میں آپ نے ان کو جنتی فرمایا ہے کہ
جواب دیا گیا کہ جنتی ہونا علم الٰہی کی بنیاد پر ہوا اور یہ حدیث قبل العلم ہے علامہ تورپشتی فرماتے ہیں
جیسا کہ حضور نے دنیا اور آخرت دونوں کا حکم بیان فرمایا۔ دنیا کا حکم یہ ہے کہ هم من آبائهم اور آخرت
۲۲/۲۷ کا حکم یہ ہے کہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ فقلت یا رسول اللہ بلا عمل حضرت عائشہ کے کہنے کا
مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا یا صرف نابالغ تھے اپنے مسلمان والدین کے سبب جنت میں کیسے
جائیں گے اور اب بھی اور اولاد مشرکین بھی بغیر عمل کے اپنے والدین کے سبب جہنم میں کیسے جائیں گے۔
۲۳/۲ وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوائدة والموءودة الخ 112
الوائدة وأد یئد سے ماخوذ ہے جس کے معنی زندہ درگور کرنے کے ہیں اور اہل عرب اپنی اولاد کو

112 جو لڑکی ہوتی تھی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے ایک وجہ تو یہ کہ فقر میں تنگی ہوتی ہے دوسری وجہ یہ تھی کہ ٢٣/٢
وہ سمجھتے کہ گھر میں جا بیٹھی اور رسم رواج شخص ترفیع ہوگا تو حضور نے فرمایا کہ وائدہ اور موؤدہ دونوں
جہنم میں جائینگے یعنی وہ ماں اور بچہ دونوں جہنم رسید ہونگے۔ اب یہ حدیث ان لوگوں کے مخالف ہے
جو کہتے ہیں کہ اولاد مشرکین جنت میں جائیگی اور یہ کیا حدیث ان کی بھی ہے کہ الوئیدۃ فی الجنۃ۔ ملا
علی قاری فرماتے ہیں کہ موؤدہ سے بچہ مراد نہیں ہے بلکہ وائدہ سے تو دائی اور موؤدہ سے ماں مراد ہے کہ
صلہ حذف ہوا ہے اصل میں تھا الموؤدۃ لہا۔ اہل عرب کا دستور تھا جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آتا تو
ایک گڑھا کھودتے اور اس عورت کو وہیں بٹھاتے اور دائی اس کے پاس بیٹھ جاتی جب بچہ پیدا ہوتا تو
فوراً اسکو دیکھتی اگر بیٹا ہے یا بچی ہے اگر مونث ہوتی تو اس گڑھا میں چھوڑ کر مٹی ڈال دیتی تو یہاں
وہ دائی اور ماں مراد ہے (۲) دوسرا محمل اور اسکی یہ تاویل کی گئی ہے یہ خاص شخص کے بارے میں ہے
ابن ابی ملیکہ نے حضور سے ان کے متعلق دریافت کیا تھا اس پر آپ نے فرمایا کہ ماں اور اسکی لڑکیاں
دونوں جہنم میں ہیں ماں تو اسوجہ سے کہ اس نے نفس محترم کو قتل کیا اور لڑکیاں یا تو بالغ ہو چکی
ہونگی یا حضور کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا کہ اگر یہ بالغ ہوتی اور زندہ رہتی تو کافرہ ہوتی۔
ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد لہذا پہلے جواب کی تاویل بہتر [illegible]

113 **الفصل الثالث**:- عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ٣
حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر بندہ سے فارغ ہو گئے پانچ چیزوں سے فرغ الی کل عبد الخ ٣
اعتراض وارد ہوگا کہ فرغ کا صلہ الی نہیں آتا بلکہ من آتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرغ متضمن ہے
انتہا کے معنی کو اب فرغ منتہیا الی کل عبد الخ جواب۲ الحروف الجارۃ تقوم بعضہا مقام بعض لہذا یہ
یہ الی لام کے معنی میں ہے جواب۳ بغیر لام کے استعمال ہوا ہے یہ قول اچھا نہیں ہے
کیونکہ صحیح تو وہ ہے جو صاحب قاموس نے بیان فرمایا کہ اسکا صلہ من ہی آتا ہے۔
دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے بارے میں فارغ ہوگئے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے
معطلہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے عقل اول اور فلک اول کو پیدا
کیا اور عقل اول نے عقل ثانی کو اور فلک اول نے فلک ثانی کو پیدا کیا اور یونہی تا
تا عاشر وعلیٰ ہذا القیاس دس تک یہ تخلیق ہوتی رہی اور عقل عاشر اور فلک عاشر کا
ذریعہ دنیا میں تمام اثرات ہوتے ہیں اور وہ دس عاشر سے [illegible] حضرت جبرئیل
علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے عقل اول کو پیدا کر کے معطل ہوگئے (نعوذ باللہ منہ) اسکا جواب
ہمارے طرف سے یہ کہ قرآن پاک میں ہے کل یوم ہو فی شان یعنی اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات تسلیم و

113 دیباچہ میں ہے صفات جلال و جمال ان تمام میں سے کسی ایک کا ادراک بھی ظہور نہیں پاتا ہے ہزار جلوہ ہو کر ۲۳/۴
لا انتہا و مکمل نہیں ہے اور حدیث میں جو فرق فرمایا گیا ہے یہ نتیجہ ہے علوم تعلیم اور علوم تنزل سے یہ حدیث دو روایات
عبد الحق کی روایت عالی ہے من خلقه من خمس من خلقه شعبی سے فرق کیا اور من خمس کا تعلق ۴
علاوہ ازیں فرمایا ہے کہ یہ من خلقه کا عطف بیان ہے ۔ ربا عذر ضمن ہوگا عطف بیان کیلئے واو عاطفہ
حذف ہوتا ہے اور بیان نہیں ہوتا جو بیان کیا گیا ہے اگر ادیا ادعا یہ جملہ واقعہ ہے اس سے
اجله رتبے معنی شاید ہیں متفرق ایک دوسرے ہیں عمر اور موت دونوں واردہ ہو سکتی ہیں کیونکہ ۴
ہر ایک کا ایک تاریخ مقرر ہے اور تنبیہ کے لئے اور زیادتی نہیں ہو سکتی وعمله رتبے اور عمل خیر اور عمل شر
دونوں داخل ہیں ونضجعه واثره رتبے اور مختلف اقوال ہیں (۱) نضجع سے سکون و قرار ۴
اور زمان سے حرکت کا مقرار مستقر مراد ہے یعنی اس کی حرکات و سکنات تمام مکتوب ہیں (۲) اول سے آبا
اور اثر سے سفر مراد ہے یعنی سفر و حضر کی تمام کیفیات مندرج ہیں (۳) نضجع سے قبر اور اثر سے ثواب
عقاب مراد ہے (۴) اول سے قبر اور زمان سے دنیا کی حرکات اور سکنات مراد ہیں یعنی عالم دنیا اور
عالم برزخ دونوں کے احوال مکتوب ہیں و موقعہ اس کی دو صورتیں ہیں ایک کیفیت کی اور ایک کمیت
کی یعنی حلال رزق مقدر میں ہے یا حرام اور کمیت کا مطلب کثیر و عطا ہے یا تنگی ۔

114 وعن عائشة قالت سمعت الخ وعن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب ص۲۳/۴

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور فرمایا کرتے تھے جو شخص ذرا بھی تقدیر کے بارے میں تکلم کرے گا قیامت
میں سوال ہوگا سیر الشکال یہ کہ قیامت میں تو ہر شئی کا سوال ہوگا تو تقدیر کا مسئلہ کی کیا تخصیص ؟
جواب یہ کہ ہر ایک سوال ہوتا ہے دیکھنا اور ایک سوال تعنیف اور تنبیہ کا ہوگا اور یہاں ثانی
مراد ہے ۔ مقدمہ علی قاری فرماتے ہیں کہ مسئلہ کا تعلق دلائل نقلیہ سے ہے اور دلائل عقلیہ کا خوض
سے منع کیا گیا ہے تو اگر کوئی شخص بجائے دلائل نقلیہ کے دلائل عقلیہ سے تحقیق کرے تو اس سے
سوال ہوگا قیامت کے دن کیونکہ منع کا اور یہ حدیث نہی عنہ سے خوض کیا ۔ اور جو یہ کہ دلائل نقلیہ سے بھی
خوض نہ کرے کیونکہ حسبانیة بھی کا اعتزال تک پہنچ ہوں کو اس میں کلام ہوتا ہے نعوذ باللہ منها ۔

115 دوسری حدیث ابن الدیلمی سے مروی ہے ایک تنبیق شراح نے لکھا تھا کہ نام کیا بعض نے کہا کہ
یہ عبد الرحمن دیلمی ہیں اور بعض نے کہا عبد اللہ اور بعض نے کہا ضحاک مراد ہیں لیکن صحیح
یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن فیروز دیلمی مراد ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب کے پاس آیا اور
ان سے کہا کہ مجھے شبہ واقع ہوا ہے تقدیر کے بارے میں وقع فی نفسی شیئی ایا اس سے یہ مراد
ہے بعض نے کہا کہ شبہ یہ تھا کہ یہ تمام افعال کا صدور بندہ سے ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے یا اللہ

۲۳/۵ صدور اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ شبہ پیدا ہوا اتنا کہ جب سب کچھ تقدیر سے ہوتا ہے تو ثواب اور 115
عقاب سے کیا فائدہ ہوا جواب دیا وہ میں شیء من القدر کیا ہے انتہائی عبارت اور زیادہ ہے فخشیت علی دینی
۷ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ترجمہ کیا ہے شیء من القدر کا یہ کہ اشارہ ہے یا اس شک کیونکہ یہ ایک
خطرہ اور شبہ ہے اور یہ جائز نہیں ہے لیکن صحیح فرمایا ہے ایمان بالقدر پر پس آپ کوئی حدیث بیان فرمائیے
جس سے شاید میرے قلب سے ختم ہو جائے ابن دیلمی نے اس عبارت کا یہ عبارت ہے فعل اللہ
ان ینفعنی بہ اور دونوں کا ایک ہے اس پر حضرت ابی نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل زمین و
۸ آسمان کو عذاب دیں تو تب بھی وہ ظالم نہیں ہیں وهو غير ظالم لهم یہ اس وجہ سے کہ ظلم کے
معنی ہیں کہ غیر محل میں کسی شی کو رکھنا اور یہاں تمام مخلوقات اللہ کی ملک میں ہیں پس اپنے محل میں
تصرف ہوا مالک کو حق ہے کہ جس طرح چاہے اپنی ملک میں تصرف کرے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ
اس حدیث سے حسن و قبح عقلی کا بطلان ہو گیا اس کا خلاصہ تفصیل آئندہ میں ہے کہ اہل سنت والجماعت کہتے
ہیں کہ کسی شی کا اچھا یا حسن کا علم شرع سے ہوتا ہے یعنی شریعت نے جس چیز کو حسن کہہ دیا وہ
حسن ہے سو وہ حسن ہے اور جس کو قبیح کہہ دیا اس کا اعتبار ہے سو وہ قبیح ہے اور معتزلہ کا
نظریہ اس کا تعلق عقل سے ہے جس کو عقل قبیح کہے وہ قبیح اور جس کو حسن کہے وہ حسن ہے اور
اس حدیث میں تمام کو عذاب دینے سے ظلم بھی ظلم کی نفی کی گئی حالانکہ عقل کہتی ہے کہ تمام کو عذاب
۹ دینا قبیح اور ظلم ہے تو معلوم ہوا کہ عقل کو کوئی دخل نہیں ہے ولو انفقت مثل احد ذهبا الخ
احد پہاڑ کی قید احترازی نہیں ہے کہ اگر اس سے زیادہ خرچ کیا تو قبول ہو جائے گا بلکہ یہ قید علی
سبیل التمثیل ہے یعنی اگر تمام پہاڑوں کے برابر بھی خرچ کروگے لیکن ایمان بالقدر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول
۹ نہیں فرمائیں گے ما قبله الله منك اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ کا حبط ہو جاتا ہے
اور حبط اعمال کا سبب کفر ہوتا ہے تو لازم آیا کہ معتزلہ اور منکرین تقدیر کافر ہیں اسی طرح
آئندہ روایت واقعہ سے بھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ جب معبد جہنی نے سب سے اعتزال کا دعوی
کیا تو یحیی بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمن الحمیری دونوں حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ گئے اور وہاں جا کر
خیال کیا کہ حضور کے صحابہ میں سے کسی کو ملیں اور اس فتنہ اعتزال کے بارے میں سوال کیا جائے
چنانچہ یہ دونوں حضرات حج یا عمرہ کے لئے حرم میں عبد اللہ بن عمر سے ملے اور تمام واقعہ عرض کیا آپ نے
غصہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ تم ان سے کہو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ لوگ مجھ سے بری ہیں وغیرہ وغیرہ
تو اس بری ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کافر ہیں کیونکہ مومن سے بری ہونا نہیں ہوتا حالانکہ ہمارا عقیدہ
قبلہ ہے کہ اہل قبلہ میں اور ان کی تضلیل و تفسیق جائز ہے اور تکفیر جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ

115 معتزلہ کی دو قسمیں ہیں ایک اولی اور ایک فرقہ ثانیہ۔ پہلے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علم سابق کا انکار کیا ۲۳ ۹
کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شئ مقدر کا علم نہیں یہ لوگ ختم ہو گئے اور یہاں یہی لوگ مراد ہیں اور فرقہ ثانیہ
علم کا منکر نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق خیر ہے اور خالق شر نہیں تو ہمارا عقیدہ۔ ان لوگوں کا
متعلق ہے نہ کہ اول کا۔ **ولتعلم ان ما اصابك** علامہ طیبی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ عطف ۹
الخاص علی العام کی قبیل سے ہے اگرچہ یہ سب کچھ ایمان بالقدر میں آگیا تھا اور اس سے رضا بالقضاء
کیونکہ اشارہ کیا کہ جو چیز تجھ کو پہنچی وہ تجھ سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو تجھ سے ٹل گئی وہ
تجھ کو پہنچنے والی نہیں تھی اور اگر تو اس اعتقاد کے علاوہ پر مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا **ولدخلت النار** ۱۰
اس سے یہ دونوں فرقے مراد ہو سکتے ہیں یا اس سے فرقہ اولی یعنی معتزلہ اولی مراد ہیں یہ کہ فرقہ ثانیہ تو کافر
نہیں۔ ابن الدیلمی حضرت ابی بن کعب [illegible] کے پاس گئے اور ان تینوں نے ایک جواب دیا حدیث [illegible]
طور پر یعنی حضور کی جانب سے خاص طور پر ذکر نہیں کیا بلکہ جو تیسرے صحابی ہیں زید بن ثابت ان کا کلام حدیث
متصل ذکر کر دیا گیا وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی کہ اول تینوں سے چونکہ بطور استفتاء کے سوال تھا لہٰذا جواب
بھی بطور فتویٰ کے دیا اور چوتھے صاحب نے اطمینان کے لئے حضور کا قول کو بیان فرما دیا ۔

116 **وعن نافع ان رجلا اتى ابن عمر الخ وعن علی قال سألت خديجة النبي صلی اللہ علیہ وسلم** ۱۲
حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عمر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام
کہا ابن عمر نے فرمایا کہ اس فلاں شخص کی بابت مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے ایک نئی چیز ایجاد کی ہے پس
اگر اس نے ایسا کیا ہے تو **فلا تقرئه منی السلام** علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ اس کا ۱۴
سلام قبول نہیں کیا ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ میرا سلام اس سے [illegible]
حدیث کا یہ مضمون ہے وہ [illegible] میں ابن عمر کی حدیث ہے ۔

117 دوسری حدیث حضرت علی کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے اپنے ان دو بچوں کے بارے
میں سوال کیا جو حضور سے پہلے خاوند سے تھے آپ نے فرمایا وہ جہنم میں ہیں۔ علامہ طیبی فرماتے
ہیں کہ [illegible] تابع ہوں گے اب [illegible] ہو گئے کا [illegible]
دنیا کا [illegible] ہو گیا یعنی وہ دونوں حضرت خدیجہ کا تابع ہو سکتا ہیں ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ تابع [illegible] یعنی اسلام [illegible] ان دونوں کا [illegible]
یہ دونوں [illegible] حضرت خدیجہ نے ان ما جرا [illegible] ۱۸
ہے تو آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے **فولدی منك** [illegible] میں اختلاف [illegible]
بعض نے حضرت [illegible] اور بعض نے [illegible] اور بعض نے [illegible] بیان کیا۔ اور

117 بعض نے کہا کہ حضور کے دو صاحبزادے تھے ایک ابراہیم اور ایک قاسم اور طیب اور طاہر یہ دونوں لقب تھا ۲۳/۱۸
اور بعض نے کہا کہ آپ کے [illegible] ایک لڑکا تھا اور چار لڑکیاں انکی نام ہیں جو آپ نے استیعاب [illegible]
[illegible] فرمائی [illegible] و رقیہ و ام کلثوم بالبیان [illegible] اور استیعاب [illegible] بعض
کا قول ہے [illegible] میں [illegible] اور انکی تکمیل جیسا ہو گی جیسا انکی اولاد بھی جنت میں جائے گی
انکی اولاد جنت میں ہو گی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے [illegible]
[illegible] راوی محمد بن عثمان مجہول ہیں [illegible] میں انکا شمار [illegible]

۱۱ ربیع [illegible]

118 وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما خلق الله ۴۰
اس حدیث کا مضمون ما قبل میں گذر گیا چند باتیں [illegible] نسمۃ کے معنی روح کے ہیں یعنی آپکا
ذی روح [illegible] پیٹھ سے [illegible] پیدا ہونے والا ہے اللہ نے قیامت تک یعنی قیامت تک جتنے ہونگے
پیدا کئے ان سب کو پیٹھ سے نکالا اور ہر ایک کی پیشانی کو چمکدار بنا کر آدم کے سامنے پیش کیا [illegible]
میں زیادہ تھا سوال کیا [illegible] داؤد علیہ السلام ہیں۔ اعتراض [illegible] حدیث میں حضور کی
[illegible] آدم کو [illegible] بعض حضرات [illegible] جو آپ نے [illegible]
جو آپ نے [illegible] دونوں میں [illegible] خلفاء [illegible]
دونوں کو [illegible] اپنی عمر کا چالیس سال ان کو دے دیں [illegible] انکی عمر ساٹھ سال
سال کی تھی [illegible] حدیث میں [illegible] اور انکی عمر
سو سال تھی [illegible] سال [illegible]
صحیح [illegible]
[illegible] میں [illegible]
[illegible] سال میں
[illegible]
[illegible] ۔۱۲

119 عن ابی الدرداء عن النبی صلی الله علیه وسلم قال خلق الله آدم ۴۶
حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام
کو پیدا فرمایا جس وقت پیدا فرمایا حین خلقہ [illegible] ہے عالم کی ۴۶
طرف [illegible] اعتراض [illegible]
[illegible] ہے

116

سے وعدہ کا وفا کرنا اور زیادہ نسخوں سے آئی ـــــ ش ـــــ تو یہ اس میں آ تجو سے بہتر نہیں ہے ۲۳/۲۶
بار ہستا عالم خلق اللہ کے ابتدا اعتراض ہوا کہ ظرفیہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ معنی یہ ہوگا کہ جب پیدا کیا
آدم کو جبکہ پیدا کیا اس سے کسی زمانہ کا بیان معلوم نہ ہو سکا۔ اس کا جواب سید جمال الدین نے دیا کہ یہ ظرف لغو
ہے بتایا کہ وقت ارشاد یہ مقصود ہے کہ تخلیق کی ابتدا کا علم نہیں ہے بہر حال جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا
تو ان کا اللہ تعالیٰ نے آگے درج نے فرمایا ہے فضرب بیدہ فعل تو حاد بنا ہے لیکن اس سے تو قدیم التعاون کے ۲۶
ہو سکتا ہے بیدہ اللہ تعالیٰ کیلئے ضمیر راجع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جو اس بارہ میں ہے جو اس کا مجاز ہے
قدرت سے اور تمثیل مقصود ہے اور قدرت پر دلالت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک توجہ دائیں طرف ڈالی تو
اس سے پاک ہو کر ذریت سفید نکلی اور جب بائیں جانب توجہ کی تو اس کا اثر سیاہ ذریت پر
ظاہر ہوا کانھم الذر ذال معجمہ کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں دال مہملہ کے ساتھ آیا ہے اول صورت میں ۲۷
تشبیہ اور مقدار کے ساتھ تشبیہ دینی مقصود ہے کہ چیونٹی کیطرح تھے اور چھوٹے چھوٹے تھے اور ثانی صورت
میں بریق و لمعان میں تشبیہ مقصود ہوگی کہ وہ ذریت موتی کیطرح چمکدار تھی۔ شیخ عبد الحق محدث
نے ذکر کیا کہ بعض موتی کی روایت اس اہم ہے لیکن علامہ طیبی نے ذکر کیا کہ اول روایت زیادہ اچھی ہے
کیونکہ اکثر نسخ میں ذال معجمہ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کی سفیدی
اور چمک تھی اور بعض لوگوں کی صفت سیاہ تھی اور اس سے پہلے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ کی گزری کہ
اور تعجب کی بات ہے کہ ان منہم وبیصا من نور ہے اس ان پر نور کی چمک تھی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان سے مراد
وہ لوگ اصحاب الیمین ہیں جو اصحاب شمال نہیں جو ان کا چمکنا سیاہی کے منافی نہیں ہے کہ ایک چیز سیاہ
ہونے کے باوجود بھی چمکدار ہو سکتی ہے جو اس کا ابن حجر مکی نے فرمایا ہے کہ اخراج ذریت کے بعد اخراج ہوا
پہلی ذریت میں تمام انسانوں میں چمک تھی اور ثانی ذریت میں بعض میں چمک اور بعض میں سیاہی تھی
اسی طرح سے انہوں نے بعض قول کی تردید کی اور فرمایا کہ اخراج سے مقصود [illegible] تھا اور وہ بھی
ذریت میں حاصل ہو گیا [illegible] کا قول [illegible] اور یہاں ہے للذی فی یمینہ ای فی حق الذی ۲۸
فی قبضۃ یمینہ او متعلق الی الجنۃ [illegible] یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا میں
تم کو جنت میں پہنچاؤں گا اور اگر خطاب ذریت کا ہے تو الی الجنۃ کا متعلق محذوف ہوگا
یعنی ہو اوصلہم الی الجنۃ ولا ابالی اس سے ارشاد فرما دیا [illegible] کا قول حق [illegible] ہے ۲۷/۱
اسکے بعد اللہ تعالیٰ بائیں ہاتھ کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا تم کو میں جہنم میں پہنچا دوں گا فی لتقف
الیسری بعض نسخوں میں فی کتفہ کی بجائے فی یدہ اور بعض میں فی کتفہ الیسری آیا ہے اور دونوں کا معنی ایک ۱
ہے [illegible] اعتراض ہوا کہ یہ خطاب [illegible] ارواح [illegible] ہے [illegible] کتفہ الیسری [illegible]
[illegible] سے نکلی تھی جو [illegible] کا [illegible] اعتبار سے فرما دیا ۱۲

120 عن ابی نضرۃ ان رجلا من اصحاب النبی الخ وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷/۱
رجلا ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے لیکن اس کے علاوہ اور کچھ ان کے متعلق معلوم نہ ہو سکا اور روایۃ میں صحابی
کی جہالت صحت حدیث میں قادح نہیں البتہ صحابی کے علاوہ اور کسی راوی کی جہالت قادح ہوگی ۔

اصحابہ کی ضمیر ابو عبد اللہ کی طرف راجع ہے اور اس سے صحابہ کرام ہی مراد ہو سکتے ہیں اور تابعین ۲
حضرات بھی ہو سکتے ہیں الاول اولی ۔ بہر حال ابو عبد اللہ بیمار تھے تو ان کے ساتھی ان کی عیادت کو گئے اور آپ رو رہے
تھے اس پر انہوں نے کہا آپ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مونچھیں کٹوایا کرو اور اسی پر
قائم رہو حتی کہ تم مجھ سے ملو خدا معلوم کیا تم تو مطمئن تھے پھر کیوں رو رہے ہو ۔ اب یہاں حضور نے
مونچھیں کترنے کا حکم کیوں فرمایا شارحین اس سے ساکت ہیں بظاہر جو وجہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ مونچھیں
رکھنے میں ایک طرح کا تکبر کا سبب ہے اس وجہ سے آپ نے حکم فرمایا **حتی تلقانی** اب یہ کہ ملاقات کہاں ہوگی؟ ۳
ملا علی قاری علامہ طیبی سے نقل کرتے ہیں کہ علی الحوض یعنی حوض کوثر پر ملاقات ہوگی صلی اللہ علیہ وسلم
تسلیما کثیرا ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ علی الحوض او الجنۃ اب یہ کہ آپ رو کیوں رہے
کیوں رو رہے تھے جبکہ حضور نے بشارت دی تھی اور حدیث میں ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی اس کا جواب
یہ ہے کہ جو بات یہ آخری وقت تھا خوف زیادہ غالب تھا رحمت کا خیال نہ آیا جو آپ کا ایسے وقت میں
نسیان طاری ہو جاتا ہے اس وجہ سے بشارت کو بھول گئے تھے جو آپ کا حصہ تھا دخول جنت [illegible]
ہوتا ہے جو سنتا ہے کیا [illegible] میں ہوتا ہی ہو گئی ہو ۔ دوسری حدیث حضرت ابن عباس کی ہے جس کا تعلق
ما قبل میں بالتفصیل گزر گیا البتہ اس حدیث میں آخر میں السقط [illegible] متعلق ہے کہ علامہ قسطلانی اور
علامہ سیوطی نقل کرتے ہیں کہ ابو سہل خطابی کا قول [illegible] جس میں [illegible] سے اور یہ نقل کیا
کہ سب سے پہلے [illegible] علیہ السلام میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور یہ نام [illegible] اور نعم
اسی وجہ سے نہیں کہا اور یہ نفی کے لئے آتا ہے تو اس سے تو لازم آتا ہے [illegible] کہ یہ نفی النفی کے لئے
آتا ہے جو اثبات کے معنی میں ہے اس وجہ سے بلی کہا ۔ شعر [illegible] تو لا تقولوا ہی ہو سکتا ہے اور عکرمہ
بھی ان تقولوا انما اشرک الخ میں اور [illegible] الخلق [illegible] ہے جس کا [illegible] ممکن ہے چنانچہ علامہ سندھی نے
کہا [illegible] اول قول کو اور [illegible] ثانیہ تمام قول کو [illegible] میں بیان کریں گے ۔

122 عن ابی بن کعب فی قولہ عز وجل واذ اخذ ربک من بنی آدم ۸
حضرت ابی بن کعب واذ اخذ ربک من بنی آدم کی تفسیر کرتے ہیں کہ جمع کیا اللہ تعالی نے ذریت آدم کو اور ان کو
ازواج بنایا ازواجا میں دو قول ہیں ایک اصناف کے اعتبار سے یعنی بعض کو سفید اور بعض کو سیاہ بعض کو
گورا اور بعض کو کالا بنا دیا ۔ اور ثانی قول یہ ہے کہ اس سے مراد ذکور اور اناث ہے صورتیں [illegible] اس سے صورتیں

122 انسانی وجود سے جو شی کا بیان ہے حضرت شاہ صاحب نے اس کی تحقیق ہو گئی تھی فتعلموا علم جان کی اور فانی ٢٢/٨
بیان کیا ہے ... سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم پر آسمان و زمین کو قوت بنا دیا ہوں بعض نے بتایا کہ اور یہی
حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بتایا کہ ان دونوں کو مخلوقات کی علامتیں بنا دیا ہے

شاہ صاحب نے کہا ہے فرای الغنی والفقیر آدم علیہ السلام نے غنی و فقیر وغیرہ سب کو دیکھا کہ ٢٣
کیسے ہیں جو ان کا ظاہر ان کی شکلوں سے غنی و فقر کا علم ہو رہا تھا جو آپ نے ... میں اللہ تعالیٰ نے
کیا ہوگا جو آپ نے فرشتوں کا ... کو غنی و فقر کا علم ہوا ہوگا جیسا ان ... کا تعلق آدم
سوال کیا اور پتہ لگ گیا ہے جیسا سب کو برابر نہ بنا دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قال انی ا
کیونکہ غنی اپنے غنی کی وجہ سے شکر ادا کرتا ہے اپنے حسن پر اور فقیر صبر کرتا ہے میں اپنا دونوں کی تمام
آزمودہ ہیں ... اسکے بعد حضرت آدم نے انبیاء کی چہرہ انوار کو دیکھا اور ان کے ایک خاص
... ہوا ... کا بیان گیا تھا جیسا کہ اس آیت میں ہے واذ اخذنا من النبیین ...
پانچ انبیاء کی تخصیص ان کی شہرت اور اولوالعزمی کی وجہ سے ہے

123 عن ابی الدرداء قال بینما نحن — وعن ام سلمۃ قالت یا رسول اللہ ٢٤
حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ ہم لوگ ... ہو رہے تھے ... چیزوں کا تعلق ... تھے اچانک
حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم جیسا ... ہو ... تو ... اور اگر
یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے اپنی عادت ... تو تصدیق نہ کرو ...
کی جو عادات ہوتی ہے ... وہ ... میں ہوتی ہے ... اور ...
بیان ... وغیرہ ...
...
حضور اکرم ... اللہ ... کو ... کی عادات ... نہیں ...
نہیں کہ ... بالکل ختم ہو جاتا ہے ... اور ...
... وغیرہ وغیرہ — دوسری حدیث حضرت ام سلمہ کی ہے حضرت ...
... ہے ... ہے آپ نے فرمایا ...
میں تھا ادھر ... جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ...
... نے حضور کی دعوت کی ...
... ہوتا تھا اور ...
... ہے ١٢

باب اثبات عذاب القبر

اس باب کا ربط مختلف ابواب سے ہیں جن کا تفصیلی ذکر کتاب کی ترتیب وار فہرست سے ملے :- ٢٤/٢٢

بحث اول :- اس باب کو ماقبل کے باب القدر سے یہ مناسبت ہے کہ جو باب عقیدہ نمبر میں تین چیزوں کو ذکر کیا تھا اول علم ، ارادہ ، قدرت تو جس ذات میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو جو شخص اس کے فیصلوں کا تم انکار کرو گے تو وہ تمہارے اعمال کا ارادہ رکھتا ہے اور چونکہ قادر ہے تو ضرور سزا دیگا تو اس سزا کا بیان فرما رہے ہیں۔ دوم باب القدر کا بہ تکرار بیان ہوا ہے جس کا تعلق عقائد میں سے ہے ایسے ہی یہ مسئلہ بھی متعلق عقائد کا ہی ہے۔

بحث ثانی :- عذاب قبر حق ہے یا نہیں۔ جمہور اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کا اور ان کے اتفاق عقیدہ عذاب قبر حق ہے خوارج و جہمیہ منکر ہیں اور اکثر معتزلہ تو فرقۂ منکرہ ہیں انکی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور بعض جاہل کہتا ہے کہ عقیدہ کافروں کو عذاب قبر ہوگا اور مؤمنین کو نہیں۔ جو لوگ منکر ہیں وہ کہتے ہیں (١) کہ جو مردہ ہے وہ اسکا جسم کا ہوتا ہے اور نہ نشان ہوتا ہے بلکہ اس کا وجود نہیں ہے (٢) ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص پانی میں ڈوب کر مر جاتا ہے یا درندہ اس کو کھا جاتا ہے تو وہ نہ قبر میں گیا اور نہ اس پر عذاب ہے۔ اول کا جواب یہ ہے کہ کسی شئی کا وجود کیلئے نہ احساس ضروری ہے اور نہ نشان ہے۔ دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دار کی تین قسمیں ہیں۔ دار دنیا۔ دار آخرت۔ دار برزخ یہاں قبر سے وہ مکان مقصود نہیں ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ اور جو لوگ منکر ہیں اسکے حق ہونے پر انکا دلائل دیا قرآن سے کہ قرآن پاک میں ایک جگہ ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس سے عذاب قبر ثابت ہے کیونکہ عذاب جہنم میں غدو اور عشی کی قید نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ولنذیقنہم من العذاب الادنیٰ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد ہے اور عذاب جہنم مراد نہیں کیونکہ اس کے بعد دون العذاب الاکبر ہے آگے چل کر فرمایا۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس سے عذاب قبر اور دنیا دونوں ہیں کیونکہ دنیا کے آخر میں لعلہم یرجعون آیا ہے اور معذب قبر میں رجوع کا امکان نہیں۔ البتہ اس عذاب ادنیٰ سے دنیا کا عذاب مراد ہے کیونکہ رجوع یہاں ہی متحقق ہوتا ہے لیکن آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابن عباس تفسیر القرآن ہیں اور وہ یہ فرماتے ہیں تو کہا جائیگا من العذاب الادنیٰ سے بعض عذاب مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ عذاب ادنیٰ کا بعض دنیا میں ہوگا اور جو عذاب ادنیٰ کا باقی رہ گیا وہ یقیناً قبر میں ہوگا کیونکہ جہنم کے عذاب کی نفی ہو گئی ہے۔ ایک جگہ اور قرآن پاک میں ہے الیوم تجزون عذاب الہون اس سے بھی عذاب قبر مراد ہے۔ یہ تین جگہ ارشاد فرمایا اور بہت احادیث علیہم السلام سے احادیث بھی بکثرت موجود ہیں تو گویا وہ احادیث اسکے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔

بحث ثالث :- یہ ہے کہ عذاب روح یا جسم کو ہوتا ہے یا بعض جسم کو۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس جسم معذب نہیں ہوتا ہے بلکہ جسم اصلی معذب ہوتا ہے۔

۲۴ / ۲۴ بحث رابع :- فتنۃ القبر کا [illegible] میں ہے یعنی قبر میں سوال منکر نکیر کیا [illegible] میں ہے یا ان دونوں [illegible] فرماتے ہیں کہ سوال روح سے ہوگا جسم سے نہیں۔ امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جسم [illegible] بعض یہ قول مردود ہے۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک جسم اور روح دونوں سے سوال ہوگا یہی صحیح قول علماء کا [illegible]

بحث خامس :- کیا سب سے سوال ہوگا یا نہیں؟ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک سوال ہوگا [illegible] لوگوں [illegible] سے [illegible] بعض کے نزدیک نہیں ہوگا کیونکہ سوال کا تعلق امتحان سے ہے اور [illegible] دونوں عذاب [illegible] ہی متعلق ہیں اور جو لوگ عذاب القبر کا انکار [illegible] عذاب قبر [illegible] ہوتا ہے [illegible] حقیقی عذاب مراد نہیں۔

بحث سادس :- عذاب قبر دائم ہوگا یا نہیں؟ بعض علماء کو [illegible] ہے اور [illegible] یعنی قیامت تک ہوگا۔

بحث سابع :- سوال صرف امت محمدیہ سے ہوگا یا دوسری امتوں سے بھی اسی طرح عذاب صرف اسی امت کو ہوگا یا دوسری امتوں کو بھی ہوگا؟ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہے حافظ ابن عبدالبر نے اسی کو ترجیح دی۔ بعض کے نزدیک امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسری امتوں میں بھی عذاب اور سوال ہوگا۔

بحث ثامن :- سوال کس زبان میں ہوگا؟ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ عربی میں ہوگا اور احتمال ہے کہ ہر شخص سے اس کی زبان میں ہو۔ حافظ سیوطی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہیں کہ سریانی [illegible]

بحث تاسع :- نابالغ بچوں سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ بعض کے نزدیک ہوگا لیکن اصح یہ ہے کہ نہیں ہوگا۔

بحث عاشر :- صرف مومنین سے ہوگا یا کافرین اور منافقین سے بھی؟ اس کا اندر علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک صرف مومنین سے اور بعض کے نزدیک کافر سے تو مختص ہے اور بعض کے نزدیک کفار منافقین دونوں سے ہوگا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں [illegible] منافق [illegible] سے [illegible] منافق [illegible] مراد ہے [illegible] منافق سے ہوگا۔

125 الفصل الاول :- عن البراء بن عازب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم " ۳۴
[illegible] المسلم [illegible] اس سے [illegible] چند جواب ہیں

جواب ۱ :- مسلم [illegible] قرآن پاک میں ہے الرجال قوامون علی النساء۔

جواب ۲ :- جنس مسلمان مراد ہے المسلم سے [illegible] مسلمہ بھی [illegible] داخل ہے۔

جواب ۳ :- المسلم کا [illegible] دو اسلام [illegible] مذکر و مونث دونوں کو شامل ہے۔

۲۴/۲۴ اذا سئل فی القبر حضور نے مسئول عنہ کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ وہ محذوف ہے ای اذا سئل بما ذا یشہد او یدین 125
با ہو جواب شبہ اس کا۔ یعنی مسلمان جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہاں پر یہ سوال کہ دین کا ہے بیشک بعض کے نزدیک یقینی دن
تھا اور بعض روایات مطلق ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جو روایات مطلق ہیں انکو مقید بنایا
جائیگا امام کاذبی فرماتے ہیں کہ اسکا دین کا سوال ہوگا اور اسکا ہم نے فرمایا یہ اس آیت کا
مصداق ہے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ تثبیت سے مکون اور ثبات مراد ہے
یعنی وہ گھبراتا نہیں۔ اور قول ثابت سے کلمہ طیبہ مراد ہے اور ایک روایت میں قیل یہ آیت نازل
۲۵ ہوئی عذاب قبر کے بارے میں اور اس شخص سے سوال ہوگا من ربک وہ جواب دیگا میرا رب اللہ ہے
اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سوال صرف رب کا متعلق ہے اور جواب میں نبوت کو بھی ذکر کیا یہ زائد
پر قرار ہوتی کہا ہے یہ روایت میں اختصار ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض روایات میں صرف توحید کا متعلق
سوال اور بعض میں رسالت کا بھی اور بعض میں قیل من ربک ما دینک من نبیک۔ اس اختلاف کی
کیا وجہ؟ جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف اشخاص پر مبنی ہے بعض سے صرف ایک شئی کا اور بعض سے دو کا
تین کا سوال ہوگا۔ جواب یہ اختلاف روات پر مبنی ہے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ بہر حال یہ سوال
علامہ سیوطی نے بعض کے نام گنوائے ہیں جن سے سوال نہیں ہوگا۔ انبیاء۔ شہداء۔ صدیقین۔ طاعون
کا مریض۔ سرحد پر مسلمانوں کی حفاظت کرتا ہوا مرنے والا۔ بچے۔ اور جو جمعہ کی رات میں مرے۔

۲۵ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع الخ 126
ان العبد اذا وضع فی قبرہ شرط اور اتاہ ملکان جزا اور انہ یسمع قرع نعالہم بتقدیر واو حال واقع ہے
عبد سے یہ تو اسکی ترکیب ہوئی اب ترجمہ سنئے!

حضرت انس حضور سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بندہ کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے ساتھی
واپس ہوتے ہیں اور وہ انکے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس سے دو شئی مستنبط ہوتی اول سماع موتی
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں امام صاحب سے یہی منقول ہے
مگر قاضی عیاض مالکی کا اسکی تردید کر دی خود صاحب مشکوۃ بعض کے نزدیک ثابت ہیں اور بعض کا
نزدیک ثابت ہے جو لوگ سماع کے منکر ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں انک لا تسمع الموتیٰ
اور جو لوگ سماع کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث سے اور اسکے علاوہ اور ان احادیث
سے جنکے اندر ترغیب دی ہے اسکا حکم دیا ہے جب تم قبرستان جاؤ تو کہو السلام علیکم یا اہل القبور الخ وغیرہ
بہت سی احادیث ایسی ہیں جن سے سماع کا ثبوت ہے اور آیت کا جواب یہ ہوگا کہ یہ نفی ہے سماع کی

126

۲۵
۱ دو قسمیں ہیں ایک سماع قبول اور ایک عدم قبول آیت میں سماع عدم قبول کی نفی کی گئی ہے علامہ [illegible] نے
[illegible] کے لئے [illegible] سے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ سنتے ہیں تو بعض دفعہ سنتے ہیں اور بعض دفعہ نہیں
دو گرہ اشکال یہ ہے کہ سننے کا ثبوت ہے جو [illegible] قبرستان میں جاتا ہے [illegible] حضور کو حاضر ناظر سے
ماننے والوں کا یہ استدلال ہے کہ اموات سنتے ہیں جانتے نہیں کیونکہ اپنے امتی کو جو ایک شخص کو پیش
کیا جاتا ہے مثال [illegible] پیش ہوا تھا حضور اس [illegible] کا جواب دیتے ہیں یا تمثیل [illegible] میں ان کی
شکل ہوتی ہو بہر حال حضور کا دیدار [illegible] کے ساتھ جیسے جاتے ہیں تو اس کے پاس [illegible] آتے ہیں
فیقعدانہ کیا اس روایت میں بیٹھنے کا آیا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہی روایت اولیٰ ہے
کیونکہ پہلے سے وہ شخص لیٹا ہوا تھا اور قعود کہنا یہ جب ہوتا ہے اضطجاع کی حالت میں ہو اس لئے یقعدانہ
اولیٰ ہے یہ جلوس سے اولیٰ ہے کیونکہ اضطجاع کے بعد جلوس ہوتا ہے صاحب [illegible] نے اس کی تردید کی
اور فرمایا کہ قعود اور جلوس کا دونوں مترادف ہیں کیونکہ قیام اور [illegible] کو اضطجاع کے بعد قعود کا
استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ عینی کا جواب فرماتے ہیں کہ اگر [illegible] میں قعود کہنا یہ ہو تو
تب بھی یقعدانہ صحیح ہے کیونکہ وہ ان دونوں فرشتوں کو دیکھ کر گھبرا کر کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے قعود
کر لیا ہو سکتا ہے کہ [illegible] معنی ہیں اور اگر اسکو اپنا فعل اور [illegible] کا معنی میں لیں تو یہی صحیح ہے یہ حال
جب اسکو وہ بٹھا دیتے ہیں یا [illegible] کر دیتے ہیں تو پھر [illegible] کیا کہتا تھا اس شخص کے بارے میں
۲ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) فی ھذا الرجل ہذا سے اسم اشارہ حضور کی طرف آتا ہے ایسا کہ
حضور سامنے ہیں تو اس کے مختلف جواب علماء نے دیئے ہیں!

جواب ۱ :- چونکہ آپ معروف فی الاذہان ہیں اس وجہ سے ھذا اسم اشارہ لائے۔

جواب ۲ :- آپ کا [illegible] قاعدہ ہے کہ حضور کا سامنے تصور سے سوال کیا جاتا ہے۔

جواب ۳ :- حجابات دور ہو جاتے ہیں اور حضور اپنے مقام سے ہی نظر آتے ہیں۔

جواب ۴ :- آپ بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور [illegible] کا مطلب [illegible] حضور [illegible] آتے ہیں۔

جواب ۵ :- دربار رسالت میں اسکو پیش کیا جاتا ہے اور وہاں سے سوال ہوتا ہے۔

تحقیق :- [illegible] قول [illegible] یہ [illegible] کی جانب سے ہے [illegible] کا قول ہے سید جمال الدین
فرماتے ہیں کہ اگر صحابی راوی کا قول ہوتا ہے تو وہ صرف محمد نہ کہتے بلکہ تعظیمی القاب کا ذکر فرماتے
یا رسول اللہ کہتے وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا یہ خود حدیث میں داخل ہے اور حضور کا قول [illegible]
جیسا حضور کے متعلق اس سے سوال ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہے تو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ
محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس کو جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے پھر جنت کا ٹھکانہ

126 ۲۵/۲ جل دیا گیا اور پھر جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ دونوں ٹھکانے دکھانے
دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ انسان خوش ہو۔ اور اگر وہ کافر ہے یا منافق تو کہیگا لا ادری میں نہیں جانتا
۲ جو لوگ کہتے تھے ما یقول الناس رسول اللہ کو مومن یا منافق قرار دیتے تھے یا کافر۔ اگر مومن قرار دیتا
تو کہنا اقول کا فاعل یا منافق ہوگا یا کافر اگر منافق ہے تو صحیح کیونکہ منافق وہی کہا کرتا تھا جو لوگ
کہتے تھے اور اگر کافر ہے تو مومن قرار دینا غلط ہوگا کیونکہ کافر مومن جیسا قول نہیں کہا کرتا تھا البتہ
دفع الضرر کے لئے نفاق کہہ سکتا ہے۔ اور اگر ناس سے مراد کافر لیا جائے تو پھر کہنا اقول کا فاعل
خواہ منافق ہو یا کافر دونوں صورتوں میں درست ہے پھر اسکو کہا جائیگا لا دریت ولا تلیت
اسکے علماء نے مختلف معنی و مطلب بیان کئے ہیں پہلے دو مطلب علامہ طیبی نے لکھے ہیں۔
مطلب ۱ نہ تو نے سمجھا اور تلیت اصل میں تلوت القرآن کے معنی میں ہے کہ نہ تلاوت کی تو نے
مطلب ۲ نہ تو نے سمجھا اور نہ تو نے تقلید کی اور نہ اتباع کیا یعنی مسلمانوں کا
مطلب ۳:۔ ابن السکیت فرماتے ہیں کہ اصل میں لا دریت ہے اور لا تلیت تحسین کلام اور تابع کے طور پر ہے
مطلب ۴:۔ اصل میں لا ائتلیت باب افتعال سے ہے استطعت کے معنی میں یعنی سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
مطلب ۵ اصل میں لا اتلیت تشدید کے ساتھ باب افتعال سے ہے اور جملہ بد دعائیہ ہے کہ اللہ کرے
کہ نہ تو جیسے اونٹ والے چھوڑتا ہے یعنی کوئی دوسرا بھی تیری نجات کا سبب نہ بنے۔ پھر وہ فرشتہ مارتے
ہیں اسکو لوہے کے گرز سے جیسا زور سے اور وہ زور سے چیختا ہے مطابق یہ ثقلین کی جمع ہے علامہ
طیبی و قرطبی فرماتے ہیں کہ جمع [illegible] کیا اسکا [illegible] ہر جزء [illegible] معروف
وارد ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وقتاً فوقتاً گرز مارتا ہے علامہ ابن حجر [illegible] کا کہنا ہے
[illegible] ہوتا ہے [illegible] احادیث میں صحیح وارد نہیں ہے اور صحیح قریباً شدید بیان کئے
واسطے [illegible] تھے اور اس قرب کی آواز کو علاوہ ثقلین کے کوئی نہیں سنتا۔ اور یہ اسوجہ سے نہیں
سنتے کہ اگر سن لیتے تو ایمان بالغیب ختم ہو جائیگا فالاول فافہم
۳ متفق علیہ۔ مگر یہ کہنا صحیح ہے کیونکہ واما المنافق والکافر سے آخر تک صرف امام بخاری کے الفاظ ہیں
127 ۴ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا
حضرت عبد اللہ بن عمر حضور سے نقل فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اسپر صبح و شام اسکا
۵ ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے بالغداۃ والعشی اسکے بارے میں علامہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ دو
احتمال ہیں دن کے صبح کو اور دن کے شام کو [illegible] دوسرا احتمال یہ ہے کہ روزانہ صبح و شام پیش ہوتا ہے
اب یہ [illegible] دن رات [illegible] ہوں گے جبکہ [illegible] ہیں علامہ قرطبی نے اسکا جواب دیا

۲۵/۵ ہے یا اگرچہ دن رات نہیں ہوتی ہے الشیٔ کی نفی اور اس سے ان کان من اہل الجنۃ بار بار 127

رات دن کا وجود لازم آتا ہے تو علاوہ ازیں یہ ما تقدیر عبارت یہ نکال جاتا جزا میں [illegible] محذوف علیہ

فمقعدہ من مقاعد اہل الجنۃ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ شرط و جزا کا اتحاد ایسی صورت میں ہوتا کہ جہاں

تفخیم مراد ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ معروض مقعدہ شہداء پر ہوگا کیونکہ انکی ارواح طیور کی شکلوں

میں جنت میں پھرتی ہیں اور اگر مان لیا جائے کہ ہوگا تو ان کا زیادتی کا سبب ہوگا حتی یبعثک اللہ الیہ

الیہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں یا تو مقعدہ ہو یا خود اللہ کی طرف راجع ہو۔ سید جمال الدین فرماتے ہیں

کہ مقعد کی دو قسمیں ہیں ایک معروض اور ایک غیر معروض یعنی وہ مقعد جس میں وہ خود موجود رہے اور یہاں الیہ

کی ضمیر جب مقعد کی طرف راجع ہوگی تو دونوں مقعد مراد ہو سکتے ہیں اور اس معروض مقعد کی طرف اللہ تم

[illegible] اور اگر غیر معروض مراد لیں یعنی جس میں وہ بیٹھا ہے تو [illegible] غیر معروض کا

٦ عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر الخ 128

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ یہودیہ [illegible] داخل ہوئی تھی [illegible] فرماتے ہیں کہ یہ علوم [illegible]

سے فرمادیا کہ [illegible] دیا کا [illegible] تو [illegible] ایسا فرمایا [illegible]

کسی [illegible] نہیں۔ [illegible] حضور نے یہودیہ کے قول کی اس حدیث میں تصدیق فرمائی اور

فرمایا نعم عذاب القبر حق اور مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ جب یہودیہ نے اس قسم کا سوال کیا تو آپ گھبرا

گئے اور فرمایا یہ جھوٹ کہتی ہے پھر چند روز کے بعد فرمایا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ عذاب قبر حق ہے

[illegible] جواب [illegible] دیا کہ دونوں قسم کے [illegible] میں [illegible] کہ آپ پہلے

علم نہ تھا بعد میں آپکو معلوم ہوا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سے حضور کو علم ہوا آپکو ہمیشہ

ہمیشہ آپکو دیکھتی کہ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ [illegible] غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تأخر [illegible]

تھے لہذا استغفار کی کیا ضرورت۔ جواب دیا گیا کہ تعلیم امت کیلئے ایسا فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

٩ عن زيد بن ثابت قال بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم في حائط لبني النجار 129

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ [illegible] کاتب وحی تھے اور حافظہ [illegible] ہجرت کے [illegible]

روز میں [illegible] میں [illegible] حضور کے حکم سے سریانی زبان سیکھ لی تھی آپ فرماتے ہیں کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار [illegible] کسی [illegible] میں [illegible] پر سوار تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے

١٠ علی بغلۃ حضور کے پاس پانچ خچر تھے [illegible] سے [illegible] اور [illegible] ان پانچوں میں سے

کسی [illegible] سوار تھے اچانک آپکی سواری بدکی اور قریب تھا حضور کو گرا دے اور وہ [illegible]

[illegible] قبریں [illegible] پانچ یا چھ قبریں تھیں [illegible]

129 ایک رجل نے عرض کیا کہ منکرین کی حالت میں ارشاد فرمایا ان ہذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا ۲۵/۱۰
علیم ترمذی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ سوال قبر اس امت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ھذہ الامۃ کا
لفظ تخصیص کا فائدہ دیتا ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس امت کے ساتھ مختص نہیں اور الامۃ
پر الف لام جنس کا ہے تمام امتیں مراد ہیں فلولا ان تدافنوا یعنی اگر خوف نہ ہوتا مجھکو اس بات ۱۲
کا کہ تم دفن نہیں کرو گے تو البتہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمکو عذاب قبر سنوا دیتا جسکو میں سنتا ہوں
اب اعتراض ہوا کہ حضور کو صحابہ سے اسکا خوف کیسے ہوا کہ وہ دفن نہیں کرینگے حالانکہ صحابہ سے فقدان کا
دفن کا واقع ہونا محال ہے اور دفن سنت ہے لہذا اسکو کیسے ترک کر سکتے تھے جواب ۱ یہ علیم اس
ذریعہ سے دفن نہ کریں کہ اسکو عذاب ہوگا کم ہمت اسکا اثر نہ آجائے جواب ۲ ان کا [illegible] خوف کا
مطلب یہ ہے کہ قریب میں دفن نہ کرو بلکہ خوف کیوجہ سے دور لیجا کر دفن کرو جواب ۳ مطلب یہ ہے کہ
دفن میں سستی اور جانا چھوڑ دو پھر آپ نے عذاب کا عذاب قبر اور [illegible] کلمہ [illegible] سے
بیان کا تلفظ کا صحابہ کرام کو حکم دیا ۱۲

130 الفصل الثانی :- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ۱۶
ازرق فان یہ کنایہ ہے عداوت سے چونکہ نیلگوں آنکھیں [illegible] کے دشمنوں کی ہوتی ہیں اسلئے اہل شام سے
اہل عرب کو خاص عداوت تھی ان دونوں فرشتوں میں سے ایک کو المنکر اور دوسرے کو النکیر کہتے
ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دونوں ایسی صورت میں آتے ہیں کہ جو نہ انسان کی شکل میں نہ بہیمہ نہ حشرات
الارض کی شکل میں۔ فقیہ ابن یونس نے نقل کیا ہے مسلمین سے سوال کرنے والوں کو مبشر اور بشیر کہتے ہیں
اور کافرین سے سوال کرنے والوں کو منکر نکیر کہتے ہیں بہرحال وہ دونوں حضور کے متعلق اس سے سوال
کرتے ہیں وہ مومن کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہیگا اشھد ان لا الہ الا اللہ
یہ نفوس کو بار بار کہیگا ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ جواب کا تکملہ بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ جواب
دیتا ہے تو وہ دونوں کہتے ہیں قد کنا نعلم اب یہ کہ تمکو علم ہے کہ تم یہی کہیگا جواب ۱
یہ علم نیکی یا سعادت کا آثار ہونگے جس سے اسکو معلوم ہو جائیگا جواب ۲ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو
بتا دیا تھا۔ پھر اسکی قبر کو ستر ذراع میں چوڑا اور لمبا کر دیا جاتا ہے اور اسکو [illegible]
پھر اسکو فرشتے سونے کہتے ہیں دلہن کی طرح اور عروس کہتے ہیں تو تشبیہ [illegible] میں [illegible] تک حدیث کا مضمون

[illegible]

131 عن البراء بن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیہ ملکان الخ ۲۴
یہ حدیث باب الجنائز میں تفصیل سے آرہی ہے اور یاتیہ کی ضمیر میت کی طرف راجع ہے قرینہ سے معلوم ہوا
وہ فرشتے اس میت سے حضور کے متعلق سوال کرتے ہیں ما ھذا الرجل [illegible] ۲۴

131 کا غیر ذوی العقول کا بھی ہوتا ہے اور صفت بھی غیر ذوی العقول میں سے ہے یعنی ان سے سوال ہوگا ٢٥/٢٢
صد محمد کا اس فرماتے ہیں کہ یہ ما من کا معنی ہوتا ہے اور صفت سے نہ سے سوال نہیں کیا بلکہ خود آپ کی ذات
کے متعلق سوال ہوگا۔ جیسا وہ مجیب مجیب جواب دیا گیا تو کہا شہادت دیتا ہے کہ ان صدق
محمد کا فاغفر وقوله الا یا تو تفسیر ہے اور فرمایا ہے جو قول مجیب میں آیا ہے اس کی تفسیر دے رہے ہیں
یعنی وہ مرد ہوگیا اس بات کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھا ہے اور ایک احتمال ہے کہ ان صدر پر ہو اور لام
رحمہ اللہ مقدر ہے اللہ ان صدق محمد کا فرشتوں کا السلام علیہ ای ہو رہے منکر نکیر فرشتوں کا تعلق
ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مثلاً اس کا آخر بروزن فعلان میں کہا ہو
اس پر حرف یہ کلثوم کا اردو میں ہے یہ ہی ہے اور یا حقیقۃ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ سوال
ما من نے کہا [illegible] ویفسح له فیها مد بصره اور وسعت دیتا ہے ابو بکر اور بتا کر
اس پر کہ اعتراض وارد ہوا کہ قبر میں وسعت سبعون کہا تو مقید تھی اور یہاں مد بصر کہا تو دونوں
میں تعارض معلوم ہوتا ہے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔ جواب ۱ سبعون والی حدیث سے منکر اور نکیر
ہی مراد ہیں۔ جواب ۲ تفریق اشخاص کا اعتبار ہے ایسا ہوگا کہ بعض کو سبعون اور
بعض کو زیادہ۔ جواب ۳ سبعون یہ وسعت قبر کا متعلق ہے اور مد بصر جنت کا اعتبار ہے۔
یہ تمام مسلمانوں کا متعلق ہوا۔ پھر کافر سے سوال ہوگا اور اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اس
معلوم ہوا روح و جسم دونوں سے سوال ہوتا ہے وہ جواب میں کہے گا ھاہ ھاہ لا ادری ٢٦/١
افسوس افسوس میں نہیں جانتا۔ یہ عدم قدرۃ علی الکلام کی حالت میں کہا جاتا ہے لیکن اس پر فرشتے
ہو جائیں گی اور پسلیاں ٹوٹ کر ادھر ادھر مل جائیں گی اور سر اس کا ہتھوڑا فرشتہ سے کیا جائے گا
اور اس کے آواز سے تمام اس کے قریب سے سوائے جن اور انسان کے سن لیتے ہیں اور اعمی
اصم کے حقیقی معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فرشتہ اس سے اندھا
بہرا جیسا معاملہ کرے گا اور اس کو مارا جائے گا یہاں تک کہ وہ مٹی ہو جائے گا پھر دوبارہ اس کی روح
پھر آئے گا لوگوں کو بتا رہے کہ یہ عذاب دیا جائے گا اور کیا لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ مومن کی جانب جائے گی

عن عثمان انه كان اذا وقف على قبر بكى حتى يبل لحيته قال كان النبي صلى الله عليه وسلم ۵
132 فرماتا ہے کہ رفیق القلب تھے جیسا کہ جس حدیث سے بھی معلوم ہوا جیسا کہ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو آپ کی
داڑھی مبارک بالکل بھیگ جاتی تھی۔ اب سوال ہوگا کہ جبکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے تو آپ کیوں
اتنا روتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آپ کو یہ علم نہ ہو کہ میں عشرہ مبشرہ میں سے ہوں۔
جواب ۲ یا علم ہو لیکن خوف باری تعالیٰ دل پر اس قدر غالب ہو کہ اس پر یقین آ گیا ہو۔

132

٢٦/٥ جواب ۳:۔ ورنہ تو خوف کے منافی کی تعریف ہو سکتا ہے اور ان الشر کا دخول ہو گیا ہو۔

جواب ۴: دخول جنت عذاب کے منافی نہیں ہو سکتا ہے کہ عذاب کے بعد دخول ہو جائے

جواب ۵:۔ مومنین پر رحم کی وجہ سے دعا نہ کی ہو۔ یہ جواب ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا ہے۔

جواب ۶: ملا علی قاری نے فرمایا ہے کہ اشبہ یعنی زیادہ راجح یہی ہے لیکن واقع رفع اسباب پہلے دونوں جواب اور اخیر کا دونوں جواب صحیح نہیں۔ سبب اول اس وجہ سے نہیں کہ یہ کہنا کہ آپ کو ان شاء کا علم غلط ہے کیونکہ نصوص سے اسلام ہر واحد کو یقین ہو جانا یہی غلط ہے اس لئے حضور کی موجودگی میں ہر واحد پر کیسے ہے کیونکہ اگر اس نے انکار نہ کیا ہو تو جواب تو موجود ہی ہے آپ سے دریافت کر لیں۔ اسلام اخیر کا دونوں جواب ہے کیونکہ اگر مومنین پر رحم کی وجہ سے دعا نہ فرمائی تو جب علیحدہ دریافت کیا تھا تو یہ فرماتے کہ رأفۃ و رحمۃ علی المومنین حالانکہ انہوں نے جواب کچھ اور دیا۔ اسلام اگر صحابہ یاد کرتا تو دعا فرماتے۔ دوسری حدیث جو ابن ماجہ کی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضور میت کے دفن سے فارغ ہوتا تو دعا و استغفار فرمایا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا میت کے لئے زندوں کی دعا مفید ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور وہ استدلال کرتے ہیں یعنی فیان لیس للانسان الا ما سعی اور ہمارے کو فرق جواب قصیدہ سعی سے ایمان مراد ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ سعی کی دو قسمیں ہیں ایک بلا واسطہ اور ایک بالواسطہ دعا میں دونوں مراد ہیں۔ رہا یہ کہ عبادات میں کن عبادات کا ثواب میت کو ملتا ہے شافعیہ کے نزدیک عبادات مالیہ کا ثواب اور عبادات بدنیہ میں صرف دعا کا ثواب ملتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک دونوں عبادتوں کا ثواب ملتا ہے رہا یہ کہ تلقین من کا شاخ جائز ہے یا نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور شوافع کے نزدیک جائز ہے محقق ابن ہمام کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

134 عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیسلط علی الکافر الخ ٢١

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ قبر میں میت پر ننانوے اژدھے مقرر کئے جاتے ہیں عدد ننانوے کی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اور سے اژدھے کیوں مقرر کئے جاتے ہیں احتمال ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا سو حصے ہیں ان میں سے ایک حصہ دنیا میں اور ننانوے حصے آخرت کے لئے رکھے جاتے ہیں تو اسی طرح غضب کا ایک حصہ دنیا میں اور ننانوے آخرت میں ملیں گے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء صفات ہیں جنہیں رسول نے بیان کیا کا گویا اس نے انکار کر دیا اس وجہ سے ننانوے عذاب کا مستحق ہوگا ایک منفک ہو ایسا ہوگا ہر حال وہ ننانوے اژدھے اتنے زہریلے ہوں گے کہ اگر انہیں سے ایک بھی دنیا میں پھونک مار دے تو زمین پر بہار نہ رہے زمین سے سبزہ نہ اگے جہاں سے کا خوف ہے سبزہ نہ اگے

134 ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ شین معجمہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ [illegible] میں بھی شین معجمہ [illegible] ہے ۲۶/۱۱
نہیں ہو [illegible] ہے اور [illegible] کا ہو جیسے [illegible] بھی شین معجمہ [illegible] ہو۔ [illegible] کا آتا ہے
اب یہ ہوں حدیث میں تسع و تسعون کا ذکر ہے اور دوسری میں سبعون ہے [illegible] جواب دیا [illegible]
[illegible] پر [illegible] ہے کہ [illegible] پر عذاب نازل ہوں گے جواب ابن حجر مکی فرماتے
ہیں کہ اہل عرب سبعون سے تکثیر مراد لیتے ہیں کوئی خاص عدد مراد نہیں ہے لیکن اس کے [illegible] سبعون
[illegible] ہو گئے [illegible] حدیث میں تسع و تسعون کی ہو گئی۔ جواب ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ
[illegible] ہے جو اب ارشاد فرمایا تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی بڑھتا
رہتا تھا زیادتی ہوئی [illegible] تھی پہلے ستر کا پھر زیادہ کا علم ہوا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

135 الفصل الثالث :- عن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی سعد الخ ۱۳
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور حضرت سعد کو دفن کرنے [illegible] تشریف لے گئے اور آپ نے تسبیح کہی
فسبحنا طویلا ہم نے طویل تسبیح کی [illegible] ہو سکتی ہے اور زمانہ کی بھی پھر آپ نے تکبیر فرمائی اور تکبیر [illegible]
[illegible] آپ نے تسبیح اور تکبیر کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا قبر اس پر تنگ ہو گئی تھی اور اب وسیع
ہو گئی۔ اس بات تسبیح میں طوالت کا ذکر ہے اور تکبیر میں طوالت کا ذکر نہیں فرمایا [illegible]
[illegible] پر اکتفا کیا [illegible] ختم ہو گیا [illegible] تکبیر [illegible]
نہیں فرمائی۔ علماء نے لکھا ہے [illegible] عن البول [illegible] ضغطہ
ہوا۔ علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے [illegible] کو ضغطہ ہوتا ہے [illegible] علماء نے نقل کیا ہے
کہ [illegible] وہ مومن کو دباتی ہے جیسے ماں [illegible] اور کافر کو غصہ [illegible] حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ [illegible] تسبیح اور تکبیر [illegible] فرمایا کرتے تھے۔

136 وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الذی تحرک لہ الخ ۱۶
علامہ [illegible] فرماتے ہیں [illegible] حضرت سعد بن معاذ ہیں [illegible] حدیث میں
تحرک لہ العرش عرش سے [illegible] اہتزاز [illegible] (۱) [illegible] خوشی [illegible] ۱۷
[illegible] عظیم الشان [illegible] (۲) اللہ تعالیٰ کا عرش مراد ہے [illegible]
[illegible] (۳) عرش کے اٹھانے والے مراد ہیں وفتحت لہ ابواب السماء آسمان کے دروازے ۱۷
[illegible] داخل ہو [illegible]
[illegible] ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترے تھے [illegible]
[illegible] آسمان سے نہیں اترے [illegible] باوجود [illegible] قبر کی تنگی ضرور ہوئی [illegible]

136

۲۶/۱۲ یہ حال سے تو انہیں ٹوکے پوچھنا ہی نہیں۔ اللہم ہم سب کو عذاب قبر سے نجات اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائے آمین
دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے جس کا ترجمہ ملتا ہے اور تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اس کا اعادہ نہیں
باقی تفسیر اور حاشیہ کا ہر توضیح ہے ۔

باب الاعتصام بالكتاب والسنة

۲۷/۶ قرآن و حدیث دونوں میں کسی بات کا مستقلاً ذکر نہیں آتا کتاب و سنت کا تمسک کا، اعتصام یعنی یہ باب باندھا جائے لیکن جب خارجیوں کا حدوث حضرت علی کے زمانہ میں ہوا اور قدریہ کا حدوث صحابہ کرام کے آخری زمانہ میں حدوث ہوا اور احادیث فی الدین کا فتنہ پیدا ہو گیا اور پھر آگے کو فتنہ سے بچانے کی غرض سے علماء نے اس کا اہتمام کیا کہ کتاب و سنت کے متعلق ایک باب مستقلاً باندھیں تاکہ کتاب و سنت کی روشنی میں لوگ ان فتنوں سے بچیں یہ ضروری ہے اچھا باب حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب میں باندھا اور چونکہ بھی السنۃ بہت سی ابواب میں آ چکا ہے اور احادیث وابواب میں حضرت امام نے اتباع کا اہتمام کیا ہے چنانچہ انما الاعمال والی حدیث میں نیتوں کا اتباع کا سب سے پہلے ذکر کیا اسی طرح انہوں نے سب سے پہلے کتاب الایمان کو ذکر کیا اسی طرح انہوں نے ہر ایک باب میں اور آخر تک اتباع کا بہتر باب باندھا جس میں بھی اتباع کا حکم کیا البتہ امام بخاری نے آخر کتاب میں اس باب کو ذکر فرمایا اور حضرت علامہ عینی نے اس کی وجہ یہ ذکر فرمائی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں عقائد باطلہ کی تردید ہے اور عقائد کا تعلق ایمانیات سے ہے اور ایمانیات کا ذکر شروع میں آتا ہے اس وجہ سے شروع میں ذکر فرمایا اور امام بخاری کی غرض مستقلاً عقائد باطلہ کی تردید تھی اس وجہ سے آخر میں مستقلاً ذکر فرمایا یہ جواب ہے جبکہ خود امام صاحب نے وہ باب باندھا اور اس کو شروع میں کیوں نہیں رکھا [illegible] اور [illegible] مخالفت نہیں ہے اور اس باب کا تسمیہ ماخوذ ہے واعتصموا بحبل اللہ سے یا اور حبل اللہ سے مراد قرآن و حدیث ہے

۲۷ الاعتصام کے معنی اختیار کرنا اور چمٹنا جانا۔ چنانچہ بخاری میں بھی یہ تمسک کے معنی میں ہو گیا الکتاب سے مراد قرآن ہے چنانچہ جب بھی علی الاطلاق کتاب کا ذکر آئے وہاں قرآن مراد ہوگا السنة لغت میں اس کے معنی ہیں الطریقۃ المسلوکۃ اور اصطلاح میں نام ہے اقوال الرسول و افعالہ و تقریراتہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ دو قول فعل یہ سنت [illegible] کے وراثت سے ہے تیسرا قول سنت لیا جاتا ہے یہ تقریر کا مطلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دیکھا کوئی بات ہوتی ہوئی اس سے منع نہیں کیا [illegible] اگر اس میں [illegible] ناجائز ہوتی تو آپ ضرور منع فرماتے [illegible] صحابہ کو [illegible] فوراً [illegible] انہوں نے [illegible] وہ [illegible] میں معتبر ہوں گے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت ہوں سوائے [illegible] کسی کا کوئی اعتبار نہیں [illegible] ان کا قول [illegible]

۲۷/۶ آئندہ باب سے تعلق ظاہر ہے کہ آگے باب العلم ہے اور وہ بھی بعد عبادات کے مذکور ہے اور عبادات بغیر علم
کے ہو نہیں سکتیں اور علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم الٰہی اور ایک علم دنیاوی تو یہ باب اول اشارہ ہے کہ
عبادات کے اندر علم الٰہی معتبر ہے۔

145 ٧ عن عائشۃ قالت قال — عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور سے نقل فرماتی ہیں کہ جس نے ہمارے دین میں کسی چیز کا احداث کیا یعنی
٧ جو دین سے نہیں ہے من احدث میں احداث سے وہ ایجاد مراد ہے جس کی سند شرعاً میں کوئی اصل نہیں
٧ فی امرنا سے دین مراد ہے ھذا اسے بڑھا کر اشارہ کیا کہ اس دین کا عروج و کمال اتنا ہے کہ فی نفسہٖ بالکل
محسوس کی طرح ہے اور حضرات اسے محسوس کی طرح کرتا ہے فھو رد ضمیر کا مرجع یا احداث ہے یا محدث ہے

141 ٨ دوسری حدیث حضرت جابر کی ہے جس کے اندر لفظ اما بعد آیا ہے علامہ طیبی اور تلمی شافعی فرماتے
ہیں کہ ابتداء میں آپ نے کوئی خطبہ دیا ہوگا اور پھر یہ مضمون ارشاد فرمایا چنانچہ مسلم میں پوری روایت موجود ہے
یہاں اختصاراً اس حدیث کو ذکر فرما دیا۔ اس فعل میں معلوم ہوتا ہے اس لفظ اما بعد کا اول قائل میں مختلف
اقوال ہیں (۱) بعض ان میں کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا (۲) دار قطنی نے نقل کیا حضرت یعقوب
علیہ السلام ہیں (۳) یعرب بن قحطان ہیں (۴) قُصَی بن کلاب ہیں (۵) قُس بن ساعدہ ہیں (۶) سحبان بن
وائل ہیں۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اولیت حقیقیہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حاصل ہے باقی تمام کو
اولیت اضافی کے اعتبار سے حاصل ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا بہترین کلام اللہ کا کلام ہے یعنی
٩ کتاب اللہ میں اضافت یا تو تشریفی ہے اور اگر کلام سے کلام نفسی مراد لیا جائے تو موصوف کی اضافت
صفت کی طرف ہے خیر الھدی امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مسلم میں دو طرح سے ضبط ہے پہلا بفتح
الہاء وسکون الدال۔ اور دوسرا بضم الہاء وفتح الدال اول کا معنی سیرت اور ثانی کا معنی ارادۃ الطریق
اور ایصال الی المطلوب کا ہیں۔ لیکن قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ مسلم میں صرف پہلا یعنی سیرۃ ضبط
کیا گیا ہے اور بضم الہاء مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں ضبط کیا گیا ہے — واضح رہے کہ ہدی کی
اضافت اگر اللہ کی طرف ہو تو اس سے ایصال الی المطلوب اور اگر غیر اللہ کی طرف ہے یعنی محمد یا انبیاء کی طرف
٩ تو اس سے ارادۃ الطریق مراد ہے کل بدعۃ ضلالۃ بدعت کے معنی لغت میں نو ایجاد کے ہیں اصطلاح
میں ہر اس امر کو کہتے ہیں جس کی سند شرعاً میں کوئی اصل نہ ہو — پھر بدعت کی دو قسمیں مشہور ہیں علامہ طیبی اور
بیہقی نے مناقب امام شافعی سے اول محمودہ دوم مذمومہ، پس وہ امر جو کتاب و سنت و اجماع و قیاس کے
خلاف ہو وہ مذمومہ اور جو موافق ہو وہ محمودہ ہے۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے بدعت کی پانچ قسمیں
بیان فرمائی ہیں اول واجبہ جیسے علم نحو اس کا سیکھنا واجب ہے کہ اس کے ذریعہ قرآن و سنت کو

٢٧/٩ 141 دوم حرام جیسے قدریہ اور جبریہ کی بدعتیں ہیں سوم مندوب جیسے مدارس اور سرائیں بنانا اور چہارم مباح جیسے اکل لذیذ ماکولات وغیرہ وغیرہ پنجم مکروہ جیسے تزئین مساجد اور مصحفوں کا ... میں نقش کرنا ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو مزین کرنا مکروہ نہیں ہے لیکن یہ مطلقاً نہیں کہا جا سکتا ہے جبکہ کوئی شخص اپنے پیسے سے تزئین کرائے اور وہ تزئین مخل عبادت نہ ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح مصحفوں کا درمیان نقش و نگار شافعیہ کے نزدیک جائز اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

١٠ 142 عن ابن عباس قال رسول اللہ ابغض الخ عن ابی ہریرۃ قال قال کل امتی الخ

حجۃ الوداع میں ایک آدمی قتل ہو گیا تھا اس وقت یہ حدیث آپ نے بیان فرمائی ابغض الناس الخ ... فرماتے ہیں کہ ان تینوں سے عصاۃ مراد ہیں ورنہ سب سے زیادہ مبغوض تو کافر ہیں مبتغ جاہلیت کا ... لوگوں کو زمانہ جاہلیت کی رسم پر چلانے والا ہے مطلب ... کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص کو قتل کرنا ... اور بے قصور قتل کر دیا اور اگر قتل کرا دیا تو اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

١١ 143 دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے کہ میری پوری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا کل امتی یا تو اس سے امت دعوت مراد ہے اس صورت میں من ابی سے کفار مراد ہوں گے اور اگر امت اجابت مراد ہو تو من ابی سے عصاۃ مراد ہوں گے اور دخول اولی کی نفی ہوگی علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ قیل ومن ابی میں واو عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے ای انا عرفنا الذین یدخلون الجنۃ ومن ابی لا نعرفہ۔ اب یہ کہ سوال و جواب میں مطابقت کیسے ہوگی سوال صرف من ابی کا متعلق تھا اور جواب دونوں کا دیا جا رہا ہے؟ مطابقت کی شکل یہ ہوگی کہ گویا کہ تم دونوں ہی کو نہیں پہچانتے بتاؤ دونوں کو

١٢ 144 عن جابر قال جاءت ملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس چند ملائکہ آئے اور آپ سو رہے تھے ملائکۃ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے کہ یہ فرشتے کون تھے البتہ ترمذی کی ایک حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل تھے اب یہ کہ ان دونوں کو جمع کے صیغے سے کیوں تعبیر کیا ہے؟ حافظ نے جواب دیا ہے کہ ان کے ساتھ اور فرشتے بھی تھے چونکہ بات کرنے والے یہ دو ہی تھے اس وجہ سے انہی کا نام ترمذی میں ذکر کر دیا۔ ان فرشتوں میں آپس میں گفتگو شروع ہوئی انہوں نے کہا حضور کی ایک مثال ہے اس کو بیان کرو اس سے حضور مراد تھے اس پر بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ تو سو رہے ہیں لہٰذا اس وقت بیان کرنے سے کیا فائدہ۔ دوسروں نے کہا کہ اگرچہ آنکھیں ان کی بند ہیں لیکن ان کا قلب جاگ رہا ہے لہٰذا بیان کرو چنانچہ انہوں نے مثال بیان کی والقلب یقظان علامہ ... کتاب الاعتصام میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے قوۃ قلبیہ ١٣
کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قلب اسی کا نام ہے ... کے اعتبار سے ہر وقت حاضر رہتا تھا

144 ہے یہ علم جو خیال بیان کرتے ہیں [illegible] ایسا بیان اعتراض وارد ہو کہ جب پہلا تھا پھر [illegible] ۲۷/۱۵
بتایا تھا تو پھر بعد میں نماز کو کیوں فرمایا ہوں یہ جواب دیا گیا اور ان کا تعلق نفس سے ہے لیکن دنیا
کا تعلق تو نفس سے ہے اور نماز کا تعلق [illegible] بعض حالات میں دونوں سے جاتی تھیں اور بعض
مرتبہ [illegible] تو ہر [illegible] دونوں پر [illegible] لیکن اس کو ضعیف قرار دیا ہے دونوں
جو باب میں [illegible] حضور نے دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں اور نسخہ میں [illegible] نسخہ
میں چار چیزیں ہیں اول [illegible] دوم [illegible] سوم [illegible] چہارم [illegible] اور نسخہ میں دو چیزیں ہیں ایک
[illegible] اور نسخہ میں [illegible] جواب دیا گیا [illegible] ذکر
[illegible] ذکر [illegible] ذکر نسخہ میں [illegible]
[illegible] اصل میں [illegible] یہ جواب [illegible]
[illegible] جواب دیا [illegible] ذکر نسخہ
میں [illegible] کا ذکر [illegible] جواب دیا
[illegible] اللہ [illegible] ہے

145 عن انس قال جاء ثلثة رهط الى ازواج النبي صلى الله عليه وسلم ۱۹
حضرت انس سے روایت ہے کہ تین آدمی [illegible] رھط [illegible] رھط کے معنی [illegible] (۱) [illegible]
(۲) [illegible] (۳) ما دون العشرة (۴) تین سے [illegible] لیکن [illegible] الطریق لغت [illegible]
[illegible] مصنف عبد الرزاق میں سعید بن مسیب سے مرسلا نقل کیا گیا ہے کہ یہ تین آدمی
حضرت علی۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ عثمان بن مظعون۔ لیکن حافظ نے عبد اللہ بن عمرو کے متعلق [illegible]
[illegible] کیونکہ عثمان بن مظعون کا اس سے پہلے انتقال ہو چکا تھا [illegible]
فرمایا [illegible] حدیث میں جو وعدہ غفر اللہ له ما تقدم من ذنبه آیا ہے یہ کتاب ہے سورہ [illegible] کی ۲۱
[illegible] سے اور سورہ [illegible] حضرت عثمان کے انتقال کے بعد ہوا تو ان تمام سے معلوم ہوا
ان تینوں کا اجتماع مشکل ہے۔ ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین آدمی نہیں تھے بلکہ دس تھے جیسا
حضرت ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن عمرو۔ عبد اللہ بن رواحہ۔ مقداد وغیرہ
ان لوگوں نے حضور کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب جواب ملا تو کم سمجھا فتقالوها انہوں نے اس کو تھوڑا سمجھا ۳۰
لیکن [illegible] دل سے [illegible] کہنے لگے [illegible] حضور کا [illegible] تو تمام گناہ معاف ہو چکے
ہم کہاں اور حضور کہاں۔ اور انہوں نے عہد کیا کہ میں تمام عمر روزہ رکھوں گا کبھی نہ کھاؤں گا ہمیشہ تمام رات نماز
میں مشغول رہوں گا کبھی نہ [illegible] جب حضور [illegible] فرمایا [illegible]

۲۷/۲۱ تقا رو میں تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن با وجود ایسا نہیں کرتا - دریافت حضور نے منع کیوں فرمایا ہے؟ جواب یہ کہ یہ تمام چیزیں رہبانیت میں داخل ہیں اور لا رہبانیۃ فی الاسلام اس وجہ سے منع فرمایا -

واضح رہے کہ آج کل کے پیر اکثر یہی کچھ مشاغل کرتے ہیں کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام حدیث ہے حالانکہ حدیث نہیں بلکہ حضور کا منشا تو صرف اس وجہ سے منع فرمایا کہ اگر تمام ہی ایسا کریں تو نسل انسان کا ختم ہو جائیگی (۲) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ قول متقشفانہ یعنی عبادتاً نہ کیا ہو تو یہ کہ فمن رغب عن سنتی الخ سنتہ سے طریقہ مراد ہے - اور اب دونوں حال سے خالی نہیں اگر تارک سنت ہے تو سنت سے منہ کا مراد ہے کہ کامل طریقہ سے وہ نکل گیا ملت میں داخل ہے اور اگر انجام کا دیکھ کے اعراض ہے تو اس صورت میں وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو جائیگا -

147 ۲۷/۲۷ عن رافع بن خدیج قال قدم نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ الخ

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وھم یأبرون النخل ای یلقحون النخل (تابیر) بروزن تفعیل اس کو تابیر نخل اور ... اور تفعیل سے ... آتا ہے اور اس کے معنی ہیں کھجور کے پھولوں کو دوسرے سے ملانا اور قسم کا حصہ اہل مدینہ کیوں واقع ہے - اہل مدینہ کا دستور تھا کہ نر کھجور کے پھول مادہ کھجور کے پھول پر ڈالتے تھے جس سے کھجور پیدا ہوتی تھی - وجہ یہ کہ کھجور کو آدمی سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ پیدا کیا گیا ہے اس مٹی سے جو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بچ گئی تھی جس طرح بنی آدم میں نر و مادہ کے اختلاط سے اولاد ہوتی ہے ایسے ہی ان دونوں کے اختلاط سے کھجور بھی حضور نے ان کے اس فعل کو دیکھا تو پوچھا تم یہ کیا کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ کنا نصنعہ علاوہ کہیں فرمایا کہ ... ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں تو ... حضور نے اس سے روکنے کا حکم دیا ... اس سال کھجور کی پیداوار میں کمی ہوئی تو صحابہ نے حضور سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا انما

۲۸/۳ انا بشر اذا امرتکم یعنی میں بشر ہوں اور بشر کو علم غیب حاصل نہیں ہے علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ حضور جو بات دین سے متعلق فرمائیں اس میں انتباع ضروری ہے اور جو دنیا سے متعلق ہے اس میں اختیار ہے من رأیی علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ ... سے معلوم ہوتا ہے کہ ... حضور

146 ۲۷/۲۲ عن عائشۃ قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فرخص فیہ الخ

یہ حدیث ... کی حدیث سے پہلے ہونی چاہئے تھی لیکن غلطی سے رہ گئی تھی - حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے ایک کام کیا اور اس میں لوگوں کو اختیار بھی دیدیا لیکن لوگوں نے اس سے تنزہ اور پرہیز کا اختیار رخصت کرنا شروع کر دیا تو حضور نے خطبہ میں فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو جو کام میں کرتا ہوں اس سے تم بچتے ہو حالانکہ ھالو کہ میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اگر وہ کام اللہ کے نزدیک برا ہوتا تو میں اس کو کیوں کرتا -

[illegible]

146 حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اختیار کرنے والوں کے متعلق مجھے علم نہیں کہ کون ہیں البتہ خود اس ٢٨/٣

فعل کا عملی جنہوں نے اختیار کر رکھا تھا ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہ فعل قبیح تھا [illegible] فرماتے

ہیں کہ یہ فعل وہی ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں آیا ہے کہ [illegible] اس میں [illegible]

رکھا گیا [illegible] [illegible] کہ [illegible] نہیں کہ اولیٰ اور

وہ لوگ جو یہ اختیار کرنے والے تھے وہ بھی لوگ صحابہ تھے یعنی حضرت علی عبد اللہ بن عمر [illegible]

148 عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما مثلی ومثل ٣

بعثنی اکثر روایات بخاری میں مفرد کا صیغہ استعمال کیا اور بعض نے تثنیہ کے صیغہ کیا اور یہ کنایہ سے

تشبیہ ہے حضور نے اپنی اور ان چیزوں کی تعلیم کی جن کے [illegible] تشبیہ دی کہ میں مثل

نذیر عریان کی طرح ہوں جس نے ایک لشکر کو دیکھا ہے کہ میں تم میں سے [illegible] کہ ایک قافلہ نے اطاعت کی کہ

وہ سر شام چلے اور اپنے سکون و وقار کے ساتھ چلتے رہے پس انہوں نے نجات پائی اور ایک فرقہ نے تکذیب کی

پس وہ لوگ اپنے مکانوں میں داخل ہو گئے پس ان پر لشکر نے صبح کو [illegible] کر دیا اور استیصال کر دیا

پس اول مطیعین کی اور ثانی عاصین کی مثال ہے حضور نے فرمایا انا النذیر العریان اس کے متعلق علامہ ٤

طیبی فرماتے ہیں کہ یہ ایک مثل ہے اب وقتاً میں کہی جاتی ہے جبکہ کوئی مصیبت [illegible] اس کی اصل کے

متعلق ابن بطال فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی خثعم کا ایک آدمی تھا جس کا نام نذیر [illegible] تھا [illegible]

[illegible] نے ہاتھ کاٹ دیا تھا [illegible] اپنی قوم میں خبر دی [illegible] ہاتھ کاٹ دیا تم سمجھو

[illegible] ابن الکلبی فرماتے ہیں کہ نذیر عریان ایک عورت کا نام تھا [illegible] منذر بن ماء السماء نے قتل کر دیا

تھا تو اس نے اپنے قبیلہ [illegible] کہا کہ [illegible] ظلم کیا اور اس کی [illegible]

[illegible] سمجھو [illegible] حافظ ابن حجر نے نقل کیا [illegible] ایک آدمی جاسوس [illegible] تھا دشمن کا

لشکر [illegible] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

یہ واقعہ زیادہ اقرب ہے کیونکہ آپ نے ایک حدیث میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا [illegible] نذیر

[illegible] جیسے [illegible] حضور [illegible]

وہ [illegible] امام خطابی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے [illegible]

[illegible] فادلجوا اس کے معنی مطلق چلنے اور رات کو چلنے کے ہیں اور ایک [illegible] ٥

[illegible] میں چلنے کے ہیں لیکن وہ بیان [illegible] اعتراض [illegible]

[illegible] دو فرقوں کا تذکرہ کیا [illegible] اور [illegible]

فرقہ [illegible] [illegible] اور [illegible]

فرقہ [illegible] [illegible] اور [illegible] وہ ہیں

۲۸/۷ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی کمثل رجل 169

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میری مثال مستوقد کی مثال سے اور جو آیا تھا بیٹا تھا میں وہی ہوں

وہ شخص نار رہا ہے اور نار سے ظہور دین و علم کو اضاءت کہ تو آپ نے تشبیہ دی اور جو لوگ آپ کا کہنا نہیں مانتے اور

۸ ٹکراتے ہیں ان کو تشبیہ دی ان پتنگوں کے جو آگ میں گرتے ہیں ماحولھا صحیح بخاری میں ماحولہ ہے کیونکہ

۸ صورت میں ضمیر راجع ہو گی نار اور ماحولہا کی صورت میں آگ کی طرف راجع ہے وھذہ الدواب

؛ دواب کی تفسیر ہے۔ سے فراش یعنی ہے کہ فراش تو وہ پتنگے ہیں جو جلتے ہوئے چراغ پر گرتے ہیں اور دواب

۸ سے مراد جو ایسے ہوں جیسے بعوض وغیرہ بحجز قعن بخاری میں رسے کا بجائے بحجزکم ہے اور یہ صحیح واضح ہے

آگے چل کر حضور نے فرمایا کہ یہ میری اور تمہاری مثال ہے میں پکڑنے والا ہوں تمہاری پیٹھوں کو آگ میں گرنے

۹ فانا آخذ بیاں بحجزکم ماخذ کا صیغہ ہے تو سے اور بخاری میں تقحمون نکلے کا صیغہ واقع ہے تقتحمونہا

۹ فرمایا ھذہ روایۃ البخاری لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم ہوا کہ تین الفاظ میں اس روایت میں اور

بخاری کی روایت میں فرق ہے کیا وہ معلوم کر لیا۔ تو جس طرح کہا ہے یہ صحیح نہیں ہوا ۔

۱۱ وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما بعثنی اللہ 150

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں اپنے آپ کو اور ان ہدایات و علوم کو جنکو آپ دنیا میں لائے

۱۲ کیا عجب ہے تو تشبیہ دی ہے الغیث غیثا اس بارش کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت برسے چونکہ آپ کو

علوم بھی نہایت ضرورت کے وقت آئے اس وجہ سے غیثا سے تشبیہ دی۔ اور جس طرح بارش کا زمین پر برستا ہے

زمین کی تین حالتیں ہوجاتی ہیں ایک وہ زمین جو اس پانی کو جذب کر جائے اور گھاس وغیرہ اگا کر

دوسروں کو نفع دے اسے خود بھی وہ نفع حاصل ہوتی ہے دوسری وہ زمین جو سخت ہو جو پانی کو جذب

نہیں کرتی البتہ اس پر پانی جمع رہتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھائیں اگرچہ وہ خود اس سے

نفع حاصل نہیں کرتی ہے تیسری وہ زمین جس پر پانی برسا لیکن نہ رہنے دیا نہ اسکو جذب کیا اور نہ جمع کیا بلکہ

وہ پانی بہہ گیا تو انہی تین قسموں جیسے آدمی بھی تین ہی قسم کے ہیں آپ کا یہ علوم جو برسے مستفید

ہوئے اور دوسروں کو نفع پہنچایا دوسرے وہ لوگ جنہوں نے علم حاصل کیا لیکن عمل نہ کر سکے دوسرے لوگوں کا

سعی کی وجہ سے وہ اس علم سے نفع خود نہ اٹھا سکا البتہ دوسروں نے نفع اٹھایا تیسرے وہ لوگ جنہوں نے

نہ علم کی تحصیل کی اور نہ خود اور نہ دوسروں کو اس سے نفع ہوا یہ خلاصہ ہے اس حدیث پاک کا ۔ البتہ

حدیث میں زمین کی تینوں قسموں کا ذکر ہے لیکن انسانوں کا ان ہی قسموں کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ دو قسموں کا بیان ہے

رہتا جو آپ دیکھ کر زمین کی تینوں قسموں سے انسان کی تین قسموں کا پتہ چل گیا (۲) یہ تعلیم اصل مقصود اور مثال

تمثیل سے انتفاع اور عدم انتفاع ہے اور وہ دو قسموں میں ہے (۳) بعض علماء نے بیان فرمایا کہ

150 اور حاصل شبہ اور شبہ یہ دونوں میں دو قسم ہیں ایک اشتقاق کی اور ایک عموم اشتقاق کی الشبہ اشتقاق ۲۸/۱۲
کی دو شکلیں ہیں ایک یا حرف دونوں کا ہو اور ایک یا ایک آخر میں بھی اور دوسرا شروع میں بھی۔

151 عن عائشة قالت تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هو الذي انزل الخ ۱۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ... ابن جریر طبری اس کا شان نزول اس طرح لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں جب اہل نجران نے حضور سے سوال کیا تھا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بعضوں نے اس کا شان نزول یہ بیان فرمایا کہ یہود نے حضور سے یہ ذکر کیا تھا کہ اس امت محمدیہ کی عمر کا حساب کیا ہوگی۔ بعض کہتے ہیں الم کے حرف کے عدد ۷۱ ہیں وہ زمانہ کی مدت عمر ہے پھر جب المر نازل ہوا تو کہنے لگے اس کا عدد جو ہیں وہ مدت عمر ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آیت محکمات کا کیا معنی اور متشابہات کا کیا معنی؟

جواب ۱: محکمات ناسخ آیات جو ناسخ ہیں اور جو منسوخ ہیں وہ متشابہات ہیں۔

جواب ۲: جو مکرر ہیں وہ متشابہ اور جو مکرر نہیں وہ محکمات ہیں۔

جواب ۳: جن کا تعلق وعید و وعدہ سے ہے وہ محکمات اور جن آیات کا تعلق قصص سے ہے وہ متشابہات۔ اب رہا یہ کہ آیات متشابہات کا علم حضور کو تھا یا نہیں۔ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نہیں اللہ ہی کو پتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ دوسرا یہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کو بھی علم ہے یا نہیں۔ [illegible] ابن عباس اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ علماء راسخین کو بھی اس کا علم ہے اور دوسری جماعت جس میں حنفیہ بھی ہیں وہ کہتی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو علم نہیں۔ اور جن کا وہ آیات مذکورہ میں وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف کرنا پایا جاتا ہے۔ علامہ طیبی اور جمہور شافعی جو کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ الا اللہ پر وقف تام ہے۔ حافظ ابن حجر نے وقف کرنا ترجیح دیا اور اس میں قول فیصل یہ ہے کہ وما یعلم میں علم سے یا علم بالکنہ مراد لیتے ہیں یا علم بار علم۔ اگر علم بالکنہ مراد ہے تو وقف تام اور اگر علم بار علم مراد ہے تو وقف تام نہیں ہے بلکہ وہ علماء راسخین کے بارے میں بھی تاویل ہو سکتا ہے۔ اب یہ کہ ایک آیت سے تمام قرآن کا محکم ہونا اور دوسری آیت سے پورے قرآن کا متشابہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض محکم اور بعض متشابہ ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دوسری آیت میں احکام سے اتقان فی اللفظ اور متشابہ سے تماثل فی وجوب العمل والحقیقۃ مراد ہے۔

152 عن عبد الله بن عمرو قال هجرت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ ۱۹

حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کو حضور کے پاس گیا تاکہ تمام آیتیں غور سے سنوں

152 دونوں کا جائز دیکھا کہ دور میں اختلاف کا رہتا ہے بھی آجاتا میں ان اختلاف سے اختلاف فی القراءۃ ۲۸/۱۹
مراد نہیں بلکہ اختلاف فی المعنی مراد ہے یعنی معنی کا ایسا اختلاف ہو جو اختلاف ابھارے جیسا کہ آگے فرمایا اور
فرمایا **انما هلك** تم سے پہلے لوگ اسی اختلاف فی الکتاب کی وجہ سے ہلاک ہوگئے اس میں ہلاکت ۳۰
سے ہلاکت فی الدین مراد ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اختلاف دو حال سے خالی نہیں یا
مودی الی البحث ہوگا یا نہیں اگر مودی ہے تو ممنوع ہے اور اگر مودی الی البحث نہیں
جیسے مجتہدین کا اختلاف تو یہ ممنوع نہیں ہے۔

153 عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا مسلمانوں کے حق میں مسلمانوں میں سب سے
زیادہ مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی شی کا سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہیں تھی اور وہ اس کے سوال
کی وجہ سے حرام کردی گئی **لم یحرم علی الناس** سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ۳۲
یہ شخص مجرم اس وجہ سے قرار دیا گیا کہ جیسا کہ یہ شئی حرام نہیں تھی لوگ اس کی وجہ سے سہولت میں تھے
اب اس نے سہولت کو ختم کر دیا جس لوگوں کو مشکل اور مشقت میں ڈال دیا کی عادت تھی ان کے
بارے میں آپ نے یہ وعید فرمائی۔

154 عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ الخ وعنہ قال کان اھل الکتاب ۳۳

حضرت عبدالرحمن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ دجال آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے یعنی مکار جو زبانی
بڑے صادق ہیں آئیں گی تو ان سے العیاذ باللہ علم حدیث کا مرتب ہو گیا **یاتونکم من الاحادیث**
تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے کہ تم نے اس سے پہلے کبھی نہ سنی ہوں یا وہ احادیث اصطلاحیہ
جو موضوعات ہیں۔ احادیث کا وضع کرنا ترغیب و ترہیب کے لئے جمہور کے نزدیک جائز نہیں
اور کرامیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک جائز ہے بعض لوگوں نے کہا کہ احادیث سے علم عقائد
اس وجہ سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی علم کلام سے ناراض ہیں اور اب اعتراض
ہوا کہ اس وقت معلوم ہوا کہ علم کلام بند ہو چکا ہے رہا جواب [illegible] اگر کوئی آدمی تحقیقات کا
شوق رکھنے والا ہو تو جائز ہے۔ **لا یضلونکم** یہ جملہ مستانفہ ہے سوال مقدر کا جواب ہے ۳۴
جب ہم ان سے بچیں گے تو کیا ہوگا اس کا جواب دیا کہ وہ لوگ تم کو گمراہ نہ کرسکیں گے یا تفصیل ہے ایاکم
کی اس مشہد یضلونکم **ولا یفتنونکم** عدم ضلالت میں نتیجہ ہے اور فتنہ میں عمل کی طرف ۳۴
155 فرماتے ہیں کہ فتنہ سے کیا مراد ہے یا معلوم کیا گیا۔ دوسری حدیث جو اس کے بعد ہے
اس کا فقرہ یہ ہے جو کتابیں اہل کتاب پڑھتے ہیں اگر ان کا صدق و کذب معلوم نہ ہو تو ہم
ان کی تصدیق کریں نہ تکذیب اور اگر صدق و کذب کا علم ہے تو پھر تصدیق و تکذیب ہوگی اور یہ حکم [illegible]

156 وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفی بالمرء وعن ابن مسعود قال قال ما من نبی الخ ۲۸/۴۷

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات نقل کرے اس لئے کہ جو بات اگر

وہ بات کاذب ہوئی تو نقل کرنے والا مرتکب ہو گا اور یہ خود کذب ہے اس وجہ سے اسکو جھوٹا کہا گیا ہے ۔ ۔ ۔

دوسری حدیث حضرت ابن مسعود کی ہے حضور سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر نبی کی امت میں کچھ حواری ہوتے تھے

حواریون یہ جمع ہے حواری کی ناصر کے معنی میں ہے یہ ماخوذ ہے حور سے جس کے معنی سفیدی کے ہیں

اور اصل میں یہ دھوبی کو کہتے ہیں مجازاً ناصر کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ یا خلص مراد ہوگا

یا زیادہ مراد ہوں گے واصحاب یاخذون الخ یخلف تعبیر ہے خلوف یہ خلف بسکون اللام ۲۹/۱

کی جمع ہے جس کے معنی نالائق کے ہیں اور وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے ہوں اور انکو [illegible] مراد لیا

یقولون ما لا یفعلون یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے جو ہاتھ سے منع کر سکتا ہو ۲

قادر ہے تو ہاتھ سے منع کرے اور اگر ہاتھ سے قادر نہیں ہے تو زبان سے قادر ہے تو زبان سے ورنہ قلب سے

برا سمجھے اور اگر اسے بھی نہیں کرتا تو اس کے بعد کوئی درجہ نہیں ہے —

158 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ھدی الخ ۴

اس حدیث کا مضمون ہے "الدال علی الخیر کفاعلہ" ہے آدمی کسی نیک کام کو جاری کرے تو اسکے

جتنے کرنے والے ہیں انکا ثواب اس بانی کو ملیگا اسی طرح اگر کوئی برا کام جاری کرے تو اسکے جتنے

کرنے والے ہوں گے ان سب کا گناہ اس کو بھی ملیگا ان لوگوں کا ثواب اور گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا

کیونکہ ان لوگوں کو تو اس فعل کے کرنے کا اجر ملیگا اور اس شخص کو اسکے اجراء اور بنا کا اجر ملیگا

اب اشکال یہ ہے کہ اگر کوئی فعل برا ایجاد کیا اس سے بانی نے توبہ کر لی تو اب جو لوگ

اس فعل پر عمل کرینگے تو انکا گناہ اس بانی کو ملنا چاہئے حالانکہ اس نے توبہ کر لی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں

ہے کہ حدیث التوبۃ تجب ما کان قبلھا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

یہ جواب ہے ملا علی قاری کا ۔ لیکن ابن حجر فرماتے ہیں کہ الظلمات ثلثۃ جو حقوق ہیں انکو ادا کر دیا

جاتا ہے یعنی توبہ کے ذریعہ معاف نہیں ہوں گے خلاصہ یہ کہ بعض گناہ توبہ سے معاف اور بعض گناہ نہیں

159 وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ الاسلام غریبا وسیعود الخ ۷

بدأ یہ ہمزہ کے ساتھ شروع کرنے کے معنی میں ہے اور الف کے ساتھ ظاہر ہونے کے معنی میں آتا ہے یہاں دونوں

معنی مراد ہو سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غربا لوگوں کے گھروں میں ہوئی ہے

اور آخر میں بھی غریب ہو گا یعنی مسلمان کامل ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ غریب لوگ ہی کام ہیں اور

[illegible] بعض میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ فطوبی للغرباء ۔ ۔ ۷

165 وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز کما الخ ۳۹/۸

حضور نے فرمایا کہ اسلام سمٹ کر مدینہ میں آ جائیگا۔ بعض احادیث میں مدینہ کی جگہ شام اور حجاز کے الفاظ
آئے ہیں۔ چونکہ مدینہ باعتبار حدود شام کا علاقہ میں واقع ہے اس وجہ سے شام کہہ کر تعبیر کر دیا۔ اور حجاز
میں مدینہ واقع ہے تو مدینہ محل خاص اور حجاز محل عام ہے تو محل عام بولکر محل خاص یعنی مدینہ مراد لیا
بعض لوگوں نے فرمایا کہ یہ حدیث من باب النبوۃ واخبار عن الغیب ہے کیونکہ یہ آخر زمانہ میں ہوگا۔ بعض لوگوں نے
کہا کہ یہ تو وقوع ہو چکا ہے اگرچہ مصنف نے فرمایا ہے اعتصام کے بیان اس فصل میں تین حدیثیں اور
ذکر کی تھیں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ کی دوسری ابن عمر کی اور ایک معاویہ کی لایزال من امتی اور ایک جابر کی
حدیث لایزال طائفۃ من امتی۔ ان میں سے ایک اول کو کتاب العلم کا اور باقی دو کو باب ثواب ہذہ
الامۃ میں مصنف نے ذکر کر دیا ہے مناسبت کی وجہ سے لیکن واضح رہے کہ باب ثواب ہذہ الامۃ میں حضرت
معاویہ کی حدیث تو ہے لیکن حضرت جابر کی حدیث نہیں ہے البتہ یہ حدیث مصنف نے باب اشراط الساعۃ میں ذکر

161 الفصل الثانی:۔ عن ربیعۃ الجرشی قال اتی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ۸

حضرت ربیعہ جرشی نے کہ صحابی ہیں یا تابعی اس میں اختلاف ہے یہ فرماتے ہیں کہ آپ سو رہے تھے اور ایک
فرشتہ نے آ کر آپ سے کہا کہ آپ کی آنکھیں سوتی رہیں اور آپ کے کان سنتے رہیں اور آپ کا قلب سمجھے حضور فرماتے ہیں کہ
چنانچہ میری آنکھیں سو گئیں کان سنتے رہے اور قلب ادراک کرتا رہا۔ تب فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایک سردار
نے گھر بنایا الخ حضور نے اس کی تمثیل و تشبیہ دی گئی کہ داعی آپ تھے اور اللہ سردار اور آپ تو
اسلام گھر اور آپ تو اور جنت کو مادبہ کہا۔ تو اب جو جنت کا دسترخوان کہا جنت تو جس نے
جو آپ کا کہا مان کر حصول کر لیا جو آپ کا جنت سا ادارہ ہے جہاں چاہے کھائے پئے گا وغیرہ
اس حدیث میں آنکھ کان قلب کو خطاب کیا گیا ہے وغیرہ یہ عقل ہے یا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو
آپ کے اندر ادراک کی قوت پیدا فرماتی جو آپ اس تمثیل کو سمجھ سکیں۔ اب کہ آپ جب سو رہے
تھے تو نوم کا اثر تعطیل حواس ہے جو رہا۔ یعنی اس سب کا اثر نوم مفقود ہے اور ان تین چیزوں کو
اس فرشتہ نے حکم اس وجہ سے دیا کہ اس سے قلب زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے

162 عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الفین احدکم الخ ۲۵

حضور نے فرمایا کہ میں نہ پاؤں تم میں سے کسی کو ایسے کہ جب اس کے پاس میری کوئی حدیث پہنچے اور وہ تکیہ لگائے ہوئے
ہو تو کہے ہم نہیں جانتے جو چیز قرآن میں ہے ہم تو اسی کا اتباع کریں گے۔ اس سے منکرین حدیث کا رد ہے

لا الفین۔ حضور نے اپنے سے نفی فرمائی کہ میں نہ پاؤں ایسا۔ حالانکہ مراد دوسروں کو نفی و منع کرنا ہے ۲۵
تنبیہ اس میں مبالغہ فرمایا اریکتہ مسہری وہ تخت جو قبہ میں رکھا ہو مطلب یہ کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے

٢٩/١٥ بیٹھا رہے اور مراد اس سے متکبر ہے کہ تکبر کی وجہ سے بیٹھا رہے اور اس میں سے کسی امر کو نہ مانے لا ادری نفوراً سکا 162
یا تو غیر القرآن ہے الا لا ادری غیر القرآن (١) یا مراد یہ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ خوارج اور اہل
ظواہر اور منکرین حدیث پر رد ہے۔ اس حدیث میں اعتصام بالسنۃ کو ذکر فرمایا کہ لوگوں کو قرآن کے ساتھ
ساتھ سنت سے تمسک کرنا چاہئے —

١٢ **عن المقدام بن معد یکرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت** 163
الا انی حضور نے فرمایا خبردار میں قرآن اور اس کے مثل دیا گیا ہوں۔ حضور نے حرف الا تنبیہ کا
استعمال فرمایا اس وجہ سے تاکہ حضور نے علم کیا جو بیان فرمانے تھی تو اس پر طلبا کو توجہ کرنا مقصود ہے
ومثلہ معہ مثل یا مقدار کا اعتبار سے ہے یا اعتقاد کے اعتبار سے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
جتنے احکام قرآن پاک میں ہیں اتنے ہی حدیث میں ہیں یا بہر قرآن پاک میں تمام احکام کا بیان نہیں
ورنہ حدیث میں بیان کرنا کیا یا فرمانا ہو کہ قرآن کتنا مکمل تبیانا لکل شیء ہے سوال جواب یہ کہ حضور
جو احکام اپنی احادیث میں بیان فرماتے وہ قرآن ہی سے مستنبط فرماتے چونکہ قرآن میں اشارات دیئے گئے
ہیں تو ہم میں سے ہر شخص سمجھ نہیں سکتا اس وجہ سے آپ نے فہم کے ذریعہ ان سے مسائل کا استنباط کیا
ہے جمیع العلم فی القرآن لکن ۔ ۔ ۔ تقاصر عنہ افہام الرجال

٢٠ شبعان یعنی پیٹ بھرا ہے مراد متکبر اور مالدار وغیرہ سے الا لا یحل لکم الحمار الاھلی یہاں سے وہ احکام
بیان فرمائے ہیں جنکا حکم قرآن پاک میں موجود نہیں ہے یہ حضور نے اجتہاد فرمایا جبکہ صحابہ کرام نے یہود کے
گدھوں کو خیبر میں پکڑ کر ذبح کر کے پکانا شروع کیا اور پکنا شروع کیا۔ یہ آپ نے ارشاد فرمایا جبکہ منع ہوا
٢٠ پکنے کو ہی پھینک دیا گیا۔ **ولا لقطۃ معاھد** معاہد کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ چونکہ یہ کافر ہے اس وجہ سے
اس کے مال میں غفلت زیادہ ہوتی ہے اور جب اس سے ہی وارد ہوئی تو غیروں میں بطریق اولیٰ ہی ہوگی۔
معاہد وہ شخص ہے جو ہمارا شاہی ذمی ہو سے امن لیکر دار الاسلام میں دار الحرب سے آئے ومن نزل
بقوم یہاں سے آپ نے اصول بیان دیا ہے کہ تو علیکم بہذا القرآن۔ اور لا یحل لکم الخ وغیرہ وغیرہ سے خطاب
فرمایا اور اب ومن نزل سے اصول بیان کر رہے تاکہ لوگ اس اشارہ کیا کہ یہ حکم وجوب کا درجہ میں ہیں یا
استحباب کا درجہ میں ہے بخلاف ماقبل کے احکام کہ وہ سب وجوب کا حکم فرمائے گئے فلہ ان
٢١ **یعقبھم بمثل قراہ** یعنی اگر وہ قوم ضیافت نہ کرے تو جائز ہے اس کے مال وہ بقدر ضیافت لے لے
ضیافت کا نسخہ کو ان کی غلہ وغیرہ یا اور کوئی چیز اپنے حصہ میں ڈال لے اس کو امام احمد نے قبول
یہ حکم اب بھی ہے لیکن جمہور نے کہا یہ ضیافت نہیں کہ ایسا کرنا حرام ہے جمہور کا محمل نصوص ہے
ابتدا اسلام میں اعانت کرنا واجب تھا اس میں دونوں قول ہیں (٢) یہ حکم مسرقتا تھا جبکہ کفار [illegible]

163 مسلمانوں کا لشکر گذر رہا تو وہ زمین فیء مغنم کر دیا اور وہ دونوں ایک رہا۔ ۲۹/۲۱

164 عن العرباض بن ساریۃ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایحسب الخ ۲۲

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ایک مرتبہ کھڑے ہوئے اور یہ کہا کیا گمان کرتا ہے کوئی

ہوئے اپنے مسند پر [illegible] دنیا میں پہونچا ہیں۔ اسکے بعد ایک طویل حدیث ہے۔ دوسری روایتوں میں آتا ہے جس سے

معلوم ہوتا ہے جب خیبر فتح ہوا اور صحابہ یہود کے باغات میں جا کر پھل وغیرہ کھانے شروع کئے اور انکے

گدھوں کو پکڑ کر ذبح کیا تو ان یہود کا سردار حضور کے پاس آیا جس پر آپ کو غصہ آگیا اور آپ نے اعلان کرا دیا

کہ لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہو جائیں جب نماز سے فارغ ہو گئے تب آپ نے خطبہ دیا اور

یہ ارشاد فرمایا گویا عبارت یہ ہو گئی قام فی فتح خیبر بعد الصلوٰۃ خطیبا انھا مثل القرآن او

اکثر۔ کا مثل میں بھی احکام جو احادیث میں ثابت ہیں انکو مثل قرآن فرمایا گیا لیکن وہاں تشبیہ

میں دو احتمال ذکر کئے گئے ہیں لیکن یہاں وہ دونوں احتمال جاری نہیں ہوں گے بلکہ صرف تشبیہ

مقدار کے اعتبار سے ہے کیونکہ آگے لفظ اکثر آرہا ہے تو اگر حقیقت کے اعتبار سے تشبیہ مانی

جائے تو یہ لازم آئیگا کہ حق ہونا میں قرآن سے اکثر ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ علامہ [illegible] فرماتے

ہیں کہ یہ او بمعنی بل کے ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ او شک کیلئے ہے جیسے مائۃ الف

او یزیدون میں ہے۔ علامہ [illegible] کیا گیا ہے جو [illegible] کہ آپکے علم میں جوں جوں ترقی

زیادتی ہوتی تھی تو آپکو پہلے کم کا علم تھا پھر اس سے زیادہ کا ہوا جیسا کہ [illegible] معلوم

۲۵ ہو گیا تو فورا اور اکثر ارشاد فرما دیا اذا اعطوا الذی علیہم اس سے مراد جزیہ ہے

اور بعض لوگوں نے فرمایا کہ اپنے عموم پر ہے [illegible] اور دیگر اشیاء جو ان پر واجب ہیں

سب اس میں داخل ہیں۔ [illegible] مصنف نے ذکر فرمایا [illegible] بعض احادیث کا [illegible] میں

وارد ہونے کی وجہ سے [illegible] فان عجز علیہ فلحقہ تو

یہ پہلی [illegible] جسکو مصنف نے [illegible] الا اللہ [illegible] رواہ ابوداؤد

165 وعنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم الخ ۲۶

حضور نے نماز پڑھائی اور پھر آپ نے ایک وعظ فرمایا صلی بنا سنن بیہقی اور مستدرک حاکم میں

تو ہے صلی بنا صلوٰۃ الصبح کی نماز تھی موعظۃ بلیغۃ علامہ [illegible] فرماتے ہیں کہ اس بلیغ کا مطلب

یہ ہے کہ الفاظ تو اس وعظ کے تھوڑے تھے اور معانی زیادہ تھے امام [illegible] فرماتے ہیں کہ

یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ آگے آرہا ہے کہ صحابہ اس وعظ سے رونے لگے اور دل کانپ اٹھے علامہ

[illegible] ہوتی ہے [illegible] جامع ہو [illegible] طویل تھا [illegible] نہیں

165 ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ اگرچہ عادۃً یہ بات تو [illegible] ہے لیکن اتفاقاً انسان ایک ۲۹/۳۶
جملہ سے پہلے [illegible] ہو سکتا ہے موعظہ مودع حضور نے رخصت ہونے والے کی طرح وعظ کا [illegible]
وعظ فرمایا ایسا ہی کیا یہ تنبیہ کس بات میں دی ہے بعض نے کہا کہ تنبیہ بعض اعتقادات میں تھی کہ
جیسے عام طور پر جب کوئی آدمی رخصت ہوتا ہے تو جاتے وقت خوب نصیحتیں اور وصیتیں کر جاتا ہے
اب یہاں آپ نے فرمایا بعض نے کہا کہ [illegible] میں تنبیہ دی ہے جو آپ نے تقویٰ کی وصیت
فرمائی ہے اور یہ کہ امیر کی بات سننا اور اطاعت کرنا ضروری ہے اگرچہ وہ کوئی عبد
حبشیا [illegible] اعتراض وارد ہو گا حضور کا ارشاد ہے کہ الائمۃ من القریش اور یہاں فرمایا ۳۰/۱
کہ اگرچہ وہ امام عبد حبشی ہو [illegible] جواب دیا کہ آپ کا یہ قول اس وقت ہے جب کہ وہ
غلبہ کے ذریعہ امامت حاصل کر لے اور الائمۃ من القریش میں حقیقی اعتبار ہے یعنی امام
قریش میں سے ہو گا تقویٰ کے معنی بیان کئے گئے کہ اتقاء عن المحذورات واجتناب عن الخبائث ۱
اس کی تین قسمیں ہیں ایک تقویٰ عن الشرک یہ پہلی اور ادنیٰ منزل ہے دوم
تقویٰ عن المعصیۃ یہ دوسری منزل ہے جو اطاعت [illegible] کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے سوم
تقویٰ عن غیر اللہ یہ [illegible] درجہ ہے آپ نے فرمایا [illegible] اختلافاً کثیرا یعنی اعتقادات
کے [illegible] یا امور [illegible] میں [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] اور خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو دونوں
سنتوں کو [illegible] دونوں [illegible] محدثہ کی [illegible] میں جو کام
آپ کے زمانہ میں [illegible] کے زمانہ میں ہوا [illegible] وہ [illegible] منسوب کیا

166 عن عبد اللہ بن مسعود خط لنا [۱] — عن عبد اللہ بن عمرو لا یؤمن [۲] — عن بلال بن حارث [۳] ٤
ملا علی قاری [illegible] آپ نے [illegible] خط کھینچا ایک سیدھا خط [illegible] اور بعض خطوط
167 [illegible] جانب [illegible] کو تشبیہ دی [illegible] حضرت عبد اللہ بن عمرو کی [illegible] لا یؤمن احدکم
[illegible] کمال ایمان کی نفی ہے اگر [illegible] احکام [illegible] جائز [illegible] اور اگر [illegible] اعتقاد
[illegible] تو اصل ایمان کی نفی ہو گی یہ ملا علی قاری کی توجیہ ہے [illegible]
تابع ہو لما جئت بہ [illegible] اعتراض وارد ہوتا ہے [illegible]
[illegible] تابع [illegible] جواب دیا [illegible]
دونوں کا [illegible] ہے اور [illegible]
168 [illegible] جانب [illegible] آپ [illegible]
یہ حدیث جو شخص میری [illegible] کو [illegible]

۳۰ تو یہاں تک بھی بڑھ گیا اور زنا کیا تو یہاں بھی کوئی نہ کوئی ہوگا اور دیکھا گیا۔ اس کو امام ترمذی و ابن ماجہ نے عبد اللہ سے
لیکن بعض نے اس کو صحیح کہا ہے یہ حدیث عمرو بن عوف کی حاشیہ میں ذکر کی گئی ہے ۔

170 عن عمرو بن عوف قال قال الا عن عبد اللہ بن عمرو لیاتین علی ۳۲

عمرو بن عوف کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام پہلے سمٹ کر حجاز میں اور مدینہ میں آجائیگا الا مروقیہ بیان
مادہ مکڑی کو شکار ہوتا ہے اور مادہ کی تفصیل رسول پاک کی کہ وہ بہت سمٹ کر زیادہ تر چھپتی ہے ۔ دوسری
حدیث میں ہے لیاتین سے مراد فاعل یعنی فاعل کا ہونا وغیرہ ہیں کہ زمانہ ہے یا مخالفت کا لانا یا مرکبہ فاعل کمال آئے
میں جو ہوا ہے ۔ شہر کہ بعض میں ہے ۔ وہ مرکبہ فاعل سے تو آپ نے فرمایا کہ میری امت ۷۳ فرقوں پر مشتمل
ہوگی جیسا کہ بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر مشتمل تھے اور تمام کے تمام جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے
ملت یہ وہ طریقہ جو بطور حق کے لوگوں نے اختیار کیا ہے ۔ بہتر فرقے یہ ہیں (۱) خوارج اور ان کے ۲۰ فرقے (۲)
معتزلہ ان کے بھی ۲۰ فرقے ہیں (۳) شیعہ ۲۲ فرقوں پر مشتمل ہیں (۴) مرجیہ پانچ فرقوں پر مشتمل ہیں (۵)
نجاریہ یہ لوگ اصول اعتقاد میں بہت پاس تھے اور کلام الہی کے حادث ہونے میں معتزلہ کے ساتھ ہیں
یہ تین فرقوں پر مشتمل ہے (۶) جبریہ (۷) مشبہ جو کو مشبہ کہتے ہیں (۸) اہل سنت والجماعت یہ کل ۷۲ فرقے ہوئے
قالوا من ھی یعنی صحابہ نے پوچھا کہ وہ کونسا ہے جو جنت میں جائیگی ۔ تو آپ نے فاعل کی تعیین
کسی نہیں کی البتہ صفت ظاہر ان فاعلین میں ہونا متعین ہے کہ علاوہ ازیں نہیں ہے
تلك الاهواء اس سے مراد عقائد باطلہ ہیں ۔

173 عن ابن عمر ان اللہ لا یجمع علی امتی الی حدیث الی ھریرۃ من تمسک بسنتی الخ ۲۹
2

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت ضلالۃ پر جمع نہ ہوگی ضلالت سے مراد یا تو خطا
کہ تمام لوگ سب خطا پر ہوں ایسا نہیں ہو سکتا (۲) معصیت مراد ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمام
لوگ معصیت میں مشغول ہو جائیں (۳) کفر بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اگر کفر پر سب جمع ہوں تو وہ اسلام کا
منکر ہو جائیگا ید اللہ اس سے مراد یا تو حفاظت یا احسان یا مدد ہے اس سے اجماع پر عمل کرنا
174 رشد بیان کیا ۔ دوسری حدیث بھی ابن عمر کی ہے فرماتے ہیں کہ اتباع کرو السواد الاعظم کا اس سے
مراد یا تو اکثر مسلمان ہیں (۲) کتاب و سنت مراد ہیں (۳) عالم باعمل مراد ہے رواہ ابن ماجۃ
175 یہ دوسری بات ضعیف ہے لیکن ابن ماجہ میں یہ الفاظ نہیں ۔ تیسری حدیث حضرت انس کی ہے اور شروع
مثال یہ ہے کہ جو میری سنت ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میری سنت سے محبت
کرے کیونکہ یہ کسی کی اتباع سے محبت لازم ہے یہ محبت ظاہر کرتی ہے تو اس کا فقیہ کو کان معی
176 فی الجنۃ اس سے مراد یا تو قرب ہے یا مطلق دخول مراد ہے ۔ چوتھی حدیث حضرت جابر کی ہے کہ جو شخص

176 جو اس سنت کو اختیار کرے فساد امت کے وقت اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ فساد سے مراد شیوع ظلم و جہالت ۳۰
اور جہالت کا غلبہ ہے اور سو شہیدوں کا ثواب اس وجہ سے ملے گا جیسے مجاہد اعلاء کلمۃ اللہ کرتا ہے اور
یہ احیاء کرتا ہے سنت کو اور ان مفاسد باطلہ کو ختم کرتا ہے جبکہ فساد عروج پر ہے۔ اس حدیث کا بیان علاوہ
حدیث کے مرسوم پر قرآن کا۔ رواہ البیہقی فی کتاب الزہد عن ابن عباس رض۔

177 **عن[۱] جابر حین اتاہ عمر و عن[۲] ابی سعید من اکل طیبا و عن[۳] ابی امامۃ ما ضل قوم الخ** ۴۲

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہودیوں سے ہم کچھ باتیں سنتے ہیں
اگر کچھ لکھ لیں [illegible] تو آپ نے فرمایا کیا تم بھی متحیر ہو جیسے یہود و نصاریٰ متحیر
ہو چکے ہیں۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں بیضاء نقیۃ یعنی ایسی کتاب جو نہایت واضح اور صاف ہے (۱)
تحریف و تبدیل سے پاک و صاف ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا اتباع
کرنا۔ مطلب یہ کہ تحریف شدہ کتابوں کا شوق [illegible] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے کہ اگر عیسیٰ و موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا اتباع کرنا ہوتا اس سے
ثابت ہوا کہ حضور ختم المرسلین ہیں اور حضرت عیسیٰ زندہ ہیں وہ نازل ہو کر شریعت محمدی صلی
178 اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے [illegible]۔ دوسری حدیث ابو سعید خدری کی ہے کہ
جو شخص طیب کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو جنت میں داخل ہوگا
طیبا سے مراد حلال ہے کیونکہ حلال سے دل میں خوشبو آتی ہے۔ بوائقہ بائقہ کی جمع ہے جس کے معنی شر، ظلم
کے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا آپ کے زمانے میں ایسے لوگ بہت ہیں گویا اس کی
کثرت پر خوشی ہوئی [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] آئندہ بھی ہوں گے (۱)
[illegible] تابعین [illegible] فرمایا [illegible] (۲) [illegible]
[illegible] آپ نے فرمایا [illegible] قرن کی جمع ہے [illegible] (۳) [illegible]
[illegible] اور [illegible] ہیں۔ اس حدیث سے
[illegible] اوتوا الجدل [illegible] بیان کی ہیں!

مطلب ۱ :- اس سے مراد انبیاء [illegible] یا کتاب اللہ سے عناد کرنا ہے۔

مطلب ۲ :- [illegible] انبیاء [illegible] دلائل [illegible] گئی ہے۔

مطلب ۳ :- انبیاء سے جدال [illegible] قوم گمراہ ہوئی ہے۔ پھر آپ نے آیت
[illegible]
انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم نازل ہوئی تو نصاریٰ [illegible] حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں [illegible]

۳۰ تھوڑا سا اور [illegible] کی عبادت کرنا تو گویا جرم ہے [illegible] نازل ہوئی اور اسکے علاوہ جبرائیل سے [illegible]

وہ عیسیٰ علیہ السلام کو نظم میں [illegible] تھا جیسے ہمارے معبود ہیں ایسے ہی نصاریٰ کے معبود [illegible]

[illegible] ہیں یا [illegible] میں گویا سب برابر ہیں (نعوذ باللہ منہ)

۳۱/۱ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم فی زمان الخ 179

حضرت ابوہریرہ حضور سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر [illegible]

کا عشر ترک کردو تو ہلاک ہو جاؤ [illegible] لوگ اگر [illegible] عشر ادا کریں گے تو وہ نجات پا جائیں گے

[illegible]

[illegible] عشر [illegible] کا حال ہے۔ [illegible] کس چیز کا عشر [illegible]

(۱) [illegible] ملا علی قاری [illegible] حدیث [illegible] ۱۹۳ [illegible]

اور نہی عن المنکر ہے [illegible]

وہ خیر القرون تھا اور [illegible] اور فساد کا دور ہے [illegible]

[illegible] (۲) [illegible] حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ

فرماتے ہیں کہ [illegible]

عبادت [illegible] خیر القرون تھا اور [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ [illegible]

[illegible] (۳) [illegible] فرماتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۳۵ عن انس لا تشددوا۔ عن ابی ہریرۃ نزل القرآن ۔ عن ابن عباس الم ثلثۃ الخ 181

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ اپنے نفسوں پر سختی نہ کرو لا تشددوا [illegible] الاعمال

[illegible] الاعمال [illegible]

کیونکہ [illegible] سختی [illegible] اللہ [illegible]

سختی [illegible] اللہ [illegible]

[illegible] سختی [illegible] اللہ [illegible]

182 [illegible]

183 ابو ہریرہ کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ قرآن پاک میں پانچ قسم کے مضامین ہیں اور اب پانچ ہی کی قسمیں ہیں۔ تیسری ۳۱/۵
حدیث حضرت ابن عباس کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احکام اور اختلاف کے لحاظ سے دنیا میں تین چیزیں ہیں
اول امر بین رشدہ وہ جس کی ہدایت واضح اور ظاہر ہو اس کی مثال دین کے اصول عبادات
جیسے نماز روزہ ہے اور حضور علیہ السلام نے اس کی اتباع فرمائی ہے جیسے اصول و فروع دوسرا امر بین غیہ وہ جس کی
گمراہی کھلی ہو اس سے بچنا ضروری ہے اس سے اہل کتاب کی موافقت مراد ہے اور حضور علیہ
السلام نے منع فرمایا ہے اس سے قول نفس و تخریب مراد ہے تیسرا امر اختلف فیہ (۱) اس سے مراد صفات باری
ہیں (۲) وہ مسائل مراد ہیں جن میں علماء کا اختلاف ہے اور کتاب و سنت میں کوئی واضح حکم نہیں جیسے امور
کا فرق یا حکم میں جو متشابہ باجتہاد ہیں (۳) اس سے مراد مخفی حکم ہے معنی ان تینوں میں سے
اول کا حکم یہ ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے ثانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے ثالث کا حکم یہ ہے کہ
رسول اللہ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کر دو۔

184 الفصل الثالث :- عن معاذ بن جبل ان الشیطان الخ عن ابی ذر من فارق الجماعۃ الخ ۱۳
فرماتے ہیں کہ انسان کا بھیڑیا شیطان ہے یعنی جس طرح بھیڑیا ہر وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ کوئی شکار ہاتھ
آئے تو اس کو پھاڑ کر کھا لے ایسے ہی شیطان بھی ہر وقت گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے الشاذۃ وہ بکری جو جماعت
سے منفرد ہو کر چلی جائے اور الگ ہو جائے القاصیۃ وہ بکری جو چرنے کی غرض سے علیحدہ ہو جائے الناحیۃ
جو بکری دوسروں کی غفلت سے علیحدہ ہو جائے تو جس طرح بھیڑیا ان سے ہر ایک وہ موقع پا کر شکار کرتا ہے ایسے
ہی اگر کوئی مسلمان نفرت یا کسی دنیاوی غرض یا غفلت سے اہل سنت والجماعت سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کو
شیطان گمراہ کر دیتا ہے الجماعۃ جماعت سے اہل سنت والجماعت مراد ہیں اور العامۃ سے بھی وہ لوگ
185 جو سنت پر عمل کریں۔ دوسری حدیث حضرت ابو ذر کی ہے کہ جو جماعت سے الگ ہو جائے شبراً
شبر: بالشت۔ شبر کا معنی بالشت یعنی تھوڑی سی جگہ کا ابوذر نے بیان مقدار کنایہ کی ہے کہ مقدار زمانہ کی ہے تو اشتباہ کی
تھوڑی سی مراد تھوڑی دیر یعنی ساعۃ ہے یا مراد اس سے بعض احکام ہیں کہ جماعت سے بعض احکام میں
الگ ہو جائیگا تو اسلام کی رسی گردن سے نکل جاتی ہے اور مراد بیان کمال اسلام ہے یا تغلیظ
و تشدید پر مبنی ہے یا مراد اس سے یہ ہے کہ اسلام سے نکلنے کے قریب ہو جائیگا۔ حاکم نے مستدرک میں اس
حدیث سے حجیت اجماع پر استدلال فرمایا۔

۱ ۲ ۳ ۴
186 عن مالک ترکت فیکم الخ عن غضیف ما احدث الخ عن حسان ما ابتدع الخ عن ابراہیم ۱۴
امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں
چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان کا اعتصام کر لیا تو تم گمراہ نہیں ہو سکتے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول علیہ السلام

بعض روایات میں کتاب اللہ کے بعد وعترتی کا لفظ آیا ہے صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم کی حدیث میں ۳۱
صرف کتاب اللہ کا ذکر ہے اور بیان سنت کا بھی ذکر ہے ان سب میں جمع کی صورت یہ ہے کہ بعض نے
اصل الاصول یعنی کتاب اللہ کو ذکر فرمادیا اور بعض نے اس کے ساتھ سنت کو بھی ذکر کردیا کیونکہ وہ بمنزلہ تفسیر کے
ہے اور بعض جگہ عترۃ یعنی اہل بیت کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ ہی ذریعہ ہیں کتاب و سنت کا علم حاصل ہونے کا —
187 دوسری حدیث حضرت غضیف کی ہے بعض نے ان کو صحابی بتایا اور بعض نے انکار کیا اور اصح یہ ہے کہ غضیف
صحابی ہیں [illegible] وہ صحابی ہیں [illegible] وہ صحابی نہیں ہیں اور [illegible] حدیث کا یہ
مطلب [illegible] بدعت [illegible] اور ایک سنت [illegible] ہے کہ جب کوئی آدمی کسی وقت میں کسی جگہ
بجائے سنت کے [illegible] تو اس وقت اور زمان کی جو سنت تھی وہ [illegible]
[illegible] بعد وہ [illegible] ہاتھ سے نکل گیا [illegible] علماء نے
منع کیا ہے [illegible] سنت [illegible]
[illegible] لسنۃ میں [illegible] تفصیل [illegible]
188 تیسری حدیث حضرت حسان کی ہے جن کو [illegible] حضرت غضیف کی اس حدیث میں [illegible]
البتہ حضرت حسان کے متعلق [illegible] صحابی ہیں لیکن [illegible] غضیف کا
189 [illegible] ہیں چوتھی حدیث حضرت ابراہیم بن میسرہ کی ہے جس میں [illegible]
[illegible] اسلام [illegible]
اور اسلام میں [illegible]
الاسلام [illegible]
190 عن ابن عباس من تعلم الخ عن ابن مسعود ضرب اللہ مثلا وعنہ قال من کان ۳۱/۳۰
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس نے کتاب اللہ سیکھی [illegible] اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی سے
ہدایت [illegible] دنیا میں اور آخرت میں [illegible] من تعلم کتاب اللہ [illegible]
فرماتے ہیں [illegible] تعلیم [illegible]
[illegible] ثم اتبع [illegible] فرمادیا [illegible] فمن اتبع ھدای [illegible] ۳۲
191 سے قرآن [illegible] ضرب اللہ مثلا [illegible] دوسری حدیث حضرت ابن
مسعود کی ہے جس میں صراط مستقیم کی تمثیل دی گئی ہے [illegible] قرآن ہے جو اس
راستہ پر [illegible] ہے اور [illegible] واعظ [illegible]
192 تیسری حدیث میں [illegible] صحابہ کرام سے [illegible]

٣١ ورنہ کہ ان صحابہ کرام کی اقتدا کرنی چاہئے جو انتقال فرما گئے کیونکہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فتنہ سے
مامون نہیں اور جو چلے گئے وہ فتنہ سے مامون ہو گئے ہیں اور انکی اقتدا وہی احسن ہے آگے فرماتے ہیں
اولئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مراد وہ لوگ جو گذر گئے اس سے اشارہ ہو گیا
کہ صحابی وہی ہے جو اسلام کی حالت میں انتقال کر جائے اسکے اندر اختلاف ہے کہ درمیان میں اگر ارتداد ہو
صحابی ہونے میں شکر جاتا ہے یا نہیں احناف کے نزدیک وہ صحابی نہیں رہے گا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ
وہ صحابی ہونگا کیونکہ موت تک ہے۔ هذه الامة اس سے مراد علماء صحابی کے نزدیک انقراض زمانہ تک
کے تمام لوگ ہیں اور صحابی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے امت کے لوگ مراد ہیں واقلها تکلفا
یعنی نہ ان کے تمدن میں کوئی تکلف تھا اور نہ کسی امر و معاشرت میں اور نہ ہی احکام میں یہ تکلف کرتے تھے
بس جو حضور نے فرما دیا اسکو مان لیا اور بس۔

194 [۱] عن جابر رضہ ان عمر رضہ الخ [۲] عن جابر کلامی لا ینسخ کلام اللہ الخ [۳] عن ابن عمر ان احادیثنا الخ ٣٢/٤
یہ حضرت جابر کی حدیث ہے حضرت عمر کا واقعہ نقل فرماتے ہیں اور اس قصہ کی ایک حدیث کا نمبر میں
بھی گذر چکا ہے جب حضور کے غصہ کیوجہ سے انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسوله اب یہ کہ اللہ کے غضب سے کیوں پناہ مانگی غصہ حضور کو تھا جواب یہ کہ چونکہ
رسول کا غصہ بسبب اللہ کے غصہ سے ہے اور اسی طرح اللہ کا غضب سبب رسول کا غصہ ہے اس وجہ سے
195 دونوں سے استعاذہ فرمایا جو کہ اللہ کے غصے سے پناہ چاہی ہے۔ دوسری حدیث بھی حضرت
جابر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا میرا کلام اللہ کا کلام کو منسوخ نہیں کر سکتا اس میں علماء کا اختلاف ہے
پہلے عرض ہے کہ نسخ کے معنی لغت میں تبدیل کے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں بیان
انتہاء الحکم کو اور اسکی چار صورتیں ہیں۔ نسخ الکتاب بالکتاب۔ نسخ السنة بالسنة۔ نسخ
الکتاب بالسنة۔ نسخ السنة بالکتاب۔ اول صورتیں بالاجماع جائز ہے تیسری صورت یعنی نسخ
الکتاب بالسنة میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی اور امام احمد کی ایک روایت اور اکثر مالکیہ کے
نزدیک کتاب کا نسخ نہیں ہو سکتا اور بعض مالکیہ اور امام احمد وشافعی رحمہم اللہ کا دوسری
روایت میں کہتے ہیں ہو سکتا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک حدیث سنت کا خبر مشہور
چوتھی صورت یعنی نسخ السنة بالکتاب۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ نہیں ہو سکتا اور باقی ائمہ اور علماء
کے نزدیک جائز ہے اور واقع ہے جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت ہے اور
قرآن پاک نے اس کو منسوخ کر دیا۔ اب آگے یعنی دوسری صورت یعنی نسخ السنة بالسنة اسکے متعلق علامہ نووی
فرماتے ہیں کہ اسکی چار شکلیں ہیں۔ نسخ خبر الواحد بخبر الواحد۔ نسخ المتواتر بالمتواتر

۳۲ نسخ خبر الواحد بالمتواتر، نسخ المتواتر بخبر الواحد۔ پہلی تین صورتیں بالاجماع جائز ہیں اور چوتھی صورت میں اختلاف ہے جن لوگوں کے نزدیک ناسخ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ فی قوۃ المنسوخ ہو ان کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی میں حنفیہ بھی ہیں۔ اس لئے احیاناً خبر واحد ناسخ ہے اور متواتر کی قوت کے مساوی نہیں ہے اس وجہ سے جائز نہیں ہے اور جن لوگوں کے نزدیک فی قوۃ المنسوخ ہونا ضروری نہیں ان کے نزدیک جائز ہے۔ رہا شافعیہ کا اعتراض حنفیہ پر وارد ہوا کہ تمہارے نزدیک جب ناسخ کا فی قوۃ المنسوخ ہونا ضروری ہے تو پھر نسخ الکتاب بالسنۃ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ سنۃ فی قوۃ الکتاب نہیں ہے۔ تو سنت حدیث کا درجہ کم ہے رہا جو بتلا دیا ان آیات محکمات میں تو ہم بھی نسخ بالسنۃ کے قائل نہیں۔ اور باقی تمام قرآن شریف قطعیہ میں متواتر اور مشہور کے برابر ہے رہا یہ بات کہ قرآن پاک میں منسوخات کی اقسام کتنی ہیں۔ اقسام کل چار ہیں اوّل منسوخ التلاوۃ والحکم جیسے سورۃ احزاب جو سورۃ بقرہ کے برابر تھی مگر حضور کے قلب اطہر سے آنحضور سے [illegible] بھلا دیا گیا۔ دوم منسوخ التلاوۃ دون الحکم جیسے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما الخ سوم منسوخ الحکم دون التلاوۃ جیسے لکم دینکم ولی دین۔ چہارم غیر منسوخ الحکم اور غیر منسوخ التلاوۃ اور ایسی آیات تمام محکمات ہے جیسا کہ تمام نسخ کی بحث واضح ہو گئی تو معلوم ہوا کہ شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نسخ الکتاب بالسنۃ جائز نہیں۔ اسکا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جو زنادقہ اور خوارج کی اڑائی ہوئی ہیں ان کی وجہ سے اسکو موضوع کہا۔ تیسری حدیث حضرت ابن عمر کی ہے جو طبرانی نے معجم میں اسکا نقل ہے 196

197 عن ابی ثعلبۃ الخشنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ الخ ۱۲

حضرت ابو ثعلبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرائض کو ضائع مت کرو فرائض اس سے عبادات مقصود ہیں اور جن چیزوں کو حرام فرمایا ان کا ارتکاب مت کرو اور جن اشیاء سے سکوت کیا ہے ان سے بحث نہ کرو اس سے [illegible] مراد ہیں۔

کتاب العلم

مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب العلم کو کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے بعد اس وجہ سے ذکر فرمایا کہ سنۃ و کتاب کا علم خاص ہے اور اس علم سے مراد عام علم ہے اور بقیہ ائمہ نے تمام کتب مثلاً کتاب الطہارۃ والصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج وغیرہ ان تمام سے اس وجہ سے مقدم کیا کہ ان سب کا جاننا علم پر موقوف ہے لیکن باب الایمان سے موخر فرمایا علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بغیر ایمان کے علم معتبر نہیں ہے ایمان مدار ہے اور اصل الاصول بنیاد ہے ہر شیٴ کی۔ یہ بحث اول ربط کا بیان میں تھی۔

۳۲

بحث ثانی :- علم یہاں بمعنی معرفت آتا ہے جیسے بعض میں عرفان یعرفہ کا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علم کی تعریف معرفت سے کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دونوں ایک ہیں حالانکہ علم کا تعلق کلیات سے ہے اور معرفت کا تعلق جزئیات سے ہے دوسرے یہ کہ علم کا تعلق ذات شئی سے ہوتا ہے اور معرفت کا جزء شئی سے اسی وجہ سے اللہ جل شانہ پر عالم کا اطلاق ہو سکتا ہے عارف کا نہیں۔ یہ لغوی تعریف میں بحث تھی۔ اصطلاحی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے ممکن اور بعض نے نا ممکن کہا ہے جو لوگ نا ممکن کہتے ہیں ان میں اختلاف ہے کہ نا ممکن ہونے کا سبب کیا ہے اور وجہ کیا ہے امام الحرمین اور ان کے شاگرد حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ علم نظری ہے اس کی جنس و فصل کا علم نہیں ہے اور بغیر جنس و فصل کے (علم کے) کسی شئی کی تعریف غیر ممکن ہے ہاں رسمی تعریف تقسیم کے ذریعہ ہو گی جیسے استثناء کیا جاتا ہیں علم ہو گیا ہے۔ دوسری جماعت کا شئی کے نا ممکن ہونے کی وجہ یہ کہتی ہے کہ یہ علم بدیہی ہے اس میں علامہ ابن حجر ہیں۔ دوسرا فریق جو علم کی تعریف کو ممکن کہتا ہے اب ان میں کوئی تعریف کرتا ہے کسی اعتبار سے مختلف ہیں بعض نے کچھ تعریف کی اور بعضوں نے کچھ اور کی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں صفۃ توجب التمییز للنفس بین المجہول والمعلوم۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ العلم نور مقتبس من مشکوٰۃ مصابیح النبوۃ والانوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اقوال ہیں جنہیں پانچ قول حضرت قتادہ کا نقل کیا ہے۔ اب علم اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی اور اگر بواسطہ حاصل ہو تو علم کسبی ہے۔ پھر علم لدنی کی تین قسمیں ہیں۔ وحی، الہام، فراست۔ لغۃ میں وحی کے معنی ہیں (۱) اشارہ خفیہ سریعہ (۲) کتابت (۳) علم۔ اور اصطلاح میں ہے الکلام المنزل من اللہ تعالیٰ علی رسول من رسلہ۔ امام کی وحی کی سات قسمیں بیان فرمائی (۱) خواب میں فرشتہ یا اور کوئی تعلیم دے (۲) القاء فی القلب جیسے حدیث میں ہے ان روح القدس نفث فی روعی (۳) مثل صلصلۃ الجرس گھنٹی کی آواز جیسی قلب میں سنائی دیتی ہے (۴) ان یتمثل الملک رجلا فرشتہ انسان کی شکل میں آ کر تعلیم دے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے (۵) ان یتراءی لہ الملک فی صورتہ فرشتہ اپنی شکل میں آ کر کوئی بات تعلیم دے۔ حضرت جبرئیل دو دفعہ حضور کے پاس اپنی اصلی شکل میں آئے (۶) حضرت اسرافیل آ کر تعلیم دیں (۷) حضرت حق جل مجدہ خود کلام فرمائیں من وراء الحجاب جیسے معراج کی شب اور حضرت موسیٰ سے کوہ طور پر۔ یہ تمام وحی کا تعلق صرف انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے۔ الہام کے معنی لغت میں اللّو کے ہیں اور اصطلاح میں القاء الشیء فی القلب کو کہتے ہیں۔ اور فراست کے معنی کسی شئی کی صورت دیکھ کر

۳۲ علم ہوتا ہے فرق ہوا فرشتہ سے الہام میں اور فرشتہ میں صورت دیکھنے کا اور الہام میں صورت دیکھنے کے بغیر ہوتا ہے اور وحی اور الہام میں یہ فرق ہے کہ وحی متیقن علم اور الہام ظنی ہے رہتا ہے کہ الہام وحی کا مخالف نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر وحی لفظاً و معنیً ہو تو قرآن اور اگر صرف معنی ہو اور الفاظ حضور کے ہوں تو حدیث قدسی حدیث نبوی کا نام ہے۔ پھر علم کی تین قسمیں علم الیقین جو نظر و استدلال سے حاصل کیا جائے اور عین الیقین جو دیکھنے سے حاصل ہو اور حق الیقین جو تجربہ سے حاصل ہو۔ فقط واللہ اعلم

198 ۱۴ الفصل الاول :- عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو آیۃ اس سے پیام مراد ہے بعض نے کہا اس سے مراد ہے آیت و احادیث کی تبلیغ کرو اس لیے قرآن کریم کی تبلیغ کا کیوں حکم نہ فرمایا رہتا جواب دیا گیا کہ تبلیغ کا ذریعہ شئی کی حفاظت ہوتا ہے اور قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا جو آیت سے مراد قرآن پاک ہے اور احادیث کا وعدہ نہیں ملتا لیکن جب قرآن کی تبلیغ کا حکم نہ فرمایا جائے تو کسی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا تو حدیث کا وعدہ بھی نہیں لہٰذا تبلیغ کا ذریعہ اس کی حفاظت کرنا بطریق اولیٰ مفہوم ہوتا ہے۔ جو آپ نے ملا علی قاری نے فرمایا ہے کہ اس سے کلام مفید مراد ہے خواہ وہ قرآن ہو یا حدیث پاک ہو۔

۱۵ وحدثوا عن بنی اسرائیل :- وہ احادیث بنی اسرائیل اگر مصدق ہیں تو ان کو نقل کرنا صحیح ہے اور وہ قول ہم سے کہہ کر گئے اب ہم کو بیان کرنا بعینہٖ ضروری ہو گیا اپنی شریعت کے موافق کسی نسبت کے ذریعہ کہ اپنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہو اور احادیث لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم میں ان کا نقل کرنا حرام ہے اور جو کسی شے میں کہ ہماری شریعت نے ان کی تصدیق کی اور نہ تکذیب تو ان کو ہم نقل کر سکتے ہیں اور یہی بیان مراد ہیں جیسا کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے قصص و امثال مراد ہیں۔ ومن کذب علی متعمداً :- جس نے عمداً مجھ پر بہتان باندھا ہو وہ ایسے ہی جہنم میں داخل ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جھوٹ ترغیب بطور ترہیب کے گھڑے تو وہ وعید میں داخل اور اگر کسی نفع کے لیے گھڑے تو وہ جائز ہے لہٰذا وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ بعض صوفیا اور فرقہ کرامیہ نے اس کو جائز کیا ہے۔ وہ فضائل اعمال کے لیے وضع حدیث ترغیباً و ترہیباً بیان کرنا جائز قرار دیا لیکن جواب یہ کہا گیا کہ علی سے استعلاء کی قید حضور پر اس قول کو جھوٹ کہنے کے لیے اب کرے تو وعید میں داخل ہے۔ متعمداً :- یہ قید احترازی ہے۔ سہو وغیرہ نکل گیا۔

۱۶ فلیتبوأ :- یہ امر بمعنی خبر ہے لیکن بیان کر بعض الاخبار ہے تہکم و استہزاء کے لیے یا یہ کہا جائے کہ یہ بد دعا ہے۔ نعوذ باللہ منہ

199 دوسری حدیث حفص بن عمر ... مغیرہ کی ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص کسی جھوٹی بات کو جانتے ہوئے ۳۲
بیان کرے تو شبہ یہ ہے کہ وہ خود ان دو جھوٹوں کاذبوں میں سے ایک کاذب ہے دوسرا کاذب وہ
جھوٹی بات کا کہنے والا اور یہ بیان کرنے والا خود نقل کرنا والا۔ یہ جب کہ تثنیہ کا صیغہ ہو تو
الکاذبین کو پڑھا جائے جیسا کہ ابو نعیم نے ضبط کیا لیکن جمہور علماء نے اس کو جمع کا صیغہ کہا تو ضبط
کیا ... یہ حدیث میں بھی دو دو روایتیں ہیں ایک مجہول کا صیغہ ہے تو جس کے معنی نقل کیا گیا
اور ایک صیغہ معروف ہے تو جس کے معنی بیان کرتا ہے حضرت ملا علی قاری نے اول کو راجح قرار دیا کیونکہ
علم ضروری نہیں صرف اگر جھوٹ کا ظن ہو تب بھی وہ ناقل کاذب ہے ۔
واضح رہے کہ من حدث عنی بحدیث میں حدیث عام ہے خواہ وہ نفع لینے کیلئے ہو یا ضرر لینے

200 عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ ۱۷
خیرا میں تنوین تعظیم کیلئے ہے یفقہہ فی الدین سے مراد علم فقہ مراد نہیں بلکہ ہر شرعی علم
جیسے کتاب وسنت وتفسیر تصوف فقہ وغیرہ سب اس علم میں داخل ہیں انما انا قاسم ۱۸
یہاں مقصود بیان ہے حقیقت ارادۃ واعطاء خیر جیسے علم ہے یہ اللہ کے قبضہ میں ہے میں صرف
قاسم ہوں اعطاء میرے قبضہ میں نہیں ہے ۔

201 عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس معادن الخ ۱۹
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ انسان معادن ہیں
معادن ... فرماتے ہیں کہ معادن چونکہ غیر ذوی العقول والروح میں سے ہے لہذا اس کا حمل انسان پر
جو ذوی العقل والروح ہے صحیح نہیں ہے لہذا تشبیہ پر مقدم کو محمول کیا جائے گا الناس کالمعادن
انسان کی مثل خزانے کی طرح ہے اور یہ حمل ... ہے یعنی جیسے کانوں میں مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں
بعض کانیں سونے کی ہیں اور بعض چاندی کی وغیرہ وغیرہ ایسے ہی انسانوں میں مختلف صلاحیتیں
ہوتی ہیں بعض کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے اسکو سعید کہتے ہیں تو علم وعمل کی دولت
سے مالا مال ہوتا ہے بعض کی اور ... کم صلاحیت ہوتی ہے۔ یا یہ کہا جائے معادن کے
کے یہاں مجازی معنی مراد ہیں ... اس میں تشبیہ ... کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ معدن صلاحیت
کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے تو گویا تفاوت اس کے لئے لازم ہے تو یہاں ملزوم
بولکر لازم مراد لیا اور مقصد یہ ہے کہ انسان اخلاق حسنہ کا مستقر ہے جیسے معادن سونا اور چاندی
جیسی چیزوں کا مستقر ہے اور ان لوگوں کا اچھا اور شریف ... جو زمانہ جاہلیت میں تھے وہ اب
بھی اسلام میں ہیں بشرطیکہ اذا فقہوا یعنی تفقہ فی الدین ہو ... ان کی شرافت معتبر ہوگی ورنہ ان کی شرافت ۲۰

[illegible] ۱۲

202 عن ابن مسعود لا حسد الا فی اثنتین ؁ عن ابی ہریرۃ اذا مات الانسان ؁ ٣٢/٢٠
حسد کی تعریف بعض نے کی ہے تمنی نعمۃ زوال الغیر و انتقالہ الیہ اور بعض نے تمنی نعمۃ زوال الغیر
صرف انتقال الیہ کی قید نہیں لگائی اس کا حکم تو مطلقاً جائز نہیں ۔ بنا بر ان حدیث میں کیسے جائز ہوا
جواب ۱ یہ سکتہ بیان حسد ہو کر غبطہ مراد لیا اور غبطہ کہتے ہیں تمنی مثل نعمۃ الغیر کو اور غبطہ جائز ہے
جواب ۲ بیان حسد ہے اسی کا معنی مراد ہیں مگر یہ کلام تعلیق بالمحال کے قبیل میں ہے کہ اگر حسد کسی موقع پر
جائز ہوتا تو دو موقعوں پر ہوتا ۔ اثنتین بعض نسخوں میں فی اثنتین ہے تو معنی میں خصلتین
محذوف ہوگا اور رجل آتاہ اللہ میں بھی رجل سے پہلے لفظ خصلۃ محذوف ہوگا اور اگر ٢١
اثنتین ہے تو رجلین محذوف ہوگا ۔ الحکمۃ سے مراد علم دین ہے یا اصابۃ الحق بالعلم والعمل ٢١
203 دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے کہ اس میں ہے کہ انسان کو تین چیزوں سے نفع ہوتا ہے
صدقہ جاریہ ۔ علم نافع ۔ ولد صالح ۔ اس پر اعتراض وارد ہوا کہ من سن سنۃ حسنۃ والی حدیث میں
آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت حسنہ کا ثواب بھی ملتا رہتا ہے بنا بر اس کو
شمار کیا جائے ہو گئے ۔ جواب ۱ سنت والی بات ان تین سے خارج نہیں ۔ وہ ینتفع بہ میں داخل ہے جواب ۲ صدقہ
جاریہ میں داخل ہے ۔ اس پر یہ اعتراض اور عبادات کا بھی اس کو ثواب پہنچایا جاتا ہے یا نہیں ؟
امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ صرف عبادات مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے عبادات بدنیہ میں اس کے علاوہ
کسی اور عبادت کا ثواب نہیں پہنچتا قراءۃ قرآن کا بھی ثواب نہیں پہنچتا ایسے ہی اور بعض
علماء کا مذہب ہے کہ ثواب نہیں پہنچتا اور دلیل میں وہ لوگ اس حدیث کو اور قرآن کی آیت
لیس للانسان الا ما سعی کو پیش کرتے ہیں ۔ حنفیہ کا جواب علامہ ابن قیم نے عطا فرمایا کہ اس حدیث
انقطاع عمل کی نفی ہوئی ہے نہ کہ انقطاع انتفاع کی اور زیر بحث انتفاع ہے جواب ۲ یہ حصر ان تین کا فرداً ہے
جواب ۳ تینوں کی نفی ہے انتفاع کی نہیں ۔ علم ینتفع بہ اس سے علم ذات باری مراد ہے ٢٣
ولد صالح یدعو لہ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ قید کی کیا ضرورت صرف ولد کا ہونا کافی ہے کہ اس کے اعمال کا ٢٣
ثواب ملتا رہیگا جواب ۱ اعمال کا ثواب تو الگ ہے اور دعا کا ثواب الگ ملیگا
جواب ۲ تحریض پر مبنی ہے کہ اولاد کو یہ ادب سکھائیں کہ دعا ضرور کرنی چاہیے ۱۲
204 عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفس عن مومن کربۃ الخ ٢٣
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کی کوئی چھوٹی سی تکلیف دنیا میں زائل کر دیگا قیامت
میں اللہ تعالیٰ اس کی بڑی سی مصیبت کو زائل کر دینگے ۔ اس پر اعتراض ہوگا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ
مصیبت کے زائل کرنے سے اپنی بھی کوئی مصیبت زائل ہوگی حالانکہ قرآن میں عمل حسن پر دس اجر کا

204 تو یہ حدیث قاعدہ قرآنیہ کے خلاف ہوئی۔ جواب یہ کہ عشر امثال کی دو حیثیتیں ہیں ایک کمیہ کی اور ۳۲
ایک کیفیہ کی تو یہاں کیفیت کے اعتبار سے زیادتی مقصود ہے جو عشر امثال سے بہت زیادہ ہوگی۔

من ستر مسلما ستره اس سے ستر عیوب اور ستر باللباس دونوں مراد ہو سکتے ہیں سہل ۲۵
الله له به کی ضمیر یا تو طریق کی طرف یا التماس کی طرف جو یلتمس سے سمجھ میں آرہی ہے یا علم کی طرف یا
سلوک کی طرف جو سلک سے سمجھ میں آرہا ہے راجع ہے فی بیت من بیوت الله کہا مساجد اللہ
نہیں کہا گیا تاکہ تشبیہ مدارس رباط وغیرہ دوسرے امکنہ کو بھی شامل ہو جائے اور بیوت اللہ کا
نسبت دینیوی و دنیوی کیلئے ہے مسجد کو ٹھکانہ بنا لینا جانا مکروہ ہے السکینة امام نووی اور قاضی عیاض
فرماتے ہیں کہ اس سے رحمت مراد ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ رحمت مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ رحمت کا
ذکر آگے عطف میں آرہا ہے ورنہ تکرار لازم آئیگا بلکہ اس سے سکون و وقار مراد ہے۔ بعض نے
کہا کہ اس سے فرشتوں کی ایک جماعت مراد ہے جو رحمت لیکر اترتے ہیں فیمن عندہ اس سے
ملاء اعلی مراد ہیں۔ آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا جس شخص کو اسکا عمل پیچھے کر دے اسکو
اسکا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

205 وعنه ان اول الناس يقضى عليه الخ وعن عبد الله بن عمرو ان الله لا يقبض الخ ۲۳/۲
اس حدیث پاک میں تین مقام پر معرفہ نعمتہ کا لفظ آیا لیکن ایک جگہ نعمۃ مفرد اور باقی اخیر دو
میں جمع کیساتھ آیا ہے کیونکہ اول میں نعمتہ سے وہ نعمت بدن مراد ہے اور اخیر دو میں نعمتہا
مرکب ہے تو نعمت مال نعمت علم وغیرہ مراد ہے اسیطرح کذبت بھی تین جگہ آیا ہے ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ کذبت و ما فیہ ہو تو اسکے دعوی خبر ہے یا دعوی خبر سے جو اخروی ضمنا سمجھ میں آرہا
ہے وہ مراد ہے لیقال انك عالم اعتراض ہوا کہ جملہ اول میں تعلیم کا ذکر تھا تعلم کا بھی ۶
ذکر تھا لہذا ان دونوں کے لحاظ سے انك عالم و متعلم دونوں کہنا چاہئے اسکا جواب ملا علی قاری دیتے
ہوئے کہا جب اسکا علم فاسد ہے تو اسے تعلیم کی بنا بھی فاسد ہوگی اسوجہ سے ذکر نہ کیا جواب ثانی
سمجھ میں آگیا ہوگا اختصار ایک کو حذف کر دیا۔ دوسری حدیث عبد اللہ بن عمرو کی ہے جسکا خلاصہ یہ
ہے کہ یکدم علم نہیں اٹھایا جائیگا بلکہ علماء کو وفات دیکر اسوقت تک علم باقی رہیگا اور جب علماء نہ رہیں
سردار جاہل ہونگے تو علم چھین لیا جائیگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ میں نہ علم رہیگا
اور نہ علماء اور جب علماء ختم ہو جائینگے تو مجتہد بطریق اولی نہیں رہینگے نتیجہ اس حدیث سے
بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ کوئی زمانہ مجتہد سے خالی ہو سکتا ہے لیکن حنابلہ بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ
کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ رؤس سے مراد اہل نقل۔ فافتوا بغیر علم کے جواب دیا۔

207 عن شقیق قال کان عبداللہ بن مسعود یذکر الناس فی کل الخ ۳۲/۱۱

خمیس فقال۔ یعنی آپ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے ایک رجل نے کہا کہ روزانہ فرمایا کریں تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ کوئی مانع نہیں ہے لیکن خیال ہے ملول ہو جاؤ گے۔ حضرت ابن مسعود جمعرات کو اس وجہ سے وعظ فرماتے تھے کہ اس کی برکت جمعہ کا اخیر تک باقی رہے مجمل اس سے یہ ہے کہ ان عادیہ جو ایک شاگرد ان میں سے ہیں وہ روایت یتخولنا سے مراد دو ماں اور روایت یتخوننا بالنون سے لیکن صحیح یہ ہے یتخولنا باللام صحیح ہے۔

208 عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن ابی مسعود الانصاری الخ ۲۲

زیادہ فرشتہ سلام سے وجہ ایک تھے اگر دو ان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ دو آں وجہ یہ کہ ایک رشتہ دائیں جانب ایک رشتہ بائیں جانب اور ایک رشتہ سامنے کی طرف کھڑے ہوتے تھے اور یہ وجہ سلام میں بھی ہے دوبارہ توجہ سلام کی یہ ہے کہ ایک سلام استیذان کا دوسرا دخول کا تیسرا رخصت کا سلام ہوتا تھا۔ باب العلم سے اس حدیث کو تعلق یہ ہے کہ طالب علم اور استاد کو ایک بار جو سبق دیا استاد کو تو جب سمجھتا ہو تو اس میں تکرار کرنا چاہیے تاکہ اچھی طرح کلمہ سمجھ میں آئے اور طالب کو یہ بات سمجھ دی کہ جب وہ استاد کے گھر آئے تو پہلے استیذان کا سلام پھر دخول کا اور پھر رخصت
209 کا سلام کر کے جائے۔ دوسری حدیث ابو مسعود انصاری کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور سے آکر کہا کہ میری سواری تھک گئی مجھ کو سواری دیجیے آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن ایک دوسرا آدمی نے کہا کہ انا ادلہ بالقول او العمل او الاشارة او الفعل یعنی جب کوئی ایسا شخص آتا ہے قول یا عمل یا اشارہ یا فعل کے ذریعہ سے بتادوں جو اس کو سواری دے سکے آپ نے فرمایا فوراً اور مدلول پر دلالت کرنا والا کا اجر فاعل کا اجر برابر ہے یہ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے علم کو بھی شامل ہو گئی کیونکہ وہ بھی دال علی الخیر ہوتا ہے اور یہی مناسبت اس حدیث کو باب العلم سے ہو گی۔

210 عن جریر قال کنا فی صدر النہار عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ۲۷

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس ایک قوم ننگی جو اونی کپڑا یا چادر میں لپٹی ہوئی تھی حضور کے پاس کسی حاجت سے آئے حضور ان کے فاقے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور عادت شریفہ کے مطابق اذان اور نماز پڑھ کر آپ نے خطبہ دیا اور آیت کریمہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الخ اور ایک دوسری آیت تلاوت فرمائی اور صدقہ کا حکم دیا لوگ بے دریغ دینے لگے حتیٰ کہ آپ کے پاس ایک ڈھیر کپڑے کا اور ایک غلہ کا ہو گیا آپ کا چہرہ انور چمکنے لگا خوشی کی وجہ سے کانہ مذہبۃ اس میں دو روایتیں ہیں ایک مذہبہ ذہب سے ۲۳

۳۴ 210 جسے بعض نے صحیح کہا ہو اور کہا ہو۔ اور علامہ منذری کا کہنا ہے کہ ایک روایت حضرت [illegible] سے ماخوذ ہے
جسے بعض نے غیر مستند ہوا کہا ہے لیکن شافعی محدثین نے اس روایت کی تضعیف کر دی اور صحیح نہ سمجھ
کو شہید کیا۔ بہر حال دونوں سے جھگڑا کی تاکید مقصود ہے جیسا کہ فرمایا من سن فی الاسلام
سنۃ تمام کرنے والوں کا ثواب موجد کو ملتا اور عمل ہر سے گناہ ہر ایک عامل کا ملتا اور یہی الفاظ
رسن حدیث میں باب العلم سے مناسبتاً کہتے ہیں۔ حدیث میں ایک لفظ آیا ہے رکھی
مشتق بعض علماء نے لکھا ہے کہ آدم کا صیغہ ہے علم اور کو حذف کر دیا [illegible]
کا ادم اور کہا ہے کہ وہ [illegible] باقی رہتا ہے [illegible] ماضی کا صیغہ ہے بمعنی الدم

۳۵ 211 عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقتل نفس ظلماً الخ
حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نفس بھی قتل کیا جاتا ہے ناحق
رکھ گناہ۔ آدم کے بیٹے قابیل کو بھی پہنچتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کو ایجاد کیا۔

واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرتبہ ایک لڑکا اور لڑکی کا
پیدا ہوتی تھی اور دوسری مرتبہ میں جو لڑکا لڑکی پیدا ہوتی تو اول لڑکا کا نکاح دوسری مرتبہ کی لڑکی سے
اور اول لڑکی کا نکاح دوسرے لڑکے سے تمام ہو جاتا تھا۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کے دو بیٹے
ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے سے اپنی بہنوں کا [illegible] کے اعتبار سے قابیل کی بہن ہابیل کا نکاح
ہوا اور ہابیل کی بہن قابیل کے نکاح میں آنی چاہئے تھی مگر چونکہ قابیل اور اس کی بہن بہت خوبصورت
تھی تو [illegible] خود نکاح کروں گا اور ہابیل اور اس کی بہن بد صورت تھی اور
[illegible] تمام [illegible] حضرت آدم نے سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا جب حضرت آدم حج کو
تشریف لے گئے تو شیطان نے قابیل کے [illegible] کسی چیز کو [illegible] مارا جس سے وہ ختم ہو گئی
یہ صورت دیکھ کر قابیل نے سوچا کہ [illegible] ہابیل کو ختم کر دوں چنانچہ ایک پتھر
مار کر ختم کر دیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا کو بھیجا اس نے [illegible] کوا کو مار کر
زمین میں دفن کیا تو قابیل کی سمجھ میں صورت آگئی اور دفن [illegible]

۳۶ 212 الفصل الثانی :- عن کثیر بن قیس قال کنت جالساً مع ابی الدرداء فی مسجد الخ
دمشق [illegible] دمشق شام کا دار السلطنت ہے کثیر بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت
ابو الدرداء کے ساتھ دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرات صحابہ کرام میں سے بعض نے شام میں اور
بعض نے [illegible] سکونت اختیار کر لی تھی اور [illegible] علم [illegible] دور دور سے علم سیکھنے آتے تھے
۳۷/۱ چنانچہ ایک آدمی آئے اور کہنے لگے کہ میں آیا ہوں من مدینۃ الرسول [illegible]

212

٣٤ نقل کیا معنی جبار اور رسول کہنا مکروہ ہے کیونکہ رسول کا لفظ بغیر اضافت کے عام ہے بہتر اور ستھرا اشتباہ کا
خوف ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسناد اس کی ضعیف ہے لیکن یہاں بغیر اضافت کے بولا گیا ہے
کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قرینہ ہے اور سیاق و سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے پھر ان کے سفر کا
حدیث پاک کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا میں اسی غرض سے آیا ہوں جو شخص علم کی طلب میں راہ
چلے تو اللہ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلا دیتا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں
٢ طریقاً اور علماً کو نکرہ لا کر اشارہ کیا خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو یعنی ہر ایک علم خواہ حدیث ہو
یا فقہ یا نحو و صرف وغیرہ ہر علم شرعی میں فضیلت کا مستحق ہے۔ ابن الملک فرماتے ہیں اس کو
معلوم ہو کہ جنت کے بہت سے راستے ہیں انہیں میں سے ایک راستہ علم کا راستہ ہے۔ ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ جنت کا ہر راستہ علم ہی سے مخصوص ہے بلکہ اس کی تخصیص کا
٣ سبب جیسا ہے راستہ سے جانے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ان الملئکۃ لتضع اجنحتھا رضا لطالب العلم
رضا مندی کیلئے پر بچھاتے ہیں۔ شرح علماء [illegible] نے مختلف مطالب بیان فرمائے تحریر کئے ہیں!
مطلب۱ اس سے مراد ہے کہ فرشتے چلتے چلتے رک جاتے ہیں اور اس کی مجلس میں بیٹھ کر سنا کرتے ہیں
مطلب۲ اس کی مدد کیلئے تیار رہتے ہیں۔ مطلب۳ تواضع کرکے بچھانے کیلئے تیار رہتے ہیں
مطلب۴ دشمنوں کی سرکوبی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ مطلب۵ واقعۃً پر بچھاتے ہیں۔
اور ہر مخلوق اس کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ اس کے
استغفار کی دعا کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے فرمایا اس کو اس کی حقیقت پر رکھنا اولیٰ ہے
٤ الحیتان فی جوف الماء سے یہ وہم دور کر دیا کہ شاید خشکی کی مخلوق دعا کرتی ہوگی تو
کہدیا کہ دریا تمام تری کی مخلوق دعا گو ہے۔ مطلب یہ کہا ہے کہ مچھلی کا دعا کرنا کیونکر ہے کیونکہ
دنیا میں بارشیں علماء کی وجہ سے اور ان کی برکات سے ہوتی ہیں اور بارش پانی کا ان مچھلیوں کی
حیات ہے اس وجہ سے دعا اور استغفار کرتی ہیں۔ آگے چل کر عالم کی فضیلت عابد پر بیان
فرمائی جیسے کہ چودھویں کا چاند قمر منیر اور کواکب مستفید ہوتے ہیں ایسے ہی عالم فقیہ اور
عابد پر ہے وہ سمجھیں کہ انوار اس کا استفادہ کرتا ہے۔ دوسری وجہ تشبیہ یہ کہ جیسے معلوم ہے ان کا
چاند کا نور تو عالم میں تمام رہتا ہے اتنا کواکب کی روشنی کا نہیں رہتا ایسے ہی علماء کا علم سے
ہر عبد کو فائدہ پہنچتا ہے بخلاف عابد کے کہ وہ اپنی ہی اصلاح اور اپنی فکر میں مقید رہتا اور
عصیان سے بچے اور عالم سے یہاں وہ عالم مراد ہے جو عبادات کے بعد علوم پر بالخصوص مشغول ہو اور
٤ عابد سے وہ عابد مراد ہے جو ضروریات العبادۃ کا علم جانتا ہو۔ آگے ارشاد فرمایا ان العلماء ورثۃ الانبیاء

۴ ملا علی قاری ابن الملک سے نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کا یہ حال نہیں کہ ان کا مال ان کو شامل ہو جائے اور یہ لوگ وارث ہوں جیسا کہ عام طور پر وارث ہونے کا اقرباء ہوتا ہے البتہ علماء تبلیغ دین میں مشغول ہو کر دنیا سے بے خبر ہو جاتے ہیں جس سے قرب الٰہی کا حاصل ہوتا ہے اور ان کی وراثت علم سے ہے۔

۵ فمن اخذه اخذ بحظ وافر مشکوٰۃ میں باء یا زائدہ ہے یا متعلق ہے محذوف کے جو اخذ کی ضمیر سے حال واقع ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ اخبار ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اخذ کو طلب اخذ کے معنی میں لیا جائے۔ وسماه الترمذی قیس بن کثیر یعنی کثیر بن قیس کی بجائے امام ترمذی نے قیس بن کثیر کہا لیکن امام احمد کے ساتھ [illegible] فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں سے وہ ایک راوی محمد بن یزید واسطی نے قیس بن کثیر کہا ورنہ صحیح روایت کثیر بن قیس ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے البتہ امام بخاری نے اس حدیث کو کثیر کے باب میں ذکر کیا قیس کا نہیں۔

213 ۶ عن ابی امامة الباهلی قال ذکر لرسول الله صلى الله عليه وسلم رجلان الخ

رجلان ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان دونوں رجل سے مراد تمثیل مقصود ہے حقیقۃً کوئی رجل مراد نہیں دوسرا احتمال یہ بیان فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ حضور کے زمانہ میں ایسے دو آدمی ہوں جن کا ذکر آپ سے کیا گیا ہو لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاری نے مسند دارمی کا مطالعہ نہیں فرمایا کیونکہ اس میں روایت ہے کہ یہ دو رجل بنی اسرائیل سے تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ فضیلتی میں اس حدیث نے حد سے زیادہ مبالغہ بیان کر دیا کیونکہ اگر خطاب صحابہ کو ہے تو ظاہر ہے کہ حقیقتاً لوگ موجود تھے بعض افضل اور بعض علم میں کم تر اور اعلیٰ پایہ شخص بھی کافی تھا لیکن اپنے صحابہ کا ادنیٰ آدمی کہا اور اگر خطاب تمام امت کو ہو تو پھر اس سے بھی زیادہ مبالغہ ہو جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں ان لوگوں کیلئے جو خیر کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ الخیر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے علم دین مراد ہے پھر اپنے اس مضمون کی تصدیق اس ارشاد سے فرمائی انما یخشی الله من عباده العلماء اس کے علاوہ [illegible] اور فضیلتیں ہیں اور اللہ نے علماء ہی کو ذکر فرمایا کہ علم سبب ہوا خشیت کا اور خشیت سبب ہے تقویٰ کا اور تقویٰ سبب ہے کرامت و فضیلت کا خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اکرمکم عند الله اتقاکم

215 ۷ عن ابی سعید الخدری ان الناس لکم تبع الخ عن ابی هریرة الکلمة الحکمة الخ

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور جو تفقہ فی الدین کیلئے آئیں ان کی بھلائی کی وصیت کرو۔ تبع لکم تبع الخ مصدر ہے تو یہ حمل [illegible] کے قبیل سے اور اگر تابع کی جمع ہو تو یہ حمل درست ہے خطاب صحابہ کرام کو ہے اور ممکن ہے کہ یہ دوسروں کو بھی خطاب ہو رجالاً جیسا خوبی تعلیم کیلئے ہے کہ اس کا مرتبہ بڑا ہے اور دوسرا [illegible] لوگوں کیلئے فاستوصوا بهم خیرا

215 رستہ کر دیا متشابہ عقیدہ اور حقیقیم ہم خبر دیا اور حقیقتاً ارتباط ہونا اتم انکو خبر کا حکم دور متشابہ ۳۲

216 بیان کیا گیا الطلب الرحمۃ سے ہم خبر دار۔ دوسری حدیث میں جو الکلمۃ الحکمۃ آیا ہے اسکو ۱۳
بعض روایت میں کلمۃ الحکمۃ ترکیب اضافی کے ساتھ ذکر کیا اور بعض روایات میں الکلمۃ الحکیمۃ ہے
یعنی جس میں اضافت مجازی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کلمۃ حکمۃ مومن کا گم کردہ شئی ہے جہاں پاوے
وہ لیکر لے وہ اس کے ساتھ زیادہ احق ہے۔ ایک فقیہ عقیدہ پر ہزار عابد سے زیادہ
مضبوط ہوتا ہے اسی پر قلیلم یا نا سبق کو ملم ہے ہو رہا اسکو روشن رکھتا۔ دوسرا
متشابہ عقیدہ اللہ تعالی نے لوگوں کو مختلف استعداد دی ہے تو بیدار رہا یا بعض لوگوں میں فہم
کم ہوتی ہیں اور بعض کو دوسروں کا اعلی درجہ عطا فرمایا جیسے ذریعہ سے وہ اشتباہ ڈالتا ہے اور
استنباط کی رغبت مندرجہ بالا ہی سے ہیں اور جو شیطان اسمیں اگر دو کوئی شبہ متشابہ
کرے تو وہ اسکے احق ہی ہیں کہ کوئی اعتراض ان پر نہ کرو۔

217 عن ابن عباس فقيه واحد – عن انس طلب العلم – عن ابی هريرة خصلتان ۱۴

حضرت ابن عباس سے روایت ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے
زیادہ سخت ہے شیطان پر۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ فقیہ واحد سے مراد ایسا عالم مراد ہے
کیونکہ وہ خود بھی شیطان کے مکر سے بچتا اور ہزاروں کو بچا لیتا۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ
218 ربوبیت کی قیمت عظیم لیتی ہے۔ دوسری حدیث حضرت انس کی ہے طلب العلم علماء نے
لکھا ہے کہ اس علم کے مصداق میں علماء کے ۲۰ قول ہیں لیکن انہوں نے بیان فرمایا البتہ علماء
مشائخ ہر صوفی نے چند مصداق تحریر کئے ہیں (۱) علم الحال (۲) علم الحلال (۳) بیع و
شراء و معیشت و عبادت کا علم (۴) علم التوحید (۵) علم الاخلاص (۶) جو البینہ پانا کا علم جسکے
کرنے کا ارادہ ہو۔ علی کل مسلم ملا علی قاری نے کہا ہے کہ ایک روایت میں مسلمۃ بھی ہے
امام نووی نے بھی کہا ہے کہ بعض روایات میں مسلمۃ واقع ہوا ہے حافظ سخاوی نے اسکو
۵۰ طرق سے نقل کئے لیکن کسی میں بھی مسلمۃ کا لفظ نہیں پایا تو معلوم ہوا مسلمۃ روایت میں بڑھایا
اسکی زیادہ غلط ہے وقد روی من اوجہ متعددۃ صحیح یا حسن جسمیں پچاس طرق
219 نقل کئے ابن الجوزی نے اسکو ضعیف قرار دیا۔ تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے کہ دو
منافق کے اندر دو صفتیں نہیں ہو سکتیں۔ حدیث نہ جدو فوجہ میں یعنی ہے۔ ملا علی قاری
فرماتے ہیں منافق سے منافق عملی اور اعتقادی مراد لیا جا سکتا ہے اور البتہ ممکن ۱۸
ونفقہ الحج دونوں اسکے ہی ہو سکتا ہے

۳۷/19 عن انس من خرج ۔ عن سخبرۃ الازدی ۔ عن ابی سعید الخدری لن یشبع 220
حضرت انس فرماتے ہیں کہ جو علم کی طلب کیلئے نکلا وہ مجاہد کے حکم میں ہے من خرج ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ خرج خواہ گھر سے ہو یا شہر سے ہو فی طلب العلم علم سے مراد علم شرعی ہے خواہ نفلی ہو یا علم
فرضی ہو اور مجاہد کے حکم میں اس لئے ہے کہ جس طرح وہ اعلاء کلمۃ اللہ احیاء دین اور دفع کافرین
کیلئے نکلتا ہے ایسے ہی عالم بھی کافرین کا دفع کرتا ہے ۔ دوسری حدیث سخبرۃ الازدی کی ہے 221
اس حدیث پر اعتراض ہوا کہ قرآن اور احادیث کے خلاف ہے کیونکہ بہت احادیث میں حدود و
قصاص اور ہر قسم کی سزا دینے کو اور بعض وقت علم کو تمام گناہوں کا کفارہ بتا دیا ہے یہ
۲۱ جواب دیا گیا کہ ما مضی سے مراد من ذنوب الصغائر ہیں اور قرینہ دوسری احادیث کے خلاف ہے اور
جمع کی صورت یہ کیا ہے کہ ذنوب صغائر یہاں مراد ہیں بعض اور دوسری وجہ یہ کہ کفارہ سے سبب
کفارہ مراد ہو یعنی علم کا ذریعہ ہے توبہ کرے گا اور جب توبہ کرلی تو اب یقینا کفارہ ہوجائیگا
تیسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کبھی آسودہ نہیں ہو سکتا ۔ چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے 222-223
کہ جو علم کو چھپائے رکھیگا اس کو آگ کی لگام منہ میں پہنائی جائیگی ۔ علم سے مراد دین کا علم
مراد ہے خواہ نفلی ہو یا علم فرضی اور عذاب کی وجہ یہ ہے کہ منہ سے ہی تبلیغ کا ادا
منہ میں
نہ ہونے علم کو چھپایا ہے اور اس کی سزا منہ کو دینا ہی مناسب ہے ۱۲

* * *

۲۴ عن کعب بن مالکؓ من طلب العلم ۔ عن ابی ہریرۃ من تعلم ۔ عن ابن مسعود 225
حضرت کعب کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تین غرضوں کیلئے علم حاصل کرلیا تو جہنم رسید ہوگا ۔ اول
علماء سے مقابلہ کیلئے ۔ دوم بیوقوفوں سے جھگڑنے کیلئے اور اسی طرح لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ
کر اور مال دنیا یا وجاہت وغیرہ حاصل ہو ۔ دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی یہ مقصود حدیث 226
۲۷ سے یہ مراد جو تیسرے میں ہیں ہے اور لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ کا مطلب ہوگا کہ
دخول جنت تو ہوگا لیکن خوشبو نہیں آئیگی یا یہ بات موقف الحساب مراد ہے اور اہل علماء کو تو خوشبو
آئیگی اور غیر دنیا کو نہیں آئیگی ۔ تیسری حدیث میں نضّر اللہ کو ابو عبیدہ نعم اللہ منا [illegible] 227
شخص نے پڑھا اور لکھا ہے یہ لازم و تشدید دونوں طرح آتا ہے اور یہاں تشدید مراد ہے ۔ اس کے معنی ہیں
ہرا بھرا یہ تشدید ہے کیونکہ تخفیف تشدید کا نہیں کرتا اور یہاں تشدید مراد ہے اس تشدید سے
چہرہ کی رونق مراد ہے دوسرا مطلب یہ کیا ہے عزت و وقار مراد ہے فحفظہا ملا علی
قاری فرماتے ہیں کہ حفظ قلب سے اور کتابت سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا

228 جائز ہے ۔ ہو سکتا ہے جیسے ابن مالک فرماتے ہیں کہ حذف ما یعلم جائز ہے ثلاث الیغل علیھن ۳۵/۳
یعنی اگر مفعول یا معلوم ہے تو ترکیب معنی دینا تھا یعنی اور اگر عامل سے نا ضرور ہے تو حقیقت و
کنایہ کا معنی مبہم ہے اور علیھن کا مبتدا کے متعلق ہو کر حال ہے تقلید ہوتے کا یہ بیان تھا
کہ یہ مسلمان کا قلب اس حال میں کہ وہ تاملی ہو ان تین خصلتوں پر یحیط من ورائھم ٤
فرماتے ہیں کہ اجیب مسلمین کی جماعت کو لازم پکڑ لیا تو ان کی دعاؤں کا برکات سے فتنوں سے محفوظ
رہیگا اور جیسا فتنہ ورضی دہ بچیگا تو عقل اور فقہ دینا تھا جو کچھ فتنہ وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے

230 عن ابن مسعود رضی ۔ عن ابن عباس اتقوا الحدیث ۔ عن ابن عباس من قال ٥
کما سمعہ اس حفظ سے بعض لوگوں نے روایت بالمعنی کیا اور روایت بالمعنی جائز نہیں ۔ انہی میں ابن سیرین
ہیں لیکن دوسرے علماء کے نزدیک جیسے ابو حنیفہ اور شافعی اور حسن بصری وغیرہ کے نزدیک جائز ہے
اگر حفظ بعینہ الفاظ کا نہ کیا اور فقط جائز ہے قید یہ کہ عالم اور اسالیب کلام سے واقف ہو
231 مقصود اس حدیث حضرت ابن عباس کی ہے جیسے مذکور ہے کہ اتقوا الحدیث اس حدیث کو اگر محدث کا
معنی میں لیں تو مطلب ہوگا کہ حدیث بیان کرنے سے بچو اور اگر حدیث کو اسم علم نہ لو دوسرا مطلب
ہوگا کہ روایت حدیث سے بچو الا ما علمتم یعنی اگر روایت صحیح معلوم ہے تو بیان کرو تا کہ عند العلماء قطعیہ ٨
232 تغییر حدیث بھی انسان کا ہے یا جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا
لے جیسے بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نظر ہے اور اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو برائیہ سے مراد وہ رائے
ہوگی جو بدون نقل اللہ کا محتاج ہو جو کچھ مراد کا اس وضع پر کہنا ہے اس کا قصد معنی بعد تفسیر
بیان کرنا والا دو حال سے خالی نہیں یا تفسیر مقدم رسول اکرم کی تو رائے یا اپنی رائے سے اگر مقدم
ارسول ہے تو مقدم ہے اور اگر اپنی رائے سے کرتا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا کسی اور کی رائے یا عقل
صرف عربیہ علم کا مطابق ہے یا نہیں ۔ اگر مطابق ہے تو یہ رائے محمود اور مقبول ہے اور اگر مطابق نہیں
تب صورت نقل اللہ کا بنا پر ہے تو یہ مردود ہے اور یہی محمل ہے اس حدیث کا ۔ رہ گیا امر اختلاف کہ
تفسیر بیان کیا سکتی ہے یا نہیں فقہ و محدثان کے قید بعض کے نزدیک جائز ہے مطلقاً اور بعض کے نزدیک
مطلقاً جائز نہیں اور بعض کے نزدیک جو ظاہر معنی میں ان کو بیان کرے مقصود قرآن کو بیان کر
اور بعض کے نزدیک مقصود کو بھی بیان کر سکتا ہے بشرطیکہ عالم اور اسالیب کلام سے واقف ہو
اور کیا ہو روایت میں کہ من قال فی القرآن بغیر علم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس علم سے ٩
مراد علم شرعی اور دلیل شرعی ہے خواہ وہ دلیل ظنی ہو یا قطعی ۔ ۱۲

235 عن جندب من قال - عن ابی ہریرۃ المراء فی القرآن - عن عمرو بن شعیب عن ابیہ ۳۵/۱۱
حضرت جندب حضور سے نقل فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کہا اگرچہ وہ صحیح ہے لیکن
پھر بھی غلطی کی کیونکہ قرآن کی تفسیر بغیر علوم قرآنیہ کے نہیں ہو سکتی جب یہ کام عمدہ ہے تو خلاف ورزی
236 کرنے والا مجرم ہوتا ہے خواہ اس خلاف ورزی میں درستگی ہو۔ دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے
المراء فی القرآن کفر اس کے مختلف معنی بیان کئے (۱) قرأت میں اختلاف کرنا کیونکہ جب تم ایک ۳۶
قرأت کی تصدیق اور دوسری کی تکذیب ہوگی تو اس سے قرآن کی تکذیب ہوگی (۲) قرآن کو
اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنا مفتی اس کو کفر کہے (۳) قرآن کی قرأت میں اختلاف کرنا کفر ہے
(۴) مراء کا معنی جھگڑا اختلاف اور جھگڑا کا معنی ہے ایسے ہی شک کا معنی بھی آتا ہے قرآن پاک
میں شک کرنا کفر ہے لیکن مراء کا معنی یہاں شک کا لینا ضعیف ہے کیونکہ دوسرا اور وہ بھی یہاں
237 المراء کا لفظ اول واقع ہے۔ تیسری حدیث حضرت عمرو بن شعیب کی ہے جس کی سند متصل [illegible]
کا آگے تین جد ہیں محمد عبد اللہ عمرو بن العاص۔ اب جد سے اگر اول مراد ہیں تو حدیث
مرسل اور اگر ثانی تو متصل اور اگر عمرو بن العاص ہیں تو حدیث منقطع ہوگی۔

238 عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل القرآن علی ۳۷
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن نازل ہوا ہے
علی سبعۃ احرف مشکل کلمات میں سے ہے احرف حرف کی جمع ہے اور وجہ جمع۔ [illegible] کا علم ہوا اور
سات کا علم ہوا۔ [illegible] ہر حرف پر نزول کا واقعہ یہاں نہیں آیا جو روایت [illegible]
مدینہ منورہ میں بنی غفار کے کنویں پر تشریف لے گئے اور وہاں حضرت جبریل تشریف لائے۔ قاضی
عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ سبعۃ سے تکثیر مراد ہے اس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور ملا علی قاری
کا بیان ہے بعض نے کہا کہ یہ تحدید [illegible] ہے اب یہ کہ سبعۃ احرف سے کیا مراد ہے ابو جعفر
فرماتے ہیں کہ یہ [illegible] سے ہے۔ جمہور نے فرمایا اس کے معنی معلوم نہیں اور ایک قول مختلف
اقوال ہیں (۱) امام زہری سفیان بن عیینہ امام بیہقی نے فرمایا اس سے لغات مراد ہیں
اعتراض ہوا کہ لغات عرب سات سے زیادہ ہیں اس کا جواب دیا لغات کی دو قسمیں ہیں
ایک لغات فصیح اور دوسری غیر فصیح ان سے افصح مراد ہیں۔ (۲) [illegible] احرف سے قرأت مراد
ہیں [illegible] قرأت سبعہ مراد ہیں کیونکہ [illegible] نزول تمام عالم کے لئے ہے۔ (۳) [illegible] اس سے
سات چیزیں مراد ہیں [illegible] حلال حرام محکم متشابہ امثال قصص۔ حافظ ابن
حجر امام [illegible] ۳۵ معنی نقل کئے ملا علی قاری اس کے [illegible] معنی نقل کئے اور امام سیوطی نے

238 ۳۵ رہے۔ یہ معنی نقل کئے گئے ہیں ان اسباب میں مشہور ترین قراءت سبعہ اور لغات سبعہ یہ دو ہیں۔ حافظ ابن عبد البر نے فرمایا احرف سے مراد متفقۃ المعنی اور مختلفۃ الالفاظ ہیں۔ اب یہاں بیان کر دینا بھی ہے قراءت سبعہ موجود ہیں یا نہیں۔ ابن جریر طبری کا اور امام طحاوی کا نظریہ کہ اب موجود نہیں۔ امام ابو الحسن اشعری کا نظریہ کہ اب بھی موجود ہیں۔ لکل آیۃ منھا ظھر وبطن ظہر اور بطن اس کے معنی میں اختلاف ہے چنانچہ مختلف اقوال یہ ہیں۔ اول ظہر سے الفاظ اور بطن سے معنی مراد ہیں۔ قرآن کی ہر آیت کے الفاظ و معانی ہیں۔ ثانی ظہر سے الفاظ اور بطن سے تاویل مراد ہے۔ قرآن کی ہر آیت کے یعنی الفاظ اور تاویلات ہیں۔ ثالث ظہر سے مراد وہ تفسیر جو منقول ہو اور بطن سے تاویل یعنی ہر آیت کی تفسیر منقول ہے اور تاویل کا ذریعہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ رابع ظہر سے کلام ہے اور بطن سے مراد اس کے ذریعہ نصیحت حاصل کرنا ہے — خامس ظہر سے الفاظ اور بطن سے ایمان لانا مراد ہے کہ ہر آیت پر ایمان لائے۔ سادس ظہر سے الفاظ پر ایمان لانا اور معانی پر عمل کرنا مراد ہے اور بطن سے مراد ہے کہ اپنے فہم کے اعتبار سے قرآن کو سمجھے۔ سابع امام طحاوی کا نظریہ ہے کہ ظہر سے ظاہر معناہ اور بطن سے خفی معناہ مراد ہے۔ ثامن ظہر سے تلاوت اور بطن سے تدبر و تفکر مراد ہے ولکل حد مطلع اس کے معنی میں دو قول ہیں (۱) حد سے مراد حدود کا اور اس سے احکام مراد ہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ قرآن پاک میں ہر حکم شرعی کی نشان دہی کیا جا سکتا ہے وہ مرتبہ اور فورا ملیگا (۲) حد کے معنی طرف کے ہیں جانبین۔ اس وقت اس کا تعلق ظہر و بطن سے ہوگا یعنی قرآن کا ظہر و بطن ہر دو کا لیعنی ان دونوں کا ایک نشان کا مطلع ہے مطلب یہ ہوا قرآن کی اگر تفسیر نقلی ہے تو اس کا مطلع روایات ہیں اور اگر تاویل عقلی ہے تو اس کا مطلع فہم و علم ہیں۔ تفسیر روایات کا ذریعہ ہوگی اور فہم تاویل فہم و عقل کے زور سے ہوگی۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے دو طرح سے معنی بیان ہوں گے یعنی نقلی روایات میں اختلاف ہے لکل حرف حد و مطلع اور مطلب حقیقۃً قرآن کی تفسیر اور تاویل میں ہر ایک کی ایک حد ہے اس سے تجاوز نہیں کرنا۔ اب یہاں تفسیر و تاویل کا ایک مطلع ہے تفسیر کا مطلع روایات اور تاویل کا مطلع فہم و علم و ذوق سلیم ہیں۔

239 ۳۶ عن عبد اللہ بن عمرو العلم ثلثۃ الخ عن عوف بن مالک ؓ لا یقص الا امیر الخ آپ نے فرمایا العلم تین ہیں آیۃ محکمۃ اس سے وہ آیت مراد ہے جو منسوخ نہیں ہے یا اس سے وہ آیت مراد ہے جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو۔ متشابہ نہ ہو یعنی معلوم ہو گئی نہ بیان فرمائے سنۃ قائمۃ یعنی وہ حدیث جس میں احتمال اور تردد نہیں۔ فریضۃ عادلۃ اس کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں (۱) وہ احکام جو قرآن یا سنت کے

239 مطابق قیاس سے ثابت ہو (۲) اجماع (۳) علم فرائض خود حدیث نے [illegible] حدیث میں علم چار چیزوں کو ۳۵
240 قرار دیا یعنی محکم سے قرآن، سنت سے حدیث اور فریضہ سے قیاس اور اجماع۔ دوسری حدیث عوف بن
مالک کی ہے لا یقص سے معنی وعظ [illegible] یعنی بیان نہیں کر سکتا ہے مگر تین میں کا ایک [illegible]
جس کو امیر [illegible] اجازت [illegible] مقصود ہو [illegible] وعظ کی اجازت [illegible]
مگر [illegible] کو [illegible] وعظ کی اجازت [illegible] حدیث سے معلوم ہو جائیگی۔ ایک
روایت میں مختال کی جگہ مراء ہے اور امام [illegible] دونوں کو ضبط کیا۔

242 عن ابی ہریرۃ من افتی - عن معاویۃ نہی عن الاغلوطات - عن ابی ہریرۃ تعلموا ال ۲۵
من افتی میں مجہول و معروف دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر مجہول پڑھیں تو ترجمہ ہوگا جو شخص فتوی
دیا گیا اور اس سے مستفتی مراد ہوگا اور من افتاہ سے مفتی مراد ہوگا اور مطلب ہوگا کہ مستفتی کو بغیر
علم کے فتوی دیا گیا تو گناہ مفتی پر ہے کہ اس نے [illegible] تھا۔ اور اگر معروف پڑھیں
تو ترجمہ ہوگا جس شخص نے فتوی دیا تو اس صورت میں اس سے مفتی مراد ہوگا اور من افتاہ کو
استفتاہ کے معنی میں لینگے اور اس سے مستفتی مراد ہوگا اور معنی کا تکلف ہو جائیگا یعنی اگر بغیر
علم کے فتوی دے تو اس کا گناہ مستفتی پر ہے کیونکہ اس نے غیر محل میں سوال کیا [illegible]
[illegible] ہم اسکو [illegible] ہم اس سے اچھا قول [illegible] ومن اشار
اور جس شخص نے اپنے بھائی کو مشورہ دیا کسی امر میں اور جانتا ہے [illegible] اس کے غیر میں ہے تو اس
[illegible] الشفاء المؤمن [illegible]
243 دینا چاہتا ہو گی۔ دوسری حدیث حضرت معاویہ کی ہے کہ آپ نے اغلوطات (پیچیدہ مسائل) سے منع
فرمایا کیونکہ [illegible] اپنی بڑائی یا دوسروں کی تحقیر مقصود ہوتی ہے اور یہ دونوں مذموم ہیں
[illegible]
[illegible]
[illegible] اگر اول سے [illegible]
[illegible] جائز۔ اور [illegible] حضور [illegible] مقصود تھا [illegible]
[illegible] کیونکہ [illegible]
244 تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے تعلموا الفرائض اس فرائض کا مصداق میں تین قول ہیں (۱) علم میراث
مراد ہے (۲) جو احکام [illegible] فرض کئے [illegible] کوئی سا فرض ہو (۳) [illegible] مراد ہے
اور [illegible] قرآن و سنت سے جو احکام ثابت ہوئے ان کو سیکھو لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کو ابواب الفرائض

[illegible]

245 عن ابی الدرداء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشخص ببصرہ الخ ۳۵/۳۴

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ حضور نے آسمان کی طرف نظر مبارک اٹھا کر فرمایا یہ ایسا وقت ہے کہ علم اس وقت میں لوگوں سے اٹھا لیا جائیگا کوئی کیفیت اس پر قادر نہ ہوگی [illegible] حالات کو حکیم ترمذی نے فرمایا لا یقدروا منہ اگر مرجع علم ہے تو مطلب ہے کہ علم کے اسباب ختم ہو جائیں گے کہ اس پر قادر نہ ہوگا علم اور اگر ضمیر کا مرجع حضور ہوں تو مطلب ہوگا کہ اس میں جب جانے دنیا سے [illegible] علم [illegible] برابر بھی کسی شئی کا ذریعہ کا نہیں ہوسکتی اسلئے آپ میں دوبارہ زندہ ہو جائیں۔

246 عن ابی ہریرۃ روایۃ یوشک ان یضرب الناس آباط الابل الخ ۲۵

آپ نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ علم کی طلب میں اونٹوں کے کلیجے [illegible] لیکن کوئی زیادہ عالم عالم مدینہ سے نہ پائیں گے [illegible] فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور کے زمانہ میں تھی لیکن اب تو مدینہ میں مدینہ سے زیادہ علماء موجود ہیں۔ دوسرا مصداق عالم مدینہ کا ہو سکتا ہے کہ آپ کی ذات عالی صفات ہو تیسرا قول مصداق میں یہ ہے کہ اس سے امام مالک مراد ہیں جیسا خود اس حدیث کے آخر میں مصنف نے سفیان بن عیینہ اور عبدالرزاق سے نقل کیا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے عمری زاہد مراد ہیں ان کا تعلق بھی مدینہ میں اسحق بن موسیٰ سے یہی نقل کیا گیا اور ان کی تعیین نام میں کی گئی کہ عبدالعزیز بن عبداللہ ہیں۔ اول تو شیخ العمری زاہد میں اختلاف ہے کہ اس سے کون مراد ہو سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس حدیث میں اس عمری سے کون مراد ہیں علماء نے لکھا ہے کہ اس سے کون مراد ہو سکتے ہیں (۱) اس سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں ان پر اعتراض ہوا کہ عالم مدینہ کیسے ہوئے وہ تو شام میں رہتے تھے (۲) عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب مراد ہیں (۳) ان کے بھائی عبیداللہ مصغر مراد ہیں (۴) عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب مراد ہیں یہ تو معاملہ تھی عمری زاہد کی ... پھر یہ اس حدیث کے آخر میں جو عمری زاہد کا لفظ آیا ہے اس سے کون مراد ہے اس میں بھی مختلف اقوال ہیں (۱) اس سے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب مراد ہیں جیسا خود کتاب میں ان کی تعیین کی گئی ہے (۲) بعض نے اس سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز ضعیف کو قرار دیا مگر جیسا کہ قبل میں بتلا دیا اس پر اعتراض ہوا کہ یہ عالم مدینہ نہیں کیونکہ یہ شام میں رہتے تھے (۳) بعض نے عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب کو قرار دیا لیکن ان کی بھی لوگوں نے تضعیف کی ہے اس وجہ سے رد کر دیا البتہ ان کے بھائی عبیداللہ مصغر مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ ثقہ ہیں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس عالم مدینہ سے مراد ایک شخص ہے جو آخر زمانہ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور لوگ ان کے علوم کا محتاج ہوں گے فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

247 وعنه فيما اعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل الخ ۳۶/۱
لهذه الامة اس سے امت دعوۃ و اجابت دونوں مراد ہو سکتی ہیں لیکن امت دعوۃ کا مراد لینا قرین
قیاس نہیں کیونکہ تجدید دین تو ان کے لئے نہیں ہے بلکہ امت اجابت مراد ہے۔ راس کل مائۃ اس سے
یا تو ہجری سال کا آخر حقیقۃً مراد ہے اور مولانا عبد الحی لکھنوی نے فرمایا ہے کہ اس سے مطلقاً ایک زمانہ
مراد ہے آیا مجدد کا ایک ہونا مراد ہے تو یہ سوال کہ آیا ایک ہی ہو یا اسی سال پر ہو یا وفات
اسی کا اس سنہ سے کونسا مراد ہو سکتا ہے یعنی اس سال کا اشتہار کس وقت ہوگا اس میں مختلف
اقوال ہیں (۱) ہجری کیونکہ اس ہوگی (۲) مولد ہوں سے (۳) وفات ہوں سے (۴) ہوتا کیونکہ اشتہار ہوگی
مجدد زمانہ نے اول قول کو ترجیح دی۔ من یجدد لھا مجدد نام اور ایسا مستثنٰی فرماتے ہیں ایک دین عالم ۴
یعنی مستثنٰی دو مجدد ایک وقت میں ہو سکتے ہیں یہی رائے ملا علی قاری اور بہت سے علماء کی ہے
بعض لوگوں نے کہا یہ خاص ہے اور ایک صدی میں صرف ایک مجدد ہوگا۔ ابن الاثیر جامع الاصول
میں بہ تفصیل ہیں اور مذہب و روایات مذہب کے علماء کو مجدد قرار دیا۔

248 عن ابراهيم بن عبد الرحمن العذري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ۴
بعض نے اس کو صحابی کہا اور بعض نے نفی کی ابراہیم تابعی ہیں صحابی نہیں کیونکہ ان کو اصابہ کے طبقہ اول میں
ذکر کیا ہے۔ هذا العلم علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ اس سے علم فقہ مراد ہے ملا علی قاری نے فرمایا کہ
اس سے اصول علم قرآن و سنت مراد ہے کیونکہ علم فقہ حادث ہے حضور کے عہد میں ایجاد ہوا۔ رواه
البیہقی اصل کتاب میں بیاض ہے سید میرک شاہ علیہ الرحمۃ نے اضافہ فرمایا۔ ۴

249 الفصل الثالث:- عن الحسن مرسلا قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ ۵
حسن کا لفظ جب آپ ہیں مطلق مراد ہو تابعین میں ہو تو اس سے حسن بصری اور اگر صحابہ میں مطلق
بولا جائے تو اس سے حسن بن علی اور فقہ میں حسن بن زیاد مراد ہوں گے۔ درجۃ واحدۃ ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ یہ درجہ نبوت کا ہے یہ لوگ نبی نہیں ہوتے کیونکہ سب سے بڑے مرتبہ ہوتے ہیں۔ وہ جس کام نبی کی غرض
احیاء دین ہے اب یہی ان کی بھی غرض تھی۔

250 وعنه مرسلا قال سئل - عن علی نعم الرجل الفقیه - وعن علی محدث - عن واثلة الخ ۷
اس حدیث کا مقصد یہ ہے اور اسی ضمیم قبل میں گزر چکی ہے یہ صفت تعلیم میں حضور سے تو ثابت ہے
251 رسول سے نفیا الیسی ہی فضیلت کا مستحق ہوگا۔ دوسری حدیث حضرت علی کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ عالم
کی شان یہی ہونی چاہئے اور فقیہ آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اگر ان کی طرف لوگوں کو احتیاج ہو تو وہ نفع
252 دیتے ہیں اور اگر لوگ ان سے استغناء کریں تو وہ بھی مستغنی ہو جاتے ہیں۔ تیسری حدیث عالم کی ہے

252 جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ وعظ کہنا چاہئے ہفتہ میں ورنہ لوگ ملول ۳۶
ہو جائیں گے قرآن شریف سے ھذا القرآن میں ہذا سے عظمت شان کی طرف اشارہ ہے والنظر ۱۳
السجع یعنی سجع سے دعا میں بچنا چاہئے۔ مگر اعتراض ہوگا کہ مسنون دعاؤں میں اکثر مسجع ہیں
اس کا جواب یہ ہے کہ نہی فرمادی جو ہے یہ مقید ہے کہ جو دعا اس سے خالی نہیں یا تو تکلف ہو جاتا تھا
یا بغیر تکلف کے اگر تکلف کے ساتھ ہو تو مستحب نہیں فرمایا اور اگر بغیر تکلف کے ہو تو جائز ہے۔ اگر حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں اصحاب حضور کو دیکھا اور دیکھا ان کو لا یفعلون ذلک یعنی وہ سجع نہیں کرتے
تھے بخاری کی بعض روایات میں وارد ہوا ہے لا یفعلون الا ذلک مستورین میں ذلک کا اشارہ
253 اجتناب کی طرف ہو جائیگا۔ چوتھی حدیث واثلہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضور نے تمثیل دی کہ جیسے بعینہ وحی
کی اور اس کو دو طور پر رکھا اقتضاء کا عدم اعادہ کا اور وحی کو وقف اجتہاد کا اور اب حضور سے
ایسا ہی رسول حضور کا ہے کہ اس اور بھی ہے۔
254 عن ابی ھریرۃ ان مما یلحق المؤمن — عن عائشۃ ان اللّٰہ عز وجل — عن ابن عباس قال ۱۷
اول حدیث حضرت ابو ہریرہ سے معلوم ہوا کہ سات اشیاء کا ثواب وانتفاع بعد الموت ملتا رہتا ہے حالانکہ
مانعل میں بیان کیا گیا کہ انتفاع وہ تین اشیاء سے ہوتا ہے صدقہ جاریہ۔ ولد صالح۔ علم نافع
دونوں میں وجہ تطبیق یہ ہے کہ دیکھیں کہ اکثر صدقہ جاریہ میں داخل ہیں کما ھو حاشیہ ملا علی القاری علیہ الرحمہ
255 ثانی حدیث حضرت عائشہ کی ہے اوحی الی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے وحی خفی مراد ہے
خواہ بواسطہ جبرئیل ہو یا بلا واسطہ ہو اور فضل فی علم میں فضل وعلم کی تنوین تقلیل کیلئے اور فضل
256 زیادہ میں تنوین تعظیم کیلئے ہے۔ ثالث حدیث ابن عباس کی جو فرماتے ہیں کہ [illegible] کو شروع رات میں علم
مذاکرہ بہتر ہے رات کو جاگنے سے خواہ وہ مذاکرہ دو آدمی آپس میں کریں یا مقرر ہو کر پڑھا جائے یا استاد
کا درس یا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ احیاءھا کی ضمیر راجع ہے لیل کی طرف اور بعض علماء کہتے ہیں کہ
عن عبد اللّٰہ بن عمرو ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ ۲۲
دو مجلسوں پر آپ کا گذر ہوا ایک علماء اور عابدین سے علماء کی مجلس کا شوق فرمایا فھم افضل ۲۳
کیونکہ عابد کا نفع مقصود ہوتا ہے اور عالم کا نفع متعدی ہوتا ہے اور نفع متعدی افضل ہے نفع لازم
انما بعثت معلما سے اور فضیلت علماء کی ثابت فرمادی آپ لوگ بھی بیٹھ گئے جس
سے معلوم ہوا کہ علم کی صفات میں دو طرح کے علم ہیں اور ہر ایک دین میں بیٹھ گئے اس سے کہ آپ کا تعلق تھا اور
ان لوگوں کو خاص یہ تعلیم کا فرمانا یعنی ترغیب کا مقصد ہے اور معلموں کی مجالس میں اپنی مجالس کا
رسوخ بتا دیا اور ہمیں تعریف فرمائی

257 رب چونکہ تمام احادیث کا ایک ہی مضمون کی آ رہی ہیں تھوڑا تھوڑا حصہ ان میں فائدہ ہوگا وہ بیان کر دیا جائیگا اور ہر حدیث کی علامت کا فوراً ہر حدیث کا راوی پر اختصار کیا جائیگا۔ تفصیل والی احادیث کو مستقل ذکر کر دیا جائیگا۔ ۳۶

258 عن ابی الدرداء :- آپ سے فقیہ کے متعلق سوال ہوا آپ نے فرمایا جس شخص نے ۴۰ احادیث یاد کر لیں وہ فقیہ ہوگیا۔ ملا علی قاری نے مطلب بیان فرمایا وہ قیامت کے دن فقہاء کے زمرہ میں ہوگا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اللہ جانے احادیث کا جاننا اور خود سمجھنا حفظ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر دوسروں تک پہنچا دے تب بھی اس فضیلت کا مستحق ہوگا۔ ملا علی قاری نے اسکی تردید فرمائی کہ حدیث میں فقیہ کا لفظ آیا ہے جسکے معنی جاننے کے ہیں لہذا خود جاننا ضروری ہے۔ اگرچہ جاننا فرماتے ہیں کہ اسکی اجزاء دو مسئلے بھی داخل ہیں اگر دو مسئلے یاد کر لئے تو ان کا حکم بھی یہی ہے۔ ۲۵

259 عن انس بن مالک :- علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اجود جود بالفتح کا ترجمہ ہوگا جود سے یعنی سخی سخاوت مراد ہی ہو سکتی ہے یا خود سے جودۃ سے جسکے معنی عمدہ داخلی ہو سکتے ہیں یعنی کون عمدہ داخلی ہے اور دونوں سخاوت کا ترجمہ فرمایا اللہ تعالی اجود ہیں کیونکہ انہوں نے مخلوق عطا فرما کر وجود بخشا یہی نعمت تو فانی ہے جو ہمیشہ رکھی جائیگی اور دوسری نعمتوں کے لئے اللہ فرمایا اسباب بنا دیا کسی میں علم عالم اور ناشر علم ہوگا کیونکہ وہ تنہا ہی جیسا عام کرتا ہے من بعدی میں بعدیت رتبیہ اور زمانیہ مراد لیا دونوں کیونکہ ۲۷ ۳۷/۲

260 علمہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایہم نے معنی سند تا انتہاء کلام کے ہیں اور اردو میں ہے۔

261 عن عون :- اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے طالب اور عالم دونوں حریص ہوتے ہیں مگر دونوں میں مساوات نہ سمجھنا چاہئے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ عالم کا مقصد رضاء الہی ہے اور طالب اور غنی کا مقصد سرکشی اور تکبر ہوتا ہے اور دونوں کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اول تو طالب اور غنی سرکشی میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ان الانسان لیطغی الخ اور عالم رحمن کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے کیونکہ انما یخشی اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں سو وہی رضاء کا طالب ہیں۔ ۵

262 عن ابن عباس :- فرمایا قیامہ اور احتساب دونوں ہیں کہ اگر وہ کسی کے پاس جائیں تو حاصل ہوگی اور کچھ حاصل نہیں کرتا اسی طرح [illegible] سے خطا بار اور [illegible] ہیں۔

263 عن عبد اللہ بن مسعود :- چونکہ آپ ہر ہفتہ وعظ فرمایا کرتے تھے [illegible] ہر ہفتہ وعظ میں [illegible] ارشاد ہوتا ہے کہ جمعہ کا حصہ [illegible] اور [illegible] ہیں اور دوسرے [illegible] بناتے ہیں کہ [illegible] وصلعقد [illegible] ہیں [illegible] وہ خود [illegible] ہیں [illegible] تمہاری طرف ہی ہوگی۔ ۵

265 عن الاعمش — یہ روایت تابعی میں اور یہ تابعی ہیں اس وجہ سے حدیث منقطع ہے فرمایا کہ امام ۳۴/۱۵
ابراہیم بن سلیمان نے ایک ایسا بہت حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کی طرف کبھی آفت ہے جانور کا شعور ہے کہ آفتی
آفۃ العلم النسیان کا رشتہ جو رہا ہے کیونکہ آفت تحصیل کا سبب ہے اور وہ شوق فی التحصیل ہے ۔

266 عن سفیان — سفیان ثوری بھی تبع تابعی ہیں اس وجہ سے حدیث منقطع ہو گئی اور حضرت عمر نے کعب ۱۶
سے سوال کیا جو اس وجہ سے کعب الاحبار تھے جو بڑا عالم تھے من ارباب العلم یعنی ان لوگوں کو علم
آتا ہے یہ مطلب ہے کہ تمہارے نزدیک ان لوگوں کو عالم کہا گیا فما اخرج العلم من العلماء اور
اس کا جواب دیا کہ طمع ہے کہ کسی چیز کا لالچ کرنا اور اس کی وجہ سے قال الطمع یعنی طمع سے
نور یعنی اخلاص ختم ہو جاتا ہے پھر نور بھی ختم ہو جاتا ہے ۔

267 عن الاحوص — آپ نے فرمایا کہ سوال کرنا اور اعتراض وارد ہوا کہ شر کا علم ۱۷
ہو گا اس سے بچنے کے لیے اور آپ نے شر کا متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا تو علم کیسے ہو گا جواب
یہ ہے کہ یہ مقام جہاں تھے اور وہ شر سے سوال کرنا ظاہر ہوا وہ مناسب ہے اس وجہ سے آپ نے فرمایا
سلونی عن الخیر اور یہ مطلب نہیں کہ صرف خیر ہی کا سوال کرو یہ مطلب ہے کہ تو خیر کا ۱۸
سوال کرو اگر خیر ہے تو شر کا بھی سوال کرو پھر آپ نے فرمایا کہ علماء کا شر سب سے زیادہ ہو گا
اس وجہ سے کہ ان کا شر ہر عالم کا شر ہوتا ہے کیونکہ ان کے متبعین بھی اس شر کا اتباع کریں گے ۔

268 عن ابی الدرداء — قیامت کے دن سب سے زیادہ برا شخص وہ عالم ہو گا جو لا ینتفع بعلمہ ۱۹
اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ علم دین حاصل کر کے علم دنیا حاصل کرے اور دوسری شکل یہ ہے کہ ...

269 عن زیاد بن حدیر — تین چیزیں سبب ہیں الہدم اسلام کا اول عالم کی زلت یعنی تقصیر ۲۰
دوسرا منافق بحث کرے گا قرآن میں منافق کیونکہ یہ لوگ کتاب میں تحریف و تبدیل کر کے لوگوں کو گمراہ
کریں گے تیسرا ائمہ اور حکام کا ظلم دنیا میں ان کے فساد کے ساتھ اور فساد میں شدید ہوں گا
هدم اسلام سے مراد ارکان خمسہ کی تعطیل ہے اور زلۃ العالم سے اس کی تقصیر اور گناہ مراد ہے ۔

270 عن الحسن قال العلم — اس سے مراد یہ ہے کہ علم نفع دینے والا ہے اور خیر ہے کیونکہ ہوتا علمی ۲۱
قلب سے تعلق ہے وہ نافع ہوتا ہے اور دوسرا جو زبان سے علمی بات کہتے ہیں وہ حجۃ ہو جاتا ہے ۔

271 عن ابی ھریرۃ قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما ۲۲
وعاء کو تو کہہ دیا ۔ یہ اعتراض ہوا اس سے تو معلوم ہوا حضرت ابو ہریرہ کا علم کچھ چیز میں
محفوظ تھا جو انہوں نے خود فرمایا کہ میں حدیث یاد کرتا تھا اور لکھتا نہیں تھا ۔ جواب یہ ہے
فرمانے میں کہ وعائین سے مراد قسمین ہے اور مختلف قسموں کا علم مجھے ملا اور فرمایا اختلاف

271 [illegible] فرائض [illegible] پر دلالت ہے اور جب [illegible] ہو کر دونوں علم [illegible] ہیں۔ [illegible] قرآن العزیز میں ہوا ۳۲
کر دیا ہے اور دنیا میں [illegible] ہے۔ اور ایک میں پانچ اور [illegible] کا ذکر ہے [illegible] پانچ جو کہ علم کا
حاصل ہے اور یہاں دو کا ذکر ہے [illegible] ان میں [illegible] ہیں ایک [illegible] اور
باقی تمام چھوٹے چھوٹے ہیں تو کبھی ان تمام [illegible] کو اس [illegible] میں [illegible] اور کبھی [illegible]
[illegible] دیا ہے [illegible] سے اول سے مراد علم [illegible] احکام ہے اور دوسرا سے مراد علم باطن ہے
(۲) احکام جو [illegible] ہیں [illegible] علم ہے [illegible] اور دیگر علماء [illegible] (۳) [illegible]
اسماء [illegible] حضرت حذیفہ کا [illegible] کو حضور نے اسماء [illegible] حضرت [illegible]
متعلق [illegible] جو [illegible] حضرت حذیفہ کو [illegible] کے اسماء [illegible] اور [illegible]

272 عن عبد اللہ: [illegible] حضرت عبد اللہ بن مسعود مراد ہیں [illegible] کی کتاب میں مطلق ۳۴
عبد اللہ [illegible] سے [illegible] مراد [illegible] عالم [illegible] جس چیز کا علم ہو اس
[illegible] اور جو چیز [illegible] متعلق [illegible] کہدے اللہ اعلم اور یہ [illegible]
علم سے [illegible] اللہ اعلم [illegible] میں [illegible] علم [illegible] جو [illegible] تمام علم [illegible]
[illegible] مجبور [illegible] اللہ اعلم [illegible] اور مجبور [illegible] اختیار
کر دیا اور مجبوریات [illegible] اختیار [illegible] تمام علم ہے

۳۷
273 عن ابن سیرین: یعنی جس سے [illegible] حاصل کر رہا ہو اسکو دیکھو [illegible] ہے یا نہیں ۳۶

۳۷
274 عن حذیفة: [illegible] القرآن [illegible] حافظ قرآن مراد ہے [illegible] حافظ ابن حجر [illegible] ۳۷
[illegible] علم [illegible] مراد ہے [illegible] استقامت کا حکم [illegible] استقامت کا معنی ہیں
شرائع و احکام کی [illegible] کا [illegible] فقد استبقتم [illegible] اول
[illegible] میں [illegible] اور [illegible]
[illegible] یعنی غلط [illegible] پیچھے [illegible] استقامت اختیار [illegible]

۳۸
275 عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذوا باللہ من ۳۸/۱
جب الحزن [illegible] جب الحزن [illegible]
[illegible] پناہ [illegible] اختیار [illegible] جہنم
[illegible] جہنم [illegible]
[illegible] (۱) [illegible] جہنم [illegible]
[illegible] پناہ [illegible] (۲) [illegible]

(۳) ایک مفہوم مراد یہ ہیں اول حقیقۃ بناء چاہئیں ہے ۔ فرائض سے عبادات اور علماء دونوں مراد ہو سکتے ہیں ۳۸
اہل العلم مالکۃ ترمذی میں مرفوعا عائشہ کا لفظ ہے الا بجابۃ نہیں ہے ۔

276 عن علی :- رسول اللہ نے فرمایا مراد ہے عام کی ہے مراد حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ
زمین و نقش ہوں گے تخرج الفتنۃ اسکی وجہ یہ ہوگی کہ ہوا اللہ موجود ہوں اور [illegible]

279 عن ابن مسعود :- حضرت نے خطاب یا اور تعلیم کیا [illegible] ١١
[illegible] الناس ۔ تعلموا الفرائض رسول نے یا تو علم میراث مراد ہے یا فرائض ١١
[illegible] مراد ہیں پھر آگے تعلیم و تعلم کی علت بیان فرمائی کہ میرا انتقال ہو جائیگا اور میرے
بعد علم ختم ہو جائیگا اور دو آدمیوں کے درمیان کسی مسئلہ میں فیصلہ نہیں ہو سکیگا ۔
[illegible]